الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الحمد للہ یہ کتاب مستطاب جسمیں سلسلۂ عالیۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے اکابر کرام اور
انکے اخلاف و خلفائے عظام کے متبرک حالات اور بابرکت سیرت و سوانح نہایت
تحقیق و صحت اور بہت جامعیت کے ساتھ درج ہیں موسوم باسم تاریخی

اکمال الکلام فی مآثر الکرام

۱۳۳۸ھ

ملقب بلقب تاریخی

اصح التواریخ

۱۳۴۷ ہجری

جلد اول

تالیف فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قاسمی عفی عنہ خادم سجادۂ عالیۂ غوثیہ برکاتیہ

سید حیدر حسین کے اہتمام سے

محمدی پریس لاٹوش روڈ لکھنؤ میں چھپ کر

خانقاہ عالیۂ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ سے شایع ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم سیدنا ومولانا محمد رحمۃ للعالمین وافضل المرسلین خیر الخلائق اجمعین وعلیٰ آلہ واصحابہ ائمۃ الھدیٰ وھداۃ الیقین واولیاء امتہ الکاملین اللھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک صل وسلم علیٰ خیر خلقک سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ واتباعھم اجمعین وعلینا معھم وبھم ولھم وفیھم برحمتک یا ارحم الراحمین آمین آمین آمین اللھم یسر لنا امورنا ولا تعسر وتمم بالخیر ووفقنی لما تحب وترضاہ واغفر لی ولجمیع المومنین والمومنات آمین

فقیر حقیر اولاد رسول محمد میاں سنی حنفی فاطمی قادری برکاتی مارہری حمد و نعت کے کما حقہ ادائے حق سے اپنے عجز و قصور کے اعتراف کے بعد رتبہ شناسان محبوبان الٰہ و مرتبہ دانان مقبولان بارگاہ کی خدمات عالیہ میں خاندان برکاتیہ مقدسہ کے اکابر و اسلاف اور ان کے خلفا و اخلاف کی سیرت مرضیہ و تاریخ و سوانح عمری اس کتاب اکمال الکلام فی مآثر الکرام ۱۳۳۸ھ ملقب اصح التواریخ ۱۳۴۷ھ کے ذریعہ سے پیش کرتا ہے

سبب تالیف خاندان برکاتیہ عالیہ کا آغاز سرزمین مارہرہ میں سن ایک ہزار سترہ ۱۰۱۷ ہجری عہد سلطان جہانگیر بن اکبر بادشاہ ہند میں مقدام العارفین حضرت سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ کے یہاں تشریف لانے اور مستقل قیام فرمانے سے ہوا جسے اب سن تیرہ سو اڑتیس ۱۳۳۸ ہجری میں جو ہماری اس تالیف کا سن آغاز ہے سوا تین سو برس کے قریب ہونے آتے ہیں۔ اس طویل زمانے میں اس خاندان فضل و کمال سے عرفان و ہدایت و ارشاد و ولایت کے بہت سے مہر درخشاں و ماہ تاباں طالع ہوے۔ جن کے انوار نہ صرف سرزمین مارہرہ ہی کو منور و درخشاں کرتے رہے

بلکہ ان کی روشنی حدود ہند سے بھی گذر کر عرب و عجم کے ممالک دور و دراز تک پہنچی - اور اگر چہ اس تین سو سال سے زائد کے عرصے میں دنیا نے طرح طرح کے رنگ بدلے عالم نے گوناگوں انقلابات دیکھے فضائے جہاں میں بادحوادث کے سخت سخت جھونکے آئے مگران خدا والوں کے کبھی مٹنے والے الہی انوار بعونہ تعالیٰ آج بھی عالم میں ضیا بار ہیں

اگر عالم سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد

ان محبوبان خدا کے بابرکت حالات ریاضات و مجاہدات صفات حمیدہ و خصائل پسندیدہ وہ روشن کارنامے اور زریں واقعات ہیں جو آج بھی ان کی عظمت و رفعت کا سکہ اہل بصیرت کے دلوں پر بٹھائے ہوئے ہیں

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

ضرورت تھی کہ اِن خدا والوں کی زندگی کے یہ زریں کارنامے منظر عام پر لائے جاتے - اور قدر دانوں کو اپنے ان برگزیدہ اور مبارک پیشروؤں کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی سیرت مرضیہ سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا جاتا مگر ضرورت کے باوجود ایک ایسی کتاب کی کمی عرصے سے محسوس ہو رہی تھی جو جامعیت اور صحت کے ساتھ ان مقربان بارگاہ صمدیت کی مبارک سیرت اہل بصیرت کے سامنے پیش کرتی اکابر خاندان بمصداق "اھل البیت ادری بما فی البیت" اپنی چشم دید اور ذاتی واقفیت اور خود اپنے اسلاف کرام کے فضائل و محاسن کا زندہ مجسمہ ہونے کی وجہ سے اس کام کے سرانجام دینے کے بہترین اہل تھے - مگر اول تو انھیں طاعت و عبادت وارشاد و ہدایت کے اپنے دستور العمل شبانہ روزی سے اس قدر فرصت کہاں تھی دوسرے وہ اپنے مبارک اسلاف کے محاسن و اوصاف کے خود مجسم آئینے تھے جن میں اہل نظر ان کے اکابر کے فضائل و کمالات خود اپنی آنکھوں سے معائنہ کر لیا کرتے تھے لہذا انھوں نے کاغذی صفحات پر اپنے اکابر عظام کے صفات و کمالات ان کی ہدایات و تعلیمات دکھانے کے بجائے خود اپنے آپ کو ان کے کمالات کے مجسم آئینے اور اپنے اخلاف کرام کو ان کے محاسن کے زندہ نمونے بنانے ہی پر خاص توجہ فرمائی اور اپنے بزرگوں کی سیرت و سوانح کی یکجائی جمع و ترتیب کو کچھ ایسا مہتم بالشان نہ جانا رہے گھر سے باہر کے لوگ، ان میں سے بعض صاحبوں نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی مگر اول تو انھیں وہ واقفیت کہاں دوسرے اب حال کے سوانح نگاروں میں واقعات میں

کمی و بیشی کی عادت اور ان کی اپنی خوش اعتقادی سے رنگ آمیزی خصوصاً بزرگان دین کے
تصرفات و خوارق عادات کے بیان میں بہت کچھ دخل پا گئی ہے لہذا ان کی تحریرات کا صحت و
جامعیت کے ضروری ادائے حق سے قاصر رہنا کوئی بعید بات نہیں اور اپنے خاندان کے متعلق
باہر کے لوگوں کی جو مصنفہ سوانح عمریاں ہماری نظر سے گزریں خصوصاً زمانۂ حال کے مصنفین کی
وہ بھی ان فرو گذاشتوں اور آفتوں سے خالی نہیں نہیں۔ اس لحاظ سے فقیر ایک عرصہ دراز سے
اپنے اسلاف عظام اور ان کے اخلاف و خلفائے کرام کی ایک مفصل و مکمل صحیح سیرت و تاریخ کی
تدوین کا قصد کر رہا تھا مگر خرابی صحت و قلت استعداد و کمی فرصت وغیرہا موانع اس کار بزرگ کے
سرانجام میں مانع آتے رہے مگر آہ اب زمانہ وہ آتا ہے کہ وہ واقف کار بزرگ جن کے سینے ان
واقعات کے خزینے تھے اور جو خود اپنے اسلاف کرام کے کمالات کے آئینے تھے رفتہ رفتہ سر سے
اٹھتے جاتے ہیں ساتھ ہی ساتھ ہماری ناقدری اور نا اہلی سے اکابر کی وہ متبرک تحریرات
تصانیف اور یادداشتیں وغیرہ بھی ہمارے پاس سے جانا شروع ہو جاتی ہیں جن میں اُن بزرگان
دین کے سیر و سوانح یک جا نہ سہی متفرق مواقع میں تو بہت کچھ درج ہیں۔ ادھر ابنائے زمانہ میں
موقع اور بے موقع وجہ اور بے وجہ قیاس غائب علی الشاہد کی عادت یہاں تک چڑتی جاتی ہے
کہ وہ ہم ایسے بدنام کنندہ نکو نامے چند کی زبوں حالتوں پر ہی خواہ مخواہ ہمارے اسلاف کرام
اور خدا کے ان برگزیدہ بندوں کو بھی قیاس کر بیٹھتے ہیں لہذا اپنی آلایشوں سے ان مقبولان
بارگاہ احدیت کا دامن بے لوث دکھانے اور خلق خدا کو ان خدا کے پاک بندوں کی پاکیزہ سیرت
اور سنہری تعلیمات سے فیوض و برکات پہنچانے کے لیے باوجود موانع گوناگوں محض اس کارساز
بے نیاز کے فضل و کرم اور اس کے ان محبوب بندوں کی ارواح طیبہ کی امداد و اعانت پر
بھروسہ کرتے ہوئے فقیر اس کتاب کی تالیف شروع کر دیتا ہے واقعات کے استقصا و صحت میں
اپنے امکان بھر بہت کوشش اور غور و تعمق سے کام لیا ہے اور معتبر و مستند کتابوں اور معتمد و
باوثوق خاندانی روایات اور عینی شاہدات سے بے کم و کاست صحیح صحیح سوانح اور حالات
درج کیے ہیں۔ جو کتابیں اور اسلاف کی یادداشتیں و دیگر تحریرات اس تالیف کا ماخذ ہیں
ان کے حوالے ہر واقعہ کے ساتھ ساتھ دے دیے ہیں اور جن وقائع کے ساتھ ایسے حوالے
نہیں دیے وہ خاندانی بزرگوں اور واقف حال اشخاص کی مستند زبانی روایات اور

خود اپنے عینی مشاہدات یا مسلم و مقبول واقعات ہیں۔ غرض اپنی سی کوشش تو اس کتاب کو نافع و مفید اور جامع و صحیح بنانے میں بہت کچھ کی گئی ہے وھو تعالی الموفق والمعین علیہ توکلت والیہ انیب۔ مولی تعالی فقیر کی اس ناچیز سعی کو مشکور فرمائے اور اس کتاب کو فقیر کے لیے دنیا میں بقائے نام نیک کا ذریعہ اور اپنے پیارے بندوں کے ذکر خیر و مدح و ستایش کو آخرت میں نجات اور گناہوں کی بخشش کا وسیلہ بنائے آمین

نام نیک رفتگاں ضایع مکن　　تا بماند نام نیکت یادگار

تمہید مقصود اس لحاظ سے کہ ہمیں اپنی اس کتاب میں "خاندان برکات" یعنی صرف اپنے ان اجداد و اکابر کرام قدست اسرارہم کا تذکرہ لکھنا مقصود ہے جنھوں نے مارہرہ میں تشریف رکھی، اور یہاں کی مستقل سکونت اختیار فرمالی ہماری اس کتاب سوانح کا آغاز حضرت سید الواصلین میر سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ کے ذکر سے ہونا چاہیے تھا، مگر ہمارے خاندان کے اکثر سوانح نگاروں نے اور خود ہمارے جد امجد حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ نے بھی حضرت سلطان الواصلین سے پہلے کے بھی اپنے بعض اکابر کرام کا مختصر تذکرہ تحریر فرمانے کے علاوہ حضرت کے والد ماجد سند المحققین میر سید شاہ عبد الواحد قدس سرہ کا مفصل ذکر فرمایا ہے نیز محبوبان خدا کے ذکر کی زیادت بفحوائے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ سبب حصول مزید فضل و برکت و موجب نزول فراواں انوار و رحمت ہے لہذا ہم اپنی کتاب کو تمام حضرات علیۂ سلسلۂ عالیہ برکاتیہ کے ذکر خیر سے زیب و زینت دیتے ہیں اور از اں جا کہ جناب امام زین العابدین سے حضور ختم المرسلین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلیہم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تک حضرات سلسلہ کے فضائل و سوانح میں بہت کتابیں شائع ہیں اسلئے ان حضرات کے مناقب و تواریخ ولادت و وفات و تفصیل اولاد وغیرہ و دیگر ضروری حالات کو مختصر طور پر بیان کرتے ہیں

شجرۂ عالیہ برکاتیہ زیدیہ

فقیر حقیر اولاد رسول محمد میاں قادری ابن حضرت سید شاہ محمد اسمعیل حسن مدظلہ ابن سید شاہ محمد صادق ابن سید شاہ اولاد رسول ابن سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب ابن سید شاہ حمزہ ابن سید شاہ آل محمد ابن سید شاہ برکت اللہ صاحب السلسلۃ البرکاتیہ ابن سید شاہ اویس ابن سید شاہ عبد الجلیل

ابن سید شاہ عبد[11] الواحد ابن سید شاہ ابراہیم[12] ابن سید شاہ محمد قطب[13] الدین ابن سید شاہ محمد[14] ماہرو شہید
ابن سید شاہ بڈھ[15] ابن سید شاہ کمال الدین[16] ابن سید قاسم[17] ابن سید حسین[18] ابن سید[19] نصیر
ابن سید حسین[20] ابن سید[21] عمر ابن سید محمد[22] صغری جد اعلیٰ قبائل سادات بلگرام ابن سید[23] علی ابن سید حسین[24]
ابن سید ابو الفرح[25] ثانی ابن سید ابو فراس[26] ابن سید ابو الفرح[27] واسطی جد اعلیٰ قبائل سادات
زیدیہ بلگرام وبارہا وغیرہا ابن سید داؤد[28] ابن سید حسین[29] ابن سید[30] یحییٰ ابن سید زید[31] سوم ابن سید[32] عمر[له]
ابن سید زید[33] دوم ابن سید[34] علی عراقی ابن سید حسین ابن سید علی ابن سید محمد ابن سید عیسیٰ[1] ملقب
بموتم الاشبال ابن حضرت سید زید شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ابن حضرت سید
الساجدین امام زین العابدین ملقب بہ سجاد ابن حضرت سلطان الشہداء سبط اصغر شہید کربلا
امام حسین ابن حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہم

له علامہ عبد الجلیل بلگرامی نے اپنے نسب نامۂ منظوم میں سید عمر اور سید علی عراقی کے درمیانی وسائط اس طرح ذکر کیے ہیں "سید عمر ابن سید زید دوم ابن سید علی ابن سید حسن ابن سید علی عراقی" اور میر آزاد نے بھی شجرۂ طیبہ میں اپنے نانا کا اتباع کیا ہے۔ صرف سید عمر اور سید علی کے درمیان سید زید دوم کو محذوف کر دیا ہے مگر ہمارے جد امجد حضرت میر شاہ عبد الواحد بلگرامی نے جو عارف کامل اور عالم عامل اور علامہ دہیر دونوں سے زمانے میں بہت متقدم ہیں اپنے شجرۂ منظومہ میں اور حضرت جدی شاہ حمزہ مارہروی نے اپنے نظم ونثر نسب ناموں میں اسمائے شجرہ اسی ہماری ترتیب پر ذکر کیے ہیں اور ہمارے بعد کے اجداد بھی اسی طرح بیان کرتے اور تحریر فرماتے آئے ہیں اور سید محمد صاحب بلگرامی نے نظم اللآلی فی نسب علاء الدین العالی میں اسی ترتیب کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی تائید میں ہمارے جد امجد حضرت میر عبد الواحد کے شجرۂ منظومہ کے علاوہ عالم محقق حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی معاصر والد ماجد علامہ عبد الجلیل موصوف (جن کا حال فضل وکمال ماثر الکرام وغیرہ میں مفصل درج ہے) کے نسب نامۂ منظوم اور سید جنید محمد کی کتاب جنیدیہ کا بھی حوالہ دیا ہے اگرچہ ان آخر الذکر کی نسبت وہ لکھتے ہیں کہ انھوں نے سید عمر اور سید علی کے درمیان سید زید دوم کا ذکر نہیں کیا (جیسا کہ علامہ عبد الجلیل نے کیا ہے)، بلکہ سید عمر کو (میر آزاد کی طرح) خود سید علی کا بیٹا بتایا ہے۔ فقیر کے حضرت والد ماجد فرماتے ہیں کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت سید علی عراقی کے صاحبزادے سید زید دوم کا ہی دوسرا نام سید حسن تھا اس بنا پر میر آزاد اور ہمارے اجداد کی ترتیب شجرہ میں صرف ایک واسطہ سید علی کا فرق رہجاتا ہے مگر علامۂ عبد الجلیل جو کہ سید زید دوم کو علیحدہ سید علی بن سید حسن کا بیٹا بتاتے ہیں لہٰذا ان کے بیان کے مطابق دو نام سید علی و سید حسن زائد قرار پاتے ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ منہ عفی عنہ

زوج حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضور سید الانبیا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم والدۂ ماجدۂ فقیر محمد میاں بنت حضرت سید نور المصطفےٰ ابن حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم ابن حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب بموصوف الصدر

سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

افضل الرسل، رہبر کل، ہادی سبل، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، خیر خلق اللہ اجمعین باعث ایجاد عالم، عالم ماکان وما یکون، خاتم النبیین حضور سیدنا محمد رسول اللہ ابن سیدنا عبد اللہ ابن سیدنا عبد المطلب ابن سیدنا ہاشم ابن سیدنا عبد مناف ابن سیدنا قصی ابن سیدنا کلاب ابن سیدنا مرہ ابن سیدنا کعب ابن سیدنا لوی ابن سیدنا غالب ابن سیدنا فہر ابن سیدنا مالک ابن سیدنا نضر ابن سیدنا کنانہ ابن سیدنا خزیمہ ابن سیدنا مدرکہ ابن سیدنا الیاس ابن سیدنا مضر ابن سیدنا نزار ابن سیدنا معد ابن سیدنا عدنان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی جمیع آبائہ الکرام واصحابہ العظام واٰلہ ذوی الانعام وبارک وسلم ومجد وکرم وشرف وعظم۔ ارباب سیر اور اصحاب علم انساب کے نزدیک نسب کریم ان اکیس پشتوں تک متفق علیہ ہے اس سے اوپر کے اسما اور ان کی ترتیب وتعداد صحیح طور پر معلوم اور متفق علیہ نہیں، اور اسی لیے اکابر کرام نے آگے سکوت مختار واحوط جانا

ف۱ بفتح میم ۱۲ ف۲ بضم قاف وفتح صاد وتشدید یاء ۱۲ ف۳ بکسر کاف ۱۲ ف۴ بضم میم وتشدید راء ۱۲ ف۵ بفتح کاف وسکون عین ف۶ بضم لام وفتح ہمزہ وتشدید یاء ۱۲ ف۷ بکسر فا وسکون یاء ف۸ بفتح نون وسکون ضاد معجمہ ۱۲ ف۹ بکسر کاف وبدو نون ۱۲ ف۱۰ بخائے معجمہ وزاے بروزن تصغیر یعنی بضم خا وفتح زاے ۱۲ ف۱۱ بضم میم وسکون دال مہملہ وکسر را ۱۲ ف۱۲ بکسر ہمزہ اور بعض کے نزدیک بفتح ہمزہ یاس بمعنی ناامیدی اور ہمزہ وصلی صاحب مواہب نے کہا کہ یہی اصح ہے ۱۲ ف۱۳ بضم میم وفتح صاد معجمہ ۱۲ ف۱۴ بکسر نون وبزائے منقوطہ ۱۲ ف۱۵ بضم میم وفتح عین مہملہ اور بعض کے نزدیک بفتح میم وسکون عین صحیح ہے ۱۲ ف۱۶ بفتح عین وسکون دال ۱۲ کما فی مدارج النبوۃ منہ عفی عنہ

عہ نام آن جناب شیبہ ۱۲ عہ نام آن جناب عمر ۱۲ عہ نام آن جناب مغیرہ للعہ نام آنجناب زید کذا فی تاریخ الخلفاء

(مدارج النبوۃ وغیرہ) اور ان اکیس پشتوں تک نسب کریم خود سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیہقی اور ابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں وھذہ روایۃ البیھقی "انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف ابن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان ماافترق الناس فرقتین الاجعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شی من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتے انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا وفی لفظ فانا خیرکم نسبا وخیرکم ابا" میں ہوں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم (صلے اللہ تعالے علیہ وعلیھم وسلم) یونہیں اکیس پشتوں تک نسب نامہ مبارک بیان کرکے فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہوے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہترین گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی، اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا، آدم علیہ السلام والصلاۃ سے لے کر اپنے والدین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہما تک، تو میں النفس کریم تم سب سے افضل اور میرے ماں باپ تم سب کے آبا سے بہتر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آبائہ الکرام وآلہ واصحابہ وسلم (شمول) ارباب سیر اور اصحاب علم انساب اتفاق رکھتے ہیں اس پر کہ ہمارے آقائے نامدار حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ کی اولاد امجاد سے ہیں اور حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت سیدنا نوح اور حضرت سیدنا ادریس علیہم الصلاۃ والسلام ہمارے حضور کے اجداد کرام میں ہیں صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم وعلی آلہ واصحابہ (مدارج) اس حقیر ذلیل ذرۂ بے مقدار کی کیا مجال جو اس سرکار ابد قرار کی مدح وستایش کے حق سے عہدہ برآ ہو جس کی مداح وواصف خود ذات کبریا ہو۔ جس ذات گرامی کا خلق کریم خود قرآن عظیم ہو اس کے جود وکرم بذل وعطا رافت ورحمت ودیگر جلائل وفضائل بے نہایت کی تفصیل مجھ ایسے کج زبان سے کب ترقیم ہو، دونوں جہان کی وہ کونسی نعمت ودولت ہے جو دینے والے نے انہیں دینے سے اٹھا رکھی وہ کونسا فضل وکمال ہے

جو اس مقام و مفضال نے ان سے بجا رکہا ہے

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بر وست ختم　　ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بر و تمام

جس محبوب مطلق پر اس کے محب بر حق کی یہ عنایت بے نہایت ہو کہ ہر لحظہ ہر گھڑی ہر آن اوس کی ترقی مرتبت و علو و رفعت ہو" وللاخرة خیرلك من الاولیٰ" اس کے مناقب عظیمہ و مراتب کریمہ کے حصر و شمار کی مخلوق کو کیا قدرت ہو ؎

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند　　بقدر دانش خود ہر کسے کند ادراک

جس کی بات خدا کی بات وما ینطق عن الهویٰ، ان هو الا وحی یوحیٰ" جس کے کام خدا کے کام" وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمیٰ" جس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله، ید الله فوق ایدیهم" جس کی اطاعت خدا کی اطاعت من یطع الرسول فقد اطاع الله" پھر فہم بشر کی کیا طاقت جو اس سر قدرت کی کنہ حقیقت تک پہنچ سکے ؎

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے　　محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے

جہاں اور عالمیان خدا کی رضا چاہتے ہیں اور خدا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی رضا ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ" ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

آدم علیہ الصلاۃ والسلام دو عالم سب ان کے امتی اور وہ ان سب کے امام و نبی" واذ اخذ الله میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ااقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا الآیہ" وقال تعالیٰ وما ارسلناك الا کافة للناس" الآیہ" بلکہ تمام عالم کا وجود ہی اس لیے ہوا کہ اوس عظیم القدر رفیع الشان کی جلیل منزلت اور جمیل عظمت ان پر ظاہر ہو اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا نہ پیدا فرمائی جاتی حدیث قدسی ولقد خلقت الدنیا واهلها لاعرفهم کرامتك ومنزلتك عندی ولولاك ماخلقت الدنیا" (ابن عساکر عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی تجلی الیقین

مقصود ذات اوست دگر جملہ طفیل　　منظور نور اوست دگر جملگی ظلام

ایسے محبوب عظیم الشان جلیل البرہان جمیل الفخر رفیع القدر کی عظمت شان رفعت مکان وسعت

جود جمال احسان کا اس ذرہ ناچیز سراپا عصیان کج مج زبان سے کیونکر بیان ہو بجز اس کے کہ اس سرکار عالم مدار میں سر تسلیم و گردن نیاز خم کر کے بہ ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار عجز و انکسار اس معروض پر اقتصار ہو ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ولادت اقدس بارہ ربیع الاول شریف پیر کے دن صبح صادق کے وقت ہجرت مقدسہ سے ترپن برس پہلے بیس اپریل ۵۷۱ء پانسو اکہتر عیسوی میں مکہ معظمہ میں ہوئی (نطق و مدارج) اور ابتدائے وحی اور ہجرت مقدسہ اور مدینہ پر سکینہ کو قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمانا، اور مکہ معظمہ کی فتح ان سب کا بھی دن دوشنبہ مبارک ہی ہے (مدارج) حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام اپنے والدین ماجدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے اکلوتے صاحبزادے تھے اور بموجب روایت امام محمد ابن اسحٰق امام بخاری ہنوز حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام شکم مبارک والدۂ ماجدہ ہی میں تھے کہ حضور کے والد نامدار حضرت سیدنا عبداللہ نے مدینہ منورہ میں بحالت سفر انتقال فرمایا اور دار نابغہ میں اور مشہور یہ ہے کہ موضع ابوا متصل مدینہ با سکینہ میں دفن ہوئے (مدارج النبوۃ) بعض کہتے ہیں کہ وقت وفات حضرت سیدنا عبداللہ ہمارے آقائے نامدار علیہ وعلیٰ ابویہ الصلاۃ والسلام دو ماہ کے تھے، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج میں اسے اصح الاقوال فرمایا، اور حضرت عبدالمطلب اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باتفاق رائے حسب بشارت غیبی حضور اقدس کا اسم مبارک "محمد" صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم رکھا (مدارج) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات روز اپنی والدۂ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا، بعد ازاں ثویبہ (بضم ثاء مثلثہ وسکون یاء و باء موحدہ در آخر) ابولہب کی لونڈی نے چند روز آپ کو دودھ پلایا (مدارج وغیرہ) ان ثویبہ کو بعض محدثین نے صحابیات میں شمار کیا ہے، اور کتب سیر میں آیا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام بوجہ رضاعی ماں ہونے کے ان کا اکرام فرماتے اور مدینہ منورہ سے ان کے لیے کپڑے وغیرہ انعام بھیجتے، واقعہ خیبر سے بعد آٹھویں سال اُن کا انتقال ہوا، ان ثویبہ نے ابولہب کو ولادت اقدس کی خوش خبری دی تھی، اور ابولہب نے اس خوش خبری پر ان کو آزاد کر کے حکم دیا تھا کہ یہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو دودھ پلائیں، اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی ولادت اقدس کی اس اظہار فرحت و

سرور کے عوض ابولہب پر سے عذاب میں کمی فرمادی اور دوشنبہ کے دن اس سے عذاب اٹھا لیا گیا ورد فی الحدیث۔ حضرت شیخ محقق مدارج میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے سند ہے کہ جو شب ولادت اقدس میں مجالس ومحافل میلاد منعقد کرتے اور اظہار سرور و بذل اموال کرتے ہیں یعنی جبکہ ابولہب ایسا کافر قطعی کہ قرآن مجید میں اس کی مذمت وارد ہوئی ولادت اقدس پر اظہار سرور و فرحت کی جزا عذاب میں کمی پاتا ہے تو مسلمان جن کے دل حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اپنے آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت کی تقریب پر اظہار بہجت وسرور اور مال وزر صرف کرنے پر کیا کچھ سرور وانعام آلٰہی وفیوض نامتناہی نہ ہوں گے ان پہ ضرور ہے کہ اس پاک تقریب کو جہال کی ایجاد کردہ بدعتوں گانے بجانے وغیرہ محرمات ومنکرات سے پاک رکھیں، الغرض ثویبہ کے بعد حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ اپنے نام اور نسبت کے مطابق حلم و وقار وسعادت سے موصوف تھیں سعادت ارضاع حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے مخصوص وممتاز وشرف ہوئیں آپ کے زمانۂ رضاعت میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ کے بہت سے فضائل وکرامات ومعجزات ظاہر ہوئے کہ بڑی کتابوں مثل مدارج النبوۃ وغیرہ میں مذکور ہیں حضرت بی بی حلیمہ حضور اقدس کو اپنے گھر نواح طائف میں لے گئیں اور وہیں جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام پاؤں چلنے لگے اور دو برس کے ہوگئے تو پہلی بار شق سینۂ مبارک ہوا اور حضرت حلیمہ نے واقعہ شق صدر سے اندیشناک ہوکر حضور کو مکہ معظمہ میں حضور کی والدۂ ماجدہ کے پاس پہنچا دیا (مدارج النبوۃ وتواریخ حبیب الہ) اور جب حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کا سن مبارک چھ یا سات برس کا ہوا تو حضرت کی والدہ ماجدہ نے بحالت سفر کہ مدینۂ منورہ گئی ہوئی تھیں اور وہاں سے مکہ معظمہ واپس آرہی تھیں اثنائے مراجعت میں موضع ابواء میں کہ مدینہ منورہ کے قریب ہے وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئیں اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت بی بی آمنہ کی قبر شریف حجوں میں مکہ معظمہ میں جنت المعلیٰ میں ہے، اور بعض علماء نے (ان دونوں روایتوں میں تطبیق دینے کے طور پر) یہ کہا کہ ممکن ہے کہ پہلے ابواء میں دفن کیا ہو اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ جنۃ المعلیٰ میں نقل کر لیا گیا ہو (مدارج النبوۃ) اس آخری روایت کی مؤید وہ احادیث بھی ہیں جن میں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی والدۂ ماجدہ کا زندہ فرمایا جانا اور انکا حضور پر ایمان لانا

بیان فرمایا ہے دیکھو امام جلال الدین سیوطی کا رسالہ نشر العلمین وغیرہ والدۂ ماجدہ کے انتقال کے بعد حضور کی کفالت اور پرورش ظاہری کے متکفل حضرت اقدس کے جدامجد حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوے، حضرت عبدالمطلب حضور اقدس کو اپنے سب فرزندوں سے زائد دوست وران سب سے زائد حضور کو اعزاز واکرام سے رکھتے اور حضور اقدس کے بغیر کبھی کھانے کے لیے دسترخوان نہ بچھاتے، حضور اقدس ہر حالت خلوت وجلوت میں اپنے دادا کے پاس تشریف لیجاتے اور انکی مسند پر تشریف رکھتے اور اگر کوئی اس سے حضور کو منع کرتا تو فرماتے میرے لخت دل کو میری مسند پر بیٹھنے دو، اس مسند پر اس کا تشریف رکھنا میرا شرف ہے مجھے امید ہے کہ یہ میرا نامی و نامدار پوتا ایسے شرف ومرتبے کو پہنچے گا کہ عرب کے اگلے پچھلوں میں سے کوئی اس مرتبے کو نہ پہنچا نہ پہنچے، ایک بار عرب میں قحط شدید پڑا اور کئی سال رہا حضرت عبدالمطلب ہاتف غیب کے اشارے سے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے کوہ بوقبیس پر لے گئے اور حضور کے وسیلے سے پانی برسنے کے لیے دعا کی برکت وسیلۂ حضور رحمۃ للعالمین ایسا ابر رحمت زور شور سے برسا کہ چند سال کی خشک سالی کی تلافی ہوگئی حضور کا سن مبارک آٹھ برس کا تھا اور بعض نے نو دس اور چھ برس بھی کہا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے انتقال فرمایا اور قبل وصال ابو طالب کو کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے سگے چچا تھے بلاکر حضور کو ان کی کفالت میں دیا اور وصیت فرمائی کہ نہایت حفاظت سے یہ خدمت انجام دینا اور بعض نے کہا ہے کہ خود حضور کی مرضی پر رکھا کہ اپنے چچوں میں سے جسے چاہیں اپنی خدمت کفالت کے لیے اختیار فرمالیں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے ابو طالب کو اختیار فرمایا، الغرض بعد حضرت عبدالمطلب کے ابو طالب نے ہمارے حضور کی محافظت نہایت اچھی طرح اور پورے طور پر زمانہ قبل نبوت وبعد نبوت دونوں میں کی، حضور اقدس کے بغیر کھانا نہ کھاتے اور اپنے قریب حضور کو آرام کراتے، اور ہر جگہ حضور کے ہمراہ رہتے، ابو طالب کے زمانۂ کفالت میں بھی ایک بار قحط عظیم پڑا، اور انھوں نے بھی اپنے والد ماجد حضرت سیدنا عبدالمطلب کی سنت کے مطابق حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی پشت مبارک کعبۂ مکرمہ سے لگا کر بارگاہ رب کریم جل مجدہ میں اُس کے حبیب رؤف رحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو نزول باران رحمت کے لیے وسیلہ کیا، اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے آسمان کی طرف اپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا باوجودیکہ آسمان میں ابر کا نشان بھی نہ تھا

مگر بہ مجرد اشارہ ابر رحمت گھر آیا اور اس قدر برسا کہ میدان پانی سے لبریز ہو گئے اور نہریں جاری ہو گئیں اور عمر شریف کے بارھویں سال میں ابو طالب آپ کو ہمراہ لے کر بغرض تجارت ملک شام کو گئے راہ میں بحیرا راہب نصاری عرصۂ کثیر سے شہر بصری کے پاس ایک گاؤں میں پیغمبر آخر الزماں کی جستجو میں ایک صومعہ میں قیام پذیر تھا اور کتب سماویہ سابقہ سے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی علامات جانتا تھا، علامات معلومہ سے حضور کو پہچان گیا اور حضور کے قافلے کی دعوت کی اور مہر نبوت کو بوسہ دیا، اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت کا اقرار اور تصدیق کر کے مشرف بایمان ہوا اور ابو طالب سے کہا کہ یہ صاحبزادے پیغمبر آخر الزماں ہوں گے اور ان کا دین جملہ ادیان سابقہ کا ناسخ ہوگا انہیں ملک شام میں نہ لے جاؤ یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں کہیں انکے ہاتھ سے انہیں آزار نہ پہنچے، اس سفر میں سات رومی حضور کے قتل کے ارادے سے لگے ہوئے تھے بحیرا نے انہیں سمجھایا کہ یہ وہی صاحبزادے ہیں جن کا ذکر تم توراۃ و انجیل و زبور میں پڑھتے ہو یہ پیغمبر برحق ہیں تم ان کی اطاعت کرو اور جو امر خدا نے چاہا ہے تم اُسے مٹا نہیں سکتے الغرض بحیرا حسب مشورہ ابو طالب وہیں اپنا مال بیچ کر اور نفع کثیر پاکر مکہ مکرمہ کو واپس آگئے، غرض مشاہدہ ملائکہ و صور نورانیہ و ظہور انوار و آثار فضل و کمال حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے روز افزوں ہونے لگا، ابو طالب ان حالات کے ظاہر ہونے پر حضور کو کاہنوں اور طبیبوں کے پاس لیجاتے وہ لوگ یہی کہتے کہ یہ احوال وساوس شیطانی اور امراض جسمانی سے نہیں برکات و انوار رحمانی ہیں یہاں تک کہ پچیسویں برس میں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام پھر برائے تجارت ملک شام کی طرف تشریف لے گئے اور چونکہ حضور کی امانت و دیانت پہلے سے عرب میں مشہور تھی اور سب حضور کو محمد امین کہتے تھے، اس لیے حضرت خدیجہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا مال برائے تجارت حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے حوالے کر دیا اور اپنے ایک غلام میسرہ اور دوسرے عزیز خزیمہ نام کو حضرت اقدس کی ہمرکابی و خدمت میں بھیجا، اس سفر میں جب حضور اقدس بصری میں پہنچے اور نسطورا راہب کے صومعے کے سامنے ایک درخت کے نیچے تشریف رکھی جو بالکل سوکھا اور اس کی لکڑیاں تک بوسیدہ ہو چکی تھیں حضور اقدس کے تشریف رکھتے ہی وہ درخت سرسبز اور میوہ دار ہو گیا راہب مذکور نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہ بیٹھے گا اور حضور اقدس کے قریب حاضر ہو کر لات و عزیٰ کی قسم دے کر عرض کیا کہ حضور کا نام اقدس کیا ہے حضور نے بت ناراض

ہو کر فرمایا کہ عرب کی کوئی بات مجھ پر اس قسم سے زائد گراں اور دشوار نہیں گذری راہب کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا وہ اسے دیکھتا اور کہتا جاتا کہ خدا کی قسم جس نے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر انجیل اتاری کہ بیشک یہ وہی یعنی پیغمبر آخر الزماں ہیں، حضور اقدس نے مال تجارت وہاں فروخت کیا اور دوسروں سے دوگنا نفع پایا اور اہل قافلہ نے بھی حضور کے طفیل نفع پایا مدارج وغیرہ۔

ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد اسی سفر مبارک سے واپسی کے بعد بعض خوارق عادات کے بچشم خود معائنہ کرنے اور دوران سفر کے بعض جلائل فضائل وکرامات اپنے غلام میسرہ اور اپنے رشتے دار خزیمہ کی زبانی معلوم ہونے سے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ نہایت صاحب عقل وفہم وذکاوت شریف ولئیق اور قریش کی عورتوں میں بہت حسیب ونسیب اور بڑی مال دار تھیں، اور اکثر عمائد اشراف قریش بخواہش تمام ان سے نکاح کی درخواست کر کے ناکام رہ چکے تھے ہمارے آقائے نامدار کو اپنے عقد نکاح کا برغبت تمام پیغام دیا۔ اور حضرت ام المؤمنین کے دولتخانے میں اعیان وعمائد واشراف قریش وغیرہ کی موجودگی میں ابوطالب نے اپنے مال سے بیس شتر مایہ مہر پر ایک نہایت فصیح وبلیغ خطبہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے فضائل عظیمہ ومناقب جلیلہ پر مشتمل پڑھ کر عقد باندھا اور ام المؤمنین کی جانب سے ان کے چچا عمر بن اسد اور ابن عم ورقہ بن نوفل نے ایجاب وقبول میں شرکت کی مقدار مہر کے بارے میں ایک اور روایت میں چار سو مثقال طلا اور ایک تیسری میں ساڑھے بارہ اوقیہ جس کے پانسو درم ہوتے ہیں بھی آئی ہیں اور علماء نے ان میں باہم تطبیق اس طرح کی ہے کہ شاید اس زمانے میں بیس شتر مایہ کی قیمت چار سو مثقال طلا یا پانسو درم ہوتی ہو (مدارج وتواریخ حبیب الٰہ) عمر شریف حضرت ام المؤمنین سے نکاح کے وقت پچیس برس دو مہینہ دس روز کی تھی (شجرہ طیبہ) اور حضرت ام المؤمنین کا سن مبارک اس وقت ۴۰ سال تھا (مدارج)

آغاز وحی سے قبل کے بعض حالات وحی سے پہلے پندرہ برس آپ غیبی آوازیں سنتے اور کوئی آواز دینے والا نظر نہ آتا اور سات برس ایک نور نظر پڑتا جس سے حضور اقدس شادماں ہوا کرتے، جوں جوں ایام ظہور نبوت نزدیک آتے جاتے حضور خواب صحیح دیکھتے جو حال خواب میں نظر آتا وہی مانند سپیدۂ صبح ظہور میں آتا اور خلوت اور تنہائی آپ کو محبوب ہوتی جاتی کچھ سامان خورد ونوش ہمراہ لے کر غار حرا میں جو کہ مکہ سے تین کوس ہے تشریف لیجا کر عالم خلوت میں

اپنے محبّ محبوب جل مجدہ کے ذکر اور یاد میں جان اور دل و زبان سے مصروف و مشغول رہتے کئی کئی روز تک اسی طرح وہاں مسلسل مشغولی فرماتے، اب کہ زمانہ نزول وحی اور قریب تر ہو گیا جس درخت اور پتھر کے پاس سے گذرتے وہ بزبان فصیح السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا (شجرہ و مدارج وغیرہ)

آغاز وحی جب عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن کی ہوئی دوشنبہ کے دن ربیع الاول شریف کے مہینہ میں تیسری یا آٹھویں یا بارھویں تاریخ غار حرا میں حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور منصب رسالت کی بشارت دے کر عرض گزار ہوئے کہ پڑھیے حضور نے ارشاد فرمایا میں پڑھا نہیں ہوں، انھوں نے آپ سے معانقہ کر کے خوب دبوچا اور پھر یہی عرض کیا اور وہی جواب پایا پھر اسی طرح دبوچا اور وہی عرض کیا، اور وہی جواب پایا اسی طرح تیسری بار پھر دبوچا اور عرض کیا کہ پڑھیے اقرء باسم ربك الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم اور بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ پہلے حضرت جبریل کے کہنے سے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور پھر یہ آیات کریمہ پڑھیں پھر حضرت جبریل نے اپنے پائوں زمین پر مارے جس سے ایک چشمہ پانی کا ظاہر ہوا اور انھوں نے اس کے پانی سے وضو کیا، اور کلیوں اور ناک میں پانی دینے کے ساتھ منھ اور ہاتھ پائوں تین تین بار دھوئے اور ایک بار سر کا مسح کیا۔ اور اسی طرح حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی وضو فرمایا اس کے بعد حضرت جبریل نے ایک چلو پانی حضور اقدس کے روے مبارک پر چھڑکا اور پھر آگے جا کر دو رکعت نماز پڑھائی اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کی اقتدا فرمائی، بعد فراغت نماز حضرت جبریل نے عرض کی کہ نماز اور وضو کا یہی طریقہ ہے اور اس کے بعد حضرت جبریل آسمان پر چڑھ گئے اور حضور اقدس کاشانہ مبارک کو تشریف لے چلے جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے وہ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا اور چونکہ وحی کے نزول سے بدن اقدس کو بہت تکلیف ہوئی تھی اس لیے ایسی حالت میں ام المومنین خدیجہ کے کاشانہ مبارک میں پہنچے کہ قلب اقدس اور گردن اور شانۂ مبارک کے درمیانی حصے کانپتے تھے اور حضرت ام المومنین سے فرمایا کہ مجھے اُڑھا لو۔ انھوں نے چادر حضور اقدس کو اُڑھا دی اور ٹھنڈا پانی چھڑکا جس سے وہ حالت دور ہوگئی (مدارج و شجرہ وغیرہ) پھر تین سال کے انقطاع کے بعد وحی نازل ہوئی اور پے در پے

آنے لگی اور حضور نے تبلیغ احکام اور دعوت اسلام فرمائی شروع فرمائی اور خلق کو شرف اسلام سے
مشرف فرمانا شروع کیا، یہ قوم عرب کو جن کی طبیعت میں کفر و شرک چڑھ گیا تھا برا لگا اور انھوں نے
حضور اقدس کی تکلیف و ایذا رسانی میں اپنا ساکوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا یہاں تک کہ بعثت اقدس
کے ساتویں سال حضور کو حضور کے ساتھ رہنے والوں کنبہ قبیلہ کے لوگوں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے
ساتھ ایک گھاٹی میں محاصرہ کر لیا اور حضور اقدس کے ان سب ساتھیوں پر ہر طرف سے اناج غلہ
وغیرہ جملہ ضروریات زندگی کا پہنچنا ہر طرف سے سختی سے بند کر دیا اور بنو ہاشم و بنو مطلب سے شادی
بیاہ خرید و فروخت غرض جملہ تعلقات اور سب لین دین قطعی بند کر دیا، اور اس بائیکاٹ کو
تین سال برابر سختی سے جاری رکھا مگر وہ خدا کا پیارا جس کو حکم ربانی تھا کہ "فاصدع بما تؤمر
واعرض عن المشرکین" علانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکوں سے منھ پھیر لو
وہ سب سختیاں جھیلتا رہا لیکن تبلیغ حق و دعوت توحید سے باز نہ آیا یہاں تک کہ خود انھیں بائیکاٹ
کرنے والوں میں آپس میں پھوٹ پڑی اور وہ جو بائیکاٹ کا ایک معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا
تھا اس کو چاک کر ڈالنے کی ٹھہری، ادھر حضور اقدس کو بتعلیم وحی الٰہی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ
کہ دیمک نے اس عہد نامے کی ظلم و جور کی عبارت سب کھالی ہے اور صرف اللہ و رسول کا نام
چھوڑ دیا ہے، حضور نے یہ حال ابو طالب سے فرمایا اور انھوں نے گھاٹی سے نکل کر یہ بات قریش سے
بیان کی اور اسی کی سچائی پر اس بائیکاٹ کا اٹھا لیا جانا قرار پایا اور سچائی ظاہر ہونے پر کفار نے
وہ محاصرہ اٹھا لیا، اور بعثت اقدس سے دسویں سال حضور اور سب ہمراہی اس گھاٹی سے باہر آئے
اور اسی سال میں جب کہ عمر اقدس انچاس سال آٹھ ماہ گیارہ دن کی تھی ابو طالب انتقال کر گئے
اب کفار نے ابو طالب کا قدم حمایت درمیان نہ پاکر حضور کی آزار دہی پر اور زائد کمر باندھی یہانتک
ان کے ظلم و جور سے حضور اقدس مکۂ مکرمہ میں تشریف نہ رکھ سکے اور آس پاس کے قبائل و مقامات میں دعوت تبلیغ
فرمانے تشریف لے گئے اور وہاں بھی پیغام حق سنانے کے بدلے میں منکرین و کفار سے سخت سخت
تکالیف پانے کے بعد پھر مکۂ مکرمہ کو واپس تشریف لائے، اور یہیں بعثت اقدس کے گیارھویں سال
ایام حج میں قبیلۂ خزرج کے بعض لوگ جو مدینۂ منورہ سے آئے ہوئے تھے خدمت اقدس میں حاضر
ہوئے اور شرف اسلام سے مشرف ہو کر مدینہ پر سکینہ کو واپس گئے اس کے بعد بعثت اقدس سے
بارھویں برس زمانۂ قیام مکۂ مکرمہ میں بر قول مشہور و اصح رجب کی ستائیسویں تاریخ شب دوشنبہ مبارک

دوشنبہ میں معراج شریف ہوا اور پنجوقتہ نمازیں فرض ہوئیں اور تیرھویں برس پیر کے دن صفر کی ستائیسویں تاریخ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے مکہ کرمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ کو بھی پیر ہی کے دن بارہ یا تیرہ ربیع الاول شریف (باختلاف روایت) قدوم میمنت لزوم سے شرف وممتاز فرمایا اور دس برس وہاں تشریف رکھی اور عالم کو برکات وانوار ایمان وتوحید سے منور ومالامال فرمایا - اور اعلائے کلمۃ اللہ وہدایت خلق میں سعی بلیغ فرمائی اور حکم جہاد نازل ہونے پر کفار ومشرکین ومعاندین سے کثیر غزوات فرمائے جن میں سے متعدد میں خود بنفس نفیس بھی مقاتلہ فرمایا اور انکے دلوں کو کھینچ لینے والی حکمت وموعظت ورافت ورحمت اور الٰہی قوت وسطوت سے کثیر در کثیر ان لوگوں کو جو اس الٰہ برحق واحد لاشریک لہ کے نام سے بھاگتے بھڑکتے تھے اُسکے پاک نام کا والہ وشیدا بنا کر نہ صرف اسکے مطیع وفرمانبردار محب بنادیا بلکہ اس مالک کل کی محبوبیت کے مرتبۂ عظیمہ پر فائز فرمادیا، غرض زبان وقلم تحریر وتقریر قول وعمل جان ومال ہر طرح سے فریضۂ تبلیغ بجہد تمام وسعی بلیغ انجام کو پہنچادیا، بادشاہان مجازی کو اس شہنشاہ حقیقی کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف بلانے کیلیے اس کے نائب مطلق نے فرامین ارسال فرمائے اور بادشاہان روم وفارس ومصر وغیرہ کو دعوت اسلام دی الغرض شوکت اسلام روز بروز بڑھنے لگی یہاں تک ۸ھ میں بلد اللہ الحرام کی فتح مبین کا ظہور ہوا، قبیلہ خزاعہ پر جو حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے عہد میں تھے بنی بکر نے جو کفار قریش کے ہم عہد تھے زیادتی کی اور ان پر شبخون مارا جس میں ان کے کئی آدمی مارے گئے اور قریش نے بھی بنی بکر کی مدد کی، یہ حال حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو پہلے باعلام ربانی معلوم ہوچکا تھا کہ قاصد خزاعہ نے بھی حاضر خدمت ہو کر عرض کیا اور مدد چاہی حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے بپاسداری عہد قصد مکہ معظمہ فرمایا اور خدا کا وہ پیارا جو کل اس کے حرم اور اس کے گھر سے اس کے دشمنوں کے مظالم وشدائد کے سبب رات کی اندھیری میں اپنے چھپ کر تن تنہا اس طرح انگلیوں کے بل راستہ طے کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گیا تھا کہ انھیں اس کا کھوج نہ ملے آج اس محبوب کی اپنے چاہنے والے مالک ومولیٰ جل وعلا کے حرم میں اسے اس کے دشمنوں اور ان کے گڑھے ہوئے معبودان باطل کی نجاست وغلاظت سے پاک وصاف کرنے اور ان میں سے بہتوں کی سابق سرکشی ودشمنی دور کر کے انھیں اس کا محب وہم محبوب بنادینے کے لیے واپسی اس شان وشوکت وعظمت وجبروت سے کھلم کھلا دن دھاڑے عمل میں آتی ہے کہ وہ جنھوں نے اپنے مظالم وشدائد کو انتہا پر پہنچا کر خدا کے اس محبوب مطلق کو اُس کے حرم سے نکالا تھا اس کے ساتھ اپنی سی سب کچھ کر چکنے کے بعد قطعًا سپر انداختہ ہوجاتے اور اوس کے

واپس آنے پر اپنے ان شدید ترین مظالم کا انتقام لیے جانے کے خیال سے ہی گھبرا اٹھتے اور اپنے
ایک بڑے سردار کو اس کی خدمت میں اپنی طرف سے عذر معذرت کرنے اور امن و صلح کا عہد موکد کرنے
کے لیے بھیجتے ہیں رات دن ہول اور دھڑکوں میں گذارتے ہیں یہاں تک کہ اس قادر مطلق کا
یہ نائب مطلق ہزاروں جاں نثار غلاموں کے ساز و سامان جنگ سے مسلح و تیار لشکر کے ساتھ چہار شنبہ
دس رمضان المبارک ۸ھ کو عصر کے بعد یا دوسری ماہ مذکور کو (برقول اصح) مدینہ منورہ سے
برآمد ہو کر ۲۰ ماہ مذکور کو مکہ مکرمہ میں بفتح و نصرت الٰہی و عزت و شوکت نامتناہی اس طرح داخل
ہوتا ہے کہ اول اسکے فدائیوں کے گروہ اپنے اپنے علموں نشانوں کے ساتھ رجز پڑھتے
اور تکبیر کے نعرے لگاتے یکے بعد دیگرے گزرتے ہیں اور پھر تقریباً پانچ ہزار مخصوص جاں نثار
اعیان مہاجرین و اشراف انصار آراستہ و پیراستہ ہر طرح سے مستعد و تیار نعرہائے تکبیر سے زمین
و زماں میں غلغلہ ڈالتے جلو مبارک میں ایک طرف صدیق اکبر اور دوسری جانب اسید بن حضیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمرکاب سعادت اور خود بدولت و عزت و اقبال و کامرانی ناقہ قصوائے مبارک
پر سواران سے تکلم فرماتے سرزمین حرم کو اپنے بابرکت قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرماتے ہیں
اور اس کل کی حالت کو آج کی اس شان و شوکت کے ساتھ تصور فرما کر اپنے اس چاہنے والے
مالک و مولیٰ کی شکر نعمت میں سر مبارک باظہار تواضع و عبودیت نیچے کی طرف جھکاتے یہاں تک
کہ ریش مبارک اونٹنی کے پالان کی لکڑی سے جا لگتی اور پالان ہی کے اوپر سر رکھکر سجدۂ شکر
بجا لاتے ہیں سورہ فتح شریف کی اول آیتوں کی تلاوت اس نعمت عظمیٰ کے وفور سرور و غلبہ شوق
و شکر میں آواز بڑھا بڑھا کر ہوتی جاتی ہے، اللہ اللہ کیا وقت سعید اور زمان حمید ہے، سطوت اسلام کا
آفتاب نصف النہار پر طالع ہے اور کفر کی شب دیجور کو ایمان کی صبح صادق کے نور نے کافور کر دیا ہے
غلامان سرکار پھولوں نہیں سماتے اور دشمنان ناہنجار سوراخ مور و مار تلاش کرتے پھرتے ہیں
مگر اللہ اکبر رحمۃ للعالمین کی کیا شان رحمت ہے کہ وہ دشمن جو اپنی قابو یافتگی کے وقت خون کے
پیاسے تھے اور کوئی دقیقہ دشمنی اور آزار رسانی کا انھوں نے اٹھا نہیں رکھا تھا آج ان پر اسطرح
امن و امان کے دروازے کھولے جاتے ہیں کہ "جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے
امن ہے" سبحان اللہ! یہ ابو سفیان وہی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں اس محبوب خدا کے سخت ترین
دشمنوں میں تھے، آج وہ رحمت کردگار نہ صرف ان کو ہی امن دیتا بلکہ ان کے گھر کو امن کا گھر بنا دیتا ہے

کہ جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے پھر اسی پر انحصار نہیں ہوتا بلکہ فرمان ہوتا ہے کہ اور جو ہتھیار ڈال دے وہ امن میں ہے" اور جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے وہ امن میں ہے اور جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے" اب کہ خدا کا محبوب اسکے گھر میں اس دبدبے جلالت و عزت و عظمت و قوت و شوکت کے ساتھ داخل ہو چکا ہے دور دورا اسلام ہے، اور ظہور ان العزۃ للہ و لرسولہ و للمومنین" بروجہ تمام اعیان قریش وصنا دید عرب سامنے حاضر ہیں اور دل اپنے ان مظالم کو یاد کر کے جو وہ اس رحمت عالم پر اب سے پہلے توڑ چکے ہیں دھڑک رہے اور اس خوف سے کانپ رہے ہیں کہ دیکھیے آج ہم سے ان کا کیا بدلہ لیا جاتا ہے یکایک وہ رحمت مجسم ارشاد فرماتا ہے کہ اے اہل مکہ آج تم مجھ سے اپنی نسبت کس معاملہ کا گمان رکھتے ہو اور کیا سمجھتے ہو کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا وہاں عجز و بے چارگی نے اس کے سوا اور کیا جواب دینے کے قابل رکھا تھا کہ نقول خیرا و نظن خیرا اخ کریم و ابن اخ کریم قد قدرت" حضور ہمارے کرم والے بھائی اور کریم والے بھائی کے بیٹے آج حضور ہمارے مالک ہیں اور ہم حضور سے نیکی یعنی عفو و درگذر ہی کا گمان رکھتے ہیں اس پر ارشاد ہوتا ہے اُقول ما قال یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین ٥ میں تم سے وہ فرماتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمھیں معاف فرمائے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے، جاؤ تم قید و بند سے آزاد ہو، اس کے بعد ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرما کر رسوم و عادات جاہلیت و کفر و شرک کی کامل بیخ کنی فرمائی جاتی اور دیت و قصاص کے احکام تعلیم فرما کر اہل جاہلیت کی اس عادت کی مذمت واضح فرمائی جاتی ہے کہ وہ اپنے باپ دادا پر فخر اور تجبر کرتے اور نسب پر اتراتے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ سب آدمی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہیں اور وہ خاک سے پیدا فرمائے گئے تھے، اور کسی کو دوسرے پر فضیلت و بزرگی نہیں ہے مگر تقوے اور پرہیز گاری سے اور یہ آیۂ کریمہ تلاوت ہوتی ہے "یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر" بعد فتح مکہ مکرمہ میں پندرہ روز اور بروایت دیگر انیس یا اٹھارہ یا سترہ روز تشریف رکھنے کے بعد پھر مدینہ باسکینہ کو مراجعت فرمائی، واقعہ فتح کے بعد آفتاب اسلام کی ضیا باری

دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگی، اور بفحوائے ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً اطراف واقطار نزدیک ودور سے جوق جوق مخلوق حاضر خدمت سراپا سعادت ہو کر شرف ایمان و عرفان سے مشرف ہو کر زمرہ غلامان جان نثار میں داخل ہونے لگی، اطراف وجوانب کے دیار و قریات سے وفود حاضر خدمت ہوتے اور تعلیم احکام وشرائع اسلام حاصل کر کے اپنے اپنے مقام کو واپس جاتے اور وہاں کے لوگوں کو احکام اسلام سکھاتے بعض غزوات مثل غزوہ حنین وغیرہ بھی اسکے بعد ہوئے اور سن دس ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیساتھ حج بیت اللہ شریف فرمایا، یہ خبر پھیلنے پر اس سال اطراف وجوانب سے ایک لاکھ سے زائد لوگ حج میں جمع ہو گئے اس حج کا نام حجۃ الوداع ہے اس لیے کہ اس کے بعض خطبوں میں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسے کلمات فرمائے جیسے کوئی کسی کو وداع کرتا ہے اور فرمایا کہ مجھ سے مناسک حج سیکھ لو شاید کہ میں آئندہ سال حج نہ فرماؤں اور تم میں تشریف نہ رکھوں (مدارج وشرح شجرہ وتواریخ وغیرہ)

حجۃ الوداع کا خطبہ وادی عرفات میں جمعے کے دن بعد زوال آفتاب اُنٹنی مبارک پر سوار ہو کر حضور اقدس نے ایک نہایت فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں احکام وقواعد اسلام کی تقریر وتوضیح اور ایمان وتوحید کی تشریح وتاکید اور کفر وشرک اور رسوم واوضاع جاہلیت کی بیخ کنی فرمائی اور مسلمانوں کے مال اور خون کی حرمت وحفاظت کی تاکید فرمائی اور جملہ رسوم واوضاع جاہلیت قطعاً باطل فرما دیں اور فرمایا کہ جس قدر خون زمانۂ جاہلیت میں ہو گئے وہ سب ہدر ہیں یعنی آج سے ان کا دعوی کسی کو کسی پر نہیں پہنچتا اور اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے ابن عم حضرت ربیعہ بن الحارث ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ایاس کا خون ہدر فرما دیا اور ارشاد ہوا کہ جاہلیت کے زمانے کے جتنے سود ہیں وہ بھی سب باطل ہیں آج سے ان کا بھی دعوی کوئی ایک دوسرے پر نکرے اور اس سلسلے میں سب میں اول اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعوی سود باطل فرما دیا اور اس خطبہ میں مردوں کو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک برتاؤ کرنیکی وصیت وتاکید فرمائی، اور جو حقوق جورو کے خاوندوں پر ہیں وہ واضح فرمائے کہ خدا تعالیٰ سے ان کے معاملے میں ڈریں اور انہیں بے وجہ رنج واذیت نہ دیں اور جو حقوق شوہروں کے عورتوں پر ہیں وہ بھی بیان فرمائے کہ شوہروں کی اطاعت کریں اور غیر مرد کو اپنے پاس نہ آنے دیں اور شوہر اپنی بیویوں کو نان ونفقہ دیں اور ان کے آرام وآسایش کی بطریق معروف

خبر گیری رکھیں اور ارشاد ہوا کہ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اس سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ چیز کتاب اللہ عزوجل ہے اور اس خطبۂ وصیت کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ کل قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ تم سے میری نسبت دریافت فرمائیگا کہ میں نے تم سے کیا معاملہ کیا اور کس طرح تم میں تشریف رکھی تو کیا جواب دوگے صحابہ نے عرض کی کہ ہم عرض کریں گے کہ حضور اقدس نے ہمیں خدا کے فرمان بطریق اتم پہنچا دیے اور نصیحت کا حق بطریق اکمل ادا فرمایا، اور حق رسالت و دعوت و تبلیغ انجام کو پہنچا دیا اور جو امانت حضور کے پاس تھی وہ ادا فرمادی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا، یہ سن کر حضور اقدس نے کلمے کی انگلی تین بار آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد اے اللہ میرے تو گواہ رہ اے اللہ میرے تو گواہ رہ اے اللہ میرے تو گواہ رہ پھر ارشاد ہوا کہ تین چیزیں سینوں کو پاک وصاف رکھتی ہیں ایک[1] اعمال میں اخلاص (یعنی طاعت وعبادت محض رضائے خدا کیلیے کرنا اور ریا کو داخل نہ ہونے دینا) دوسرے[2] مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی تیسرے[3] مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا پھر ارشاد ہوا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان کو جو یہاں موجود نہیں یہ سب ارشادات پہنچا دیں اس کے بعد خطبہ تمام فرما دیا اور سواری مبارک سے نزول اجلال فرمایا، اور بعد فراغ ارکان واعمال حج مدینہ پر سکینہ کو قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اور بدستور سابق ارشاد وہدایت خلق وطاعت وعبادت خالق میں اوقات گرامی صرف ہونے لگے مگر چونکہ زمانہ وفات شریف قریب آچکا تھا اکثر کلمات رخصت وو داع فرماتے رہتے (مدارج وغیرہ)

وفات اقدس اواخر صفر ۱۱ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرض عارض ہوا اور پیر کے دن ربیع الاول شریف کے مہینے میں نصف النہار کے وقت ۱۱ھ بارھویں[1] تاریخ مطابق نہم خزیران ۹۴۳ رومی اسکندرانی ہشتم[2] جون ۶۳۲ء میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانۂ مبارک میں مدینہ پر سکینہ میں وصال فرمایا آخری وصیت جو ایام مرض میں اکثر فرماتے رہتے مما لیک یعنی لونڈی غلاموں سے احسان اچھے سلوک اور نماز کی تاکید تھی یہانتک کہ نزدیکی وقت وفات شریف میں جبکہ زبان مبارک سے

[1] یہی قول جمہور ہے یعنی باعتبار اہل مدینہ منورہ کہ بوجہ عدم رویت ہلال اوس دن بارھویں ٹھہری، اگرچہ حقیقت باعتبار رویت کہ معظمہ اس دن تیرھویں تھی کما حققہ فی نطق الہلال [2] یعنی اس وقت جو شمار رائج تھا اس کے حساب سے ۸ جون اور اصلی حساب سے ۱۲ جون تھی کما فی نطق الہلال

الفاظ ادا نہیں ہوتے تھے مگر سینۂ مبارک میں اس وقت بھی اس وصیت کے کلمات کا غرغرہ سنائی پڑتا تھا (مدارج ونطق وغیرہ)

تجہیز وتکفین بعد وفات شریف حسب وصیت حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام حضرت عباس وحضرت مولی علی ودیگر اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ملکر غسل وتکفین وتجہیز کے کام انجام دیے جن کی علیحدہ علیحدہ تفصیل بڑی کتابوں میں مذکور ہے اور نماز جنازہ کے بارے میں یہ قرار پایا کہ بدفعات لوگ حاضر ہوتے جائیں اور اکیلے اکیلے نماز پڑھتے جائیں تاکہ اس شرف سے کوئی محروم نہ رہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چونکہ معلوم ہے کہ اجساد کرام حضرات انبیاء عظام علیہم الصلاۃ والسلام میں بعد وفات کوئی تغیر نہیں ہوتا لہذا تاخیر دفن کا کچھ اندیشہ نہ کیا اور سب کو اس شرف نماز سے مشرف ہو لینے دیا اول مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے جیسا کہ یہی صفوں کی ترتیب ہے، اول اہلبیت کرام مولی علی وعباس ودیگر بنو ہاشم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نماز پڑھی، پھر مہاجرین ان کے بعد انصار نے لوگ فوج فوج گروہ گروہ آتے جاتے اور نماز پڑھ کر باہر نکلتے جاتے بعد نماز حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں جس جگہ کہ وفات شریف ہوئی تھی وہیں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغلی قبر کھودی اور چہار شنبہ کی رات میں بوقت سحر جانب پائیں سے جنازہ مبارک قبر شریف میں آیا اور حضرات کرام مولی علی وعباس وفضل وقثم رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبر مبارک کے اندر لے کر اترے اور سب میں آخر میں قبر مبارک سے حضرت قثم برآمد ہوئے وہ فرماتے ہیں سب سے آخر میں قبر مبارک میں روئے مبارک میں نے دیکھا کہ لبہائے مبارک جنبش میں تھے، میں نے جو کان لگا کر سنا تو فرما رہے تھے "رب امتی امتی" اے میرے رب میری امت میری امت الغرض جنازہ مقدس قبر شریف میں اتارنے کے بعد اسے کچی اینٹوں سے بنایا گیا، اور اس پر مٹی ڈالی گئی، اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف پر مشک سے پانی چھڑکا اور اس پر سرخ وسفید سنگریزے بچھائے گئے اور قبر شریف ایک بالشت بلند مثل کوہان شتر مسنم بنائی گئی کما علیہ الاکثر (مدارج وغیرہ)

ازواج مطہرات حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کی ترتیب میں علمائے سیر وغیرہ نے اختلاف کیا ہے جو بڑی کتابوں میں مذکور ہے مگر گیارہ ازواج متفق علیہ ہیں جن میں سے چھ قریشی ہیں حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد وحضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر

وحضرت ام المومنین حفصہ بنت فاروق اعظم وحضرت ام المومنین ام حبیبہ بنت حضرت ابو سفیان و
حضرت ام المومنین ام سلمہ بنت ابی امیہ اور حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ اور چار غیر قریشی عربی
حضرت ام المومنین زینب بنت حجش وحضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث ہلالیہ وحضرت
ام المومنین زینب بنت خزیمہ ہلالیہ ام المساکین وحضرت المومنین جویریہ بنت الحارث اور ایک غیر
عربی نسل بنی اسرائیل سے حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی قبیلہ بنی النضیر سے، ان میں سے
دو بیبیاں حضرت ام المومنین خدیجہ اور حضرت ام المومنین زینب ام المساکین حضور
اقدس کے سامنے ہی وفات پاگئیں اور باقی نو ازواج مطہرات حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام
کے بعد وفات بھی زندہ رہیں سب میں پہلی بی بی جن سے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے
نکاح فرمایا حضرت ام المومنین خدیجہ کبریٰ ہیں ان کی زندگی بھر حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے
اور کسی سے نکاح نہیں فرمایا یہ حضور کی بہت ہی محبوب بی بی تھیں اور سب سے پہلے شرف اسلام اور
حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت کی تصدیق سے مشرف ہوئیں اور اپنے مال کو حضور اقدس
کی رضا جوئی اور امداد و اعانت دین الٰہی میں صرف فرمایا کفار کی تکذیب سے جو غم و تکلیف حضور اقدس کو
پہنچتی اسے یہ اپنی خوش خلقی اور تسلی و تشفی کی باتوں سے دور فرما دیتیں ان کے فضائل و مناقب
بے شمار ہیں شیخ محقق مدارج میں فرماتے ہیں کہ یہی ایک فضیلت انکی کافی ہے کہ حضرت سیدہ
نساء الجنۃ جگر پارۂ رسول بی بی فاطمہ زہرا ان کے شکم مبارک سے تولد ہوئیں اور حضور اقدس
کی سب اولاد ذکور و اناث سوائے حضرت سیدنا ابراہیم کے حضرت ام المومنین خدیجہ ہی سے
ہیں چوبیس یا پچیس برس شرف زوجیت سے ممتاز رہ کر بعثت اقدس سے دسویں سال میں
ماہ مبارک صیام میں ابو طالب کے انتقال سے تیسرے یا پانچویں دن ہجرت مقدسہ سے
تین یا پانچ برس پہلے ۶۵ برس کی عمر میں رمضان المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی
خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبر مبارک کے اندر اوتارا اور دعائے خیر فرمائی اس لیے کہ نماز جنازہ
اس وقت تک شروع نہ ہوئی تھی ان کے وصال سے حضور اقدس کو بہت ہی رنج و ملال ہوا جسکے
لحاظ سے اس سن کا نام عام الحزن غم کا سال ہوا، بوجہ کثرت غم کاشانہ اقدس سے بہت کم باہر تشریف
لاتے حضرت ام المومنین مقبرہ حجون جنۃ المعلیٰ مکہ کرمہ میں مدفون ہوئیں (مدارج النبوۃ وغیرہ)
جہاں مزار مبارک ابتک موجود اور اہل ایمان کا زیارت گاہ تھا، یہاں تک کہ اس چودھویں صدی کے

پانچویں عشرہ کی ابتدائی سالوں میں نجد کے وہابی شیاطین نے حجاز مقدس وحرمین مطہرین پر تسلط پاکر اپنی شیطانی خباثت اور نجدی شیطنت اور اسلام واکابر اسلام سے عداوت کے جوش میں جہاں اور مآثر ومشاہد ومساجد ومزارات مقدسہ حرمین مطہرین ودیگر بلاد حجاز مقدس سے سخت سخت گستاخیاں بے ادبیاں کیں، ان کو توڑا پھوڑا، ڈھایا گرایا، اسی سلسلے میں ۱۳۴۳و۱۳۴۴ ہجری میں حضرت ام المومنین کے مزار مقدس کو بھی کھود کر اور توڑ پھوڑ کر اور اس کے ساتھ طرح طرح کی سخت نجس ناپاک گستاخیاں کر کے حضور سرکار رسالت مآب سے اپنے دلوں میں رچی ہوئی سخت اشد ترین عداوت کا ثبوت دیا فخذ لھم اللہ تعالے وقاتلھم وکسر شوکتھم وخرب بلادھم

انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

چونکہ حضرت ام المومنین نسبا اس فقیر ذرہ بے مقدار کی جدات عالی تبار میں ہیں اس لیے انکا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا، دوسری حضرات امہات المومنین کے فضائل ومناقب اور ان کے مفصل تذکرے بڑی کتابوں مدارج النبوۃ وغیرہ میں مسطور ہیں، لہذا بلحاظ طوالت فقیر نے یہاں درج نہیں کیے، اور ان ازواج مطہرات کے علاوہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کیلیے بعض سراری بھی تھیں جن سے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے عقد نکاح نہیں فرمایا تھا، بلکہ وہ بوجہ ملک یمین حضور کے پاس سلسلہ زوجیت میں تھیں ایک حضرت ام المومنین ماریہ بنت شمعون قبطی جنھیں مقوقس بادشاہ مصر نے حضور اقدس کو پیشکش بھیجا تھا یہ شرف اسلام سے مشرف ہونے کے بعد ام المومنین ہیں اور حضرت سیدنا ابراہیم حضور اقدس کے صاحبزادے انھیں کے بطن مبارک سے تولد ہوے اور خلیفۂ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ۱۶ھ میں وفات پائی اور جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں دوسری کا نام ریحانہ بنت زید بن عمرو بقول بعض بنت شمعون تیسری کا نام جمیلہ اور چوتھی حضرت ام المومنین زینب بنت جحش نے حضور اقدس کو دی تھیں (مدارج وشجرہ وغیرہ)

اولاد امجاد حضور اقدس کی اولاد امجاد کی تعداد وترتیب ولادت واسماء میں اقوال علماے انساب مختلف ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں مگر دو صاحبزادے حضرت سیدنا قاسم وحضرت سیدنا ابراہیم اور چار صاحبزادیاں حضرت بی بی زینب حضرت بی بی رقیہ حضرت بی بی ام کلثوم اور ہماری جدۂ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ علی ابیہم وعلیہم الصلاۃ والسلام متفق علیہ ہیں اور اصح یہ ہے کہ انکے علاوہ ایک اور صاحبزادے حضرت سیدنا عبداللہ بھی تھے جن کا لقب طیب وطاہر تھا، پس بقول اصح

مجموع اولاد تین صاجزادے اور چار صاجزادیاں ہوئیں، جن میں سے حضرت سیدنا ابراہیم کے علاوہ باقی سب حضرت ام المومنین خدیجہ کے بطن مبارک سے ہی ہیں (مدارج وغیرہ) ان سب کے حال تفصیل سے بوجہ طوالت ہمنے ذکر نہیں کیے صرف حضرت بتول زہرا کا حال قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں کہ وہ ہمارے سلسلۂ نسب میں جدہ محترمہ ہیں اور انہیں سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل اس وقت موجود ہے۔

امیر المومنین مولی المسلمین اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

آنجناب ائمۂ اثنا عشر میں سے پہلے امام ہیں، صاحب مناقب کثیرہ وفضائل جزیلہ احادیث کثیرہ صحیحہ آنجناب کے فضائل عظیمہ پر شاہد عادل ہیں حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ صحابہ میں حضرت مولیٰ ہی تھے جو سلونی فرماتے تھے یعنی مجھ سے جو چاہو پوچھو اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ تین سو آیات قرآن مجید میں حضور مولی کے حق میں نازل ہوئیں۔ سوائے غزوۂ تبوک کے کہ اسمیں خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب مولی کو اپنا خلیفہ وقائم مقام مدینہ منورہ میں بنا کر چھوڑ گئے تھے اور سب مشاہد بدر واحد وغیرہ میں ہمرکاب سرکار رسالت رہے اور سب میں اس شیر خدا نے اپنی خداداد بہادری وقوت علم وعقل سے کارہائے نمایاں انجام دیے (تاریخ الخلفاء وغیرہ) اور امام احمد نے فرمایا کسی کے اس قدر فضائل ہمیں نہیں پہنچے جسقدر حضرت مولی علی کے پہنچے اور اسمٰعیل قاضی اور امام نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے فرمایا صحابہ میں سے کسی کے بارے میں حسن سندوں کے ساتھ مولی علی سے زائد فضائل نہیں وارد ہوئے، اس کا سبب بعض اہل بیت کرام سے یہ منقول ہے کہ چونکہ علم الٰہی میں تھا کہ حضور رسول اکرم کے بعد مولیٰ علی کو یہ ابتلا پیش آئیں گے اور ان کی خلافت کے بارے میں وہ اختلافات رونما ہوں گے اور اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کریم کو اس پر مطلع بھی فرما دیا تھا، لہٰذا امت کی ہدایت حضرت مولی کے فضائل ظاہر ومشہور فرما دینے کی مقتضی ہوئی تاکہ جسے وہ ارشادات عالیہ پہنچیں وہ انکا اتباع کرے اور نجات پائے یہانتک کہ وہ دور ابتلا آگیا اور وہ اختلاف اور مولیٰ پر مخالفین کا خروج واقع ہوا تو صحابۂ کرام میں سے جس جس نے جو جو فضائل سنے تھے امت کی ہدایت اور خیر خواہی کے لیے پڑھنا اور شہرت دینا شروع کیے یہانتک کہ کام اور زیادہ سخت ہو گیا اور بنی امیہ کے ایک گروہ نے برسر منبر حضور مولیٰ کی شان ارفع گھٹانا

اور انھیں گالیاں دینا اپنا معمول کر لیا اور اس میں خوارج ملاعنہ نے بھی انکی ہاں میں ہاں ملائی، بلکہ ان بے ایمانوں نے اس امیر المومنین مولی المسلمین کی معاذ اللہ معاذ اللہ تکفیر تک نوبت پہنچائی تو اکابر حفاظ صحابہ واجلۂ ائمۂ اہل سنت نے اس جناب ولایت مآب کے فضائل جمیلہ ومحاسن جلیلہ کے خطبے امت کی ہدایت اور حق کی نصرت کے لیے پڑھنا شروع کیے اور اس طرح اس جناب فضائل مآب کے فضائل عام طور پر بکثرت کثیرہ مشہور خاص وعام ہو گئے، بہ نظر اختصار ہم یہاں ان عربی اشعار کے جو خود اس جناب ولایت مآب نے اپنی خصائص کریمہ کے بیان میں انشا فرمائے اور جن کی نسبت علماء فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ انھیں حفظ کرلے تاکہ فضائل مرتضوی پر مطلع رہے۔ اُس فارسی زبان کے منظوم ترجمہ پر جو اعلیٰحضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ نے مع اضافہ بعض دیگر فضائل جلیلہ فرمایا اقتصار کرتے ہیں، **وھو ھذا**

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ — حمزہ سردارِ شہیداں عمّ اکبر آمدہ
جعفرے کو می پرد صبح ومسا با قدسیاں — با تو ہم مسکن بہ بطنِ پاکِ مادر آمدہ
بنتِ احمد رونقِ کاشانۂ بانوئے تو — گوشت وخونت بلحمش شیر وشکر آمدہ
ہر دو ریحان نبی گلہائے تو زاں گل زمیں — بہرۂ گل چینیت زیں باغ برتر آمدہ
می چمیدی گل بنا در باغ اسلام وہنوز — غنچہ ات نشگفت ونے نخلِ دگر بر آمدہ
زم زرم از بزم دامن چیدہ رفتہ بادِ تند — یا علی چوں بر زبانِ شیخ مضطر آمدہ
ماہ تاباں گو متاب ومہر رخشاں گو مرخش — باختر تا خاور اسمت نور گستر آمدہ
حل مشکل کن بروے من درِ رحمت کشا — اے بنام تو مسلّم فتح خیبر آمدہ
مرحبا اے قاتلِ مرحب امیر الاجمعین — در ظلالِ ذو الفقارت شورِ محشر آمدہ
سینہ ام را مشرقستاں کن بنور معرفت — اے کہ نام سایہ ات خورشید خاور آمدہ
کے رسد مولی بہ مہر تابناکت نجم شام — گو بنور صحبت او ہم صبح انور آمدہ
ناصبی را بغض تو سوئے جہنم رہ نمود — رافضی از حب کاذب در سقر در آمدہ
من ز حق می خواہم اے خورشید حق آں مہر تو — کز ضیائش عالمِ ایماں منور آمدہ
بہر استر چادر مہتاب واں زریں پرند — تا بزیر اے گلیم بخت قنبر آمدہ
تشنہ کام خود رضائے خستہ را ہم جرعہ — شکر آں نعمت کہ نامت شاہ کوثر آمدہ

کنیت آنجناب ابوالحسن وابوتراب اور لقب مرتضیٰ تھا، اور حضور کو کوئی نام ابوتراب سے جو سرکار رسالت سے خطاب عطا ہوا تھا زیادہ اچھا نہ لگتا (شجرہ وتاریخ وشواہد وغیرہ) بیعت وخلافت حضرت کو حضور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تھی (النور والبہا، وغیرہ) اس وقت اکثر سلاسل طریقت حضرت ہی سے جاری ہیں،

ولادت مبارک جمعے کے دن رجب المرجب کی تیرھویں تاریخ واقعۂ فیل سے تیس سال بعد خانہ کعبہ کے اندر مکہ معظمہ میں رونق افزائے عالم وجود ہوئے (شجرہ ونور) حضرت کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف تھیں یہ اول ہاشمیہ ہیں کہ جن کے شکم مبارک سے ہاشمی پیدا ہوئے جو اسلام لائیں اور جنھوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی ان کے جنازہ کی نماز حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھی اور اپنی قمیص مبارک سے کفن پہنایا اور انکی لحد کھودی اور اس سے مٹی نکالی اور خود بنفس نفیس ان کی قبر میں لیٹے تاکہ ان سے ضغطۂ قبر میں آسانی ہو اور جنت کے کپڑے انہیں پہنائے جائیں (شجرہ وتاریخ ونور) حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سب میں پہلے اسلام لائے، یہی قول ہے حضرات کرام ابن عباس وانس وزید بن ارقم وسلمان فارسی اور ایک جماعت کثیر کا صحابہ وائمہ کی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور امام ابن حجر نے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں اسی کو اکثر اہل علم کا مذہب بتایا بلکہ بعض علماء نے اسے اجماعی فرمایا (مدارج وتاریخ الخلفاء) اور وہ جو اور دوسری روایات میں اور صحابہ کیلئے اولیت وسبقیت آئی ان سب میں اور اس میں توفیق اس طرح ہو جاتی ہے کہ جوانان آزاد میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اسلام لائے اور عورتوں میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور لڑکوں بچوں میں حضرت مولیٰ علی اور غلاموں میں حضرت بلال اور غلامان آزاد میں حضرت زید بن حارثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یہی احوط و اسلم ہے (کما نقلہ الشیخ المحقق فی المدارج عن الامام ابن الصلاح) سن مبارک وقت اسلام کیا تھا اس میں مختلف اقوال آئے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ حضور بلوغ سے پہلے بچپن ہی میں اسلام لے آئے تھے اور بت کبھی نہ پوجے (مدارج وغیرہ) اور علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی شجرۂ طیبہ میں فرماتے ہیں کہ صواب یہ ہے کہ حضور کے اسلام لانے کا زمانہ معین کرنے سے احتراز کیا جائے اس لیے کہ حضرت کے ضمیر منیر کا آئینۂ پُرتنویر کفر وشرک کے زنگ سے کبھی آلودہ ہی نہیں ہوا تھا جو اسلام وتوحید کی صیقل سے اسکے دور ہونیکا وقت معین کیا جائے بلکہ حضور باوجودیکہ ابھی حمل ہی میں تھے اپنی والدہ کو بت کے آگے سجدہ نکرنے دیتے

احادیث کی روایت چونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی کنار تربیت میں جناب مولیٰ کی پرورش ہوئی اور سرکار رسالت کی ہی خدمت میں رہے تھے لہذا سب صحابہ سے زائد جناب مولیٰ سے احادیث مروی ہیں ایک بار کسی نے خود جناب سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے خدمت اقدس میں یہ خاص امتیاز حاصل تھا کہ میرے معروضات کا جواب عطا ہونے کے علاوہ جب میں خاموش رہتا اپنی طرف سے عرض کرنے کی ابتدا نہ بھی کرتا تو خود مجھ سے مخاطبت کی ابتداء فرما کر مجھے شرف کلام سے ممتاز فرمایا جاتا تھا لہذا جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی پر غضب فرماتے تو سوائے حضرت مولی کے اور کسی کو کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوتی، اخرجہ الطبرانی والحاکم وصححہ عن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (تاریخ ونور وغیرہ)

مسند خلافت پر جلوہ افروزی حضرت خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے دن ذی الحجہ ۳۵ھ میں مدینہ باسکینہ میں باجماع اہل حل وعقد سریر آرائے خلافت راشدہ ہو کر مسند پیرائے عدل وداد وہدایت وارشاد ہوئے تمام صحابہ نے جو اس وقت مدینہ پرسکینہ میں موجود تھے اور جملہ اہل بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بیعت کی، اور حضور انصرام امور جہانبانی اور اشاعت دین واجراء حدود واحکام شرع متین وہدایت وارشاد خلائق میں مشغول ہوئے اور ابتدائے خلافت ہی سے حضور کو بعض مخالفتوں کی وجہ سے جن میں سے بعض کا سبب کچھ اجتہادی غلطیاں اور بعض کا سبب مارقین اور منکرین کا حق واضح سے عناد واستکبار تھا حرب ومجادلات سے سامنا کرنا پڑا جن کا سلسلہ آخر عہد خلافت تک جاری رہا، ان میں سے پہلی جنگ جمل ہے جو حضرت طلحہ وزبیر سے جنھوں نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچ کر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا تھا عراق کے شہر بصرہ میں نصف جمادی الآخر ۳۶ھ میں ہوئی، اس جنگ میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود اور ان کے لشکر کے تیرہ ہزار اور امیر المومنین علی کے لشکر سے تقریباً ایک ہزار آدمی مارے گئے، اور امیر المومنین پندرہ راتیں بصرہ میں قیام فرمانے کے بعد کوفہ کو واپس تشریف لے آئے، اس کے بعد دوسری جنگ صفین حضرت امیر معاویہ سے مقام صفین میں جو دریای فرات کے کنارے ایک موضع کا نام ہے واقع ہوئی یہ لڑائی غرہ ذی الحجہ ۳۶ھ سے شروع ہو کر ایک سو دس روز جاری رہی، اور اس درمیان میں بہتر بار معرکے ہوئے جن میں حضرت امیر المومنین کے لشکر کے پچیس ہزار سے چالیس ہزار تک اور شامیوں کی طرف کے پینتالیس ہزار آدمی قتل ہوئے اور آخر میں

صلح ہو گئی۔ تیسری وہ جنگ ہے جو خوارج ملاعنہ سے مقام نہروان میں منتصف جمادی الآخر ۳۸ھ میں
واقع ہوئی۔ اس میں حضرت خلیفہ برحق کے لشکر سے نو آدمی شہید ہوئے اور خوارج ہزاروں اپنے مقر کو پہنچے
اور نو سے زائد بچ کر نہ گئے ہم اہلسنت کا عقیدہ مسلمہ مقبولہ ہے کہ ان سب میں حق بجانب امیر المومنین مولیٰ
علی ہی تھا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم (تاریخ شجرہ نور وغیرہ)

سیرت مبارکہ حضور کی سیرت مبارکہ کی تفصیل و تشریح کے لیے بلا مبالغہ دفاتر درکار ہیں
وہ جس نے اس ذات کریم کی ابتدائے عمر سے تربیت و تعلیم پائی ہے جس کا خلق عظیم قران کریم ہے وہ
جسے اسکے بچپن ہی سے اس ادب آموز عالم نے محاسن اخلاق کا سبق پڑھایا ہو جو عالم کے اخلاق
سنوارنے اور اہل عالم کے ظاہر و باطن کو زیور علم و حکمت و عرفان و معرفت سے آراستہ کرنے اور مکارم
اخلاق و فضائل اعمال کی تکمیل فرما دینے کے لیے مبعوث ہوا تھا سمجھ لیجیے کہ ایسے معلم ربانی اور مظہر انوار
و تجلیات رحمانی کے از اول تا آخر سبق دیے ہوئے شاگرد خاص کی سیرت کریمہ اپنے اُس استاد الکل
مربی لاثانی کی سیرت کریمہ کا کس قدر اتم و اکمل پرتو ہوگی، لہٰذا ہم بلحاظ اختصار یہاں صرف حضور
مولیٰ کے بعض ارشادات حکیمانہ اور بعض قضایا و اخبار ذکر کرتے ہیں جن سے اس جناب کی سیرت کریمہ کا
بھی ایک اجمالی تصور بندھ سکتا اور اس باب علم کی شان علمی کی عظمت اور ذہن ثاقب و فکر صائب کی
جودت و قوت کا بھی اندازہ لگتا ہے امیر معاویہ نے ضرار بن ضمرہ سے مولیٰ علی کی صفت پوچھی
انہوں نے جو سیرت حضرت کی بیان کی اس میں ہے کہ واللہ وہ قول فیصل فرماتے اور عدل کا حکم
دیتے علم کے دریا اُن کے جوانب سے لہریں لیتے اور حکمت ان کی زبان پر بولتی دنیا اور اسکی آرائش
سے وحشت رکھتے اور رات اور اس کی وحشت سے انس رکھتے لباس اور کھانے میں وہ پسند فرماتے
جو کرخت اور سخت ہوتا۔ وہ ہم میں ایسے ہی ملے جلے رہتے جیسے ہم میں کا ایک معمولی شخص جب ہم سوال کرتے
جواب دیتے اور جب ہم بلاتے تو تشریف لاتے پھر بھی قسم خدا کی باوجود اس قربت کے جو انہیں ہمسے
اور ہمیں ان سے تھی ان کی (خداداد) ہیبت کے سبب ہم ان سے بات نہ کر سکتے دینداروں کی تعظیم
فرماتے مساکین کو قرب بخشتے قوت والا اپنے باطل (کی حمایت) میں ان سے کوئی طمع نہ رکھتا
کمزور اُن کے عدل سے مایوس نہ ہوتا قسم خدا کی میں نے انہیں ایک رات اندھیری میں رو رو کر
یہ فرماتے سُنا کہ اے دنیا تو کسی اور کو دھوکا دے بس بیشک میں نے تو تجھ کو تین مغلظ طلاقیں دیدی ہیں
جن میں لوٹنا نہیں تیری عمر بہت تھوڑی ہے اور تیرا خطر بہت بڑا اور تیرا عیش بہت حقیر آہ توشہ کی کمی

در سفر کی دوری اور راہ کی وحشت، ابن ابی شیبہ اپنی تصنیف میں راوی اس جناب کی خدمت میں ایک آدمی لایا گیا جس پر دو آدمیوں نے چوری کی گواہی دی تھی، آن جناب نے اس مقدمہ کی سماعت سے پہلے اور لوگوں کے مقدمات معاملات لے لیے اور اسی ضمن میں بناوٹی گواہوں کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اگر کوئی جھوٹا شاہد لایا گیا تو میں اسے یہ یہ سزا دوں گا اور اس کے بعد اس مقدمہ کو لیا، وہ دونوں جھوٹے گواہ حضور کے وہ ارشاد سن کر پہلے ہی بھاگ چکے تھے لہذا اس شخص کو جس پر وہ چوری لگائی گئی تھی رہائی مل گئی، مجمع سے روایت ہے کہ آنجناب بیت المال کا سب مال مستحقین پر صرف فرما کر اس میں کچھ باقی نہ رکھتے اور پھر اس میں جھاڑو دیکر نماز ادا فرماتے تاکہ روز حساب بیت المال اس کی گواہی دے کہ حضور نے کبھی مجھ میں کچھ مال مستحقین سے بچا کر نہ رکھا تھا، ربیعہ بن ناجد فرماتے ہیں آن جناب نے فرمایا لوگوں میں اس طرح رہو جیسے شہد کی مکھی پرندوں میں کہ ہر پرندہ سے کمزور اور حقیر جانتا ہے حالانکہ اگر وہ ان برکات و منافع پر آگاہ ہوں جو شہد کی مکھی کے اندر رہیں تو وہ اس سے ایسا برتاؤ نہ کریں تم لوگوں سے اپنی زبانوں اور جسموں سے تو مل کر رہو (یعنی تمہارے زبان اور جسم سے تو ان کو اذیت نہ پہنچے جو وہ تم سے دور بھاگیں) اور اپنے دلوں اور اعمال سے انھیں الگ رکھو (یعنی دل انکے برے خصائل کو نہ قبول کریں اور تمھارے اعمال جہال وعوام کی طرح نالائق و ناسزا نہ ہوں) پس بے شک مرد کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا اور وہ قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جسے وہ دوست رکھتا ہے، یحیی بن جعدہ کہتے ہیں آنجنابؑ نے فرمایا اے قرآن کے اٹھانے والو قرآن مجید پر عمل کرو پس بے شک عالم وہی ہے جس نے جانا اور پھر اس پر عمل بھی کیا اور اس کا عمل اس کے علم کے موافق ہوا، عنقریب ایسے لوگ ہونیوالے ہیں کہ ان کا علم ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا اور ان کا ظاہر ان کے باطن سے اور ان کا عمل انکے علم سے مخالف ہوگا، وہ حلقے بنا کر بیٹھیں گے اور ہر ایک دوسرے پر اپنا بڑھاؤ چڑھاؤ جتائیگا یہانتک کہ اپنے ساتھی پر (اس کو حقیر و ذلیل سمجھ کر) غصہ کرے گا کہ وہ اس کے پاس سے اٹھ جائے اور اسکے سوا کسی اور کے پاس جا کر بیٹھے، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی مجلسوں کے کام اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے محروم ہیں، حارث سے مروی ہے کہ ایک شخص آن جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدر سے سوال کیا، فرمایا اندھیری راہ ہے تو اس پر مت چل اُسنے پھر عرض کیا مجھے قدر کی حقیقت بتائیے، فرمایا گہرا سمندر ہے اس میں تو غوطہ نہ لگا اس نے پھر کہا مجھے قدر سے خبر دیجیے فرمایا خدا کا راز ہے

کہ تجھ سے پوشیدہ ہے تو اس کے کھوج میں مت پڑ اس نے پھر عرض کیا کہ مجھے قدر سے آگاہ فرمائیے اب ارشاد فرمایا اللہ نے تجھ کو اس لیے پیدا فرمایا جس لیے اس نے چاہا یا جس لیے تو نے چاہا، اسنے کہا اس لیے جس لیے اللہ نے چاہا، فرمایا پس وہ جس لیے چاہے گا اس لیے تجھے کام میں لائیگا، حضور سے مروی ہے کہ فرمایا گناہ کی سزا عبادت میں سستی اور معیشت میں تنگی اور لذت میں کمی ہے اور دراج نے قاضی شریح سے روایت کی کہ جنگ صفین کو جاتے وقت آن جناب کی ایک زرہ گم ہوگئی، واپسی پر وہ ایک یہودی کے قبضے میں پائی گئی اس پر آں جناب نے اس سے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے نہ میں نے بیچی نہ ہبہ کی (جو تجھ تک پہنچی) یہودی بولا زرہ میری ہے اس لیے کہ میرے قبضے میں ہے حضرت نے فرمایا چلو قاضی پاس وہ فیصلہ کرے گا، قاضی کی مجلس میں پہنچنے پر آں جناب یہودی سے آگے بڑھ کر قاضی شریح کے پہلو میں تشریف فرما ہوے اور فرمایا اگر یہ میرا خصم یہودی نہ ہوتا تو میں اسکے برابر ہی بیٹھتا مگر میں نے سُنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے انھیں ذلیل رکھو جب کہ اللہ نے انھیں ذلیل ہی رکھا ہے، اب قاضی شریح نے حضور سے مقدمہ پوچھا، فرمایا یہ زرہ جو اس یہودی کے ہاتھ میں ہے میری ہے نہ میں نے اسے بیچا نہ ہبہ کیا، اب قاضی صاحب نے یہودی سے کہا تو کیا کہتا ہے وہ بولا زرہ تو میری ہے اور میرے ہاتھ میں ہے، قاضی صاحب نے حضور سے عرض کیا آپ کے پاس گواہ ہیں، فرمایا ہاں ہمارے صاجزادے امام حسن اور ہمارے غلام قنبر اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ زرہ ہماری ہے قاضی صاحب نے عرض کیا حضور صاجزادے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں فرمایا کیا ایک مرد کی مردان جنت سے گواہی قبول نہ ہوگی میں نے سنا ہے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ فرمایا حسن وحسین سردار جوانان جنت ہیں، یہ معاملات دیکھ کر یہودی سے نہ رہا گیا اور بیساختہ بول اٹھا کہ یہ امیر المومنین اپنے مقدمے کے فیصلے کے لیے مجھے اپنے قاضی کے پاس لائے اور ان کے قاضی نے انھیں پر مجھے ڈگری دے دی، میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہی دین برحق ہے اور اللہ ایک ہے اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سچے رسول اور بیشک یہ زرہ آپ ہی کی زرہ ہے، حضور کا ارشاد ہے "الحزم سوء الظن" حزم واحتیاط بدگمانی ہے، یعنی آدمی کام میں پہلے اس کے بُرے اور ناگوار پہلوؤں پر نظر کرلے، نیز فرماتے ہیں قریب وہ ہے جسے محبت کے رشتے نے قریب بنا دیا ہو اگرچہ نسب کے رشتے سے وہ بعید ہو اور بعید وہ ہے جسے دشمنی نے بعید بنا دیا ہو اگرچہ نسب کے لحاظ سے وہ کتنا ہی نزدیک ہو، کوئی شے بدن سے

ہاتھ سے زائد پاس نہیں، اگر ہاتھ جب سڑ جاتا ہے کاٹ دیا جاتا ہے اور کاٹ کر جھلس دیا جاتا ہے اور فرمایا پانچ نصیحتیں ہیں جنھیں مجھ سے یاد رکھو تم میں سے کوئی ہرگز نہ ڈرے مگر اپنے گناہ سے اور کسی سے امید نہ رکھے مگر اپنے اللہ سے اور جو شخص علم نہیں رکھتا وہ علم سیکھنے سے شرمائے نہیں اور جو شخص کسی بات کو نہیں جانتا ہو اگر اس سے وہ پوچھی جائے تو وہ جواب میں یہ کہنے سے نہ شرمائے کہ اللہ سب سے بڑھ کر جاننے والا ہے (یعنی اپنے عجز کا اقرار کرے اور غلط جواب دینے سے بچے) اور بیشک صبر ایمان کے لیے ایسا ہے جیسا سر بدن کے لیے جب صبر جاتا رہے گا ایمان جاتا رہے گا جیسے کہ جب سر نہیں رہتا بدن بھی بیکار ہو جاتا ہے، اور فرمایا مجھ سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جو میں نہ جانتا ہوں تو اس وقت میرے کلیجے کو بہت زیادہ ٹھنڈک پہنچانے والا یہ کلمہ ہے کہ اللہ اعلم (یعنی اپنے نہ جاننے کا اقرار اور غلط جواب دینے سے احتراز) اور فرمایا سات باتیں شیطان سے ہیں غصے کی شدت اور چھینک اور جماہی اور انگڑائی کی شدت اور قے اور نکسیر پھوٹنا اور رکنا پھوسی[1] اور ذکر حق کے وقت نیند، اور فرمایا سمجھ دار پورا سمجھدار وہی جو لوگوں کو خدا کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور نہ ان کو خدا کی نافرمانیوں میں رخصت دے اور نہ ان کو اس کے عذاب سے بے پروا بنائے اور قرآن مجید کو اس کے غیر کی طرف راغب ہو کر نہ چھوڑے، بے شک اس عبادت میں خیر نہیں جس میں علم نہیں اور جس علم کے ساتھ فہم نہیں وہ علم نہیں اور جس قرأت کے ساتھ غور و تدبر نہیں وہ قرات نہیں (تاریخ و طبقات و نور وغیرہ)

وفات شریف سابق میں ذکر ہو چکا ہے کہ جنگ صفین کا اختتام صلح پر ہوا تھا، اس صلح کیلیے طرفین سے حکم مقرر کیے گئے تھے اس حکمیت سے باغوائے شیطان خوارج مخذولین بھڑکے اور اپنی کجرائی سے اس حکمیت مجازی و عطائی کو حکم محکم ان الحکم الا للہ کی منطوق حکمیت مستقلہ اصلیہ کی نافرمانی و خلاف ورزی سمجھ کر ان گمراہوں نے خلیفۂ برحق پر خروج کیا جس کے باعث جنگ نہروان میں ہزاروں خارجی جہنم واصل ہوئے اس شکست عظیم کا خار اس گروہ ناہنجار کے دلوں میں کھٹکتا رہا ادھر ایک عورت خارجیہ مسماۃ قطام کو جس کا باپ اور برادر حقیقی بھائی بھی جنگ نہرواں میں آں جناب کے ہاتھ سے مارے گئے تھے وہ اس سبب سے بھی اور خاص کینۂ دیرینہ آں جناب سے رکھتی تھی اتفاق سے اس ملعونہ پر ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم کہ درحقیقت عبدالشیطان تھا عاشق ہوا، اور پیام وصال دیا اس ملعونہ نے اپنا اس خبیث سے

[1] یعنی ایک مجلس میں کئی آدمی ہوں تو ان میں بعض کا آپس میں اس طرح دبی ہوئی باتیں کرنا جس سے دوسرے نہ سننے والوں کو وہم پیدا ہو

وصل امیر المومنین مولیٰ علی کے شہید کرنے پر شرو ط کیا اور وہ شقی اس پر راضی ہو کر اور ایک تلوار زہر آلود کرا کر خبیث اس ناپاک ارادے سے دار الخلافہ کوفہ میں جہاں حضرت امیر المومنین تشریف رکھتے تھے آیا اور اس گھات میں لگا رہا یہاں تک کہ شب جمعہ ۱۷ رمضان آپہنچی اور ابن نباج موذن نے اس جناب ولایت مآب کے کاشانہ خلافت پر حاضر ہو کر نماز کے لیے عرض کیا، اور آن جناب اپنے دولت خانۂ اقدس سے "ایہا الناس الصلوٰۃ الصلوٰۃ" پکارتے لوگوں کو نماز صبح کے لیے جگاتے ہوئے مسجد مبارک کو تشریف لے چلے کہ اس اشقی الناس ابن ملجم خارجی نے گھات سے نکل کر اس وصی ومحبوب حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار چھوڑی، جو پیشانی پر پڑی اور بھیجے تک کاٹتی چلی گئی اور شیر خدا کے اس نورانی چہرے اور مقدس داڑھی نے جس پر نظر بحکم حدیث شریف عبادت کا حکم رکھتی تھی خون شہادت سے سُرخ ہو کر اہل عالم کو دکھا دیا کہ اپنے مالک و مولیٰ کی بارگاہ میں سُرخ رُو رہنے والے مردان خدا دنیا سے بھی اسطرح سُرخ رُو جاتے ہیں، اس کے بعد لوگوں نے ابن ملجم کو گرفتار کر کے قید رکھا اور حضور نے زخمی ہونیکے بعد جمعہ اور سنیچر کے دن اور دنیا میں تشریف رکھی اور شب یکشنبہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ میں ترسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں چار برس اور قریباً نو ماہ مسند خلافت پر جلوہ افروز رہنے کے بعد دار الخلافہ کوفہ میں وصال فرمایا اور حضرات حسنین وعبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہلایا اور آپ کے صاحبزادے حضرت محمد بن الحنفیہ بھی پانی ڈالتے جاتے تھے اور امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور کوفہ کے نزدیک مقام نجف اشرف میں دفن کر دیا، جہاں اب مزار مبارک مردان خدا کا مرکز انظار و تجلی بخش قلوب و ابصار ہے (شجرہ وتاریخ وصواعق واصابہ وغیرہ)

آخری وصیت ابن ملجم شقی کے حملے سے زخمی ہونے کے بعد حضور نے حسنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بلا کر فرمایا میں تم کو تقوے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ دنیا کو نہ چاہنا اگرچہ وہ تمہیں چاہے اور اس میں سے اگر کچھ تم سے جاتا رہے تو اس پر رونا نہیں اور حق کہنا اور یتیموں پر رحم کرنا اور کمزور کی مدد کرنا اور آخرت کے لیے کام کرنا اور ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا اور اللہ کے لیے کام کرنا اور اسکے بارے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا لحاظ نہ کرنا پھر اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کو بھی یہی وصیت فرمائی نیز اپنے دونوں بھائیوں سبطین کریمین کی توقیر واتباع کی تاکید کی پھر سبطین کریمین کو ان کا لحاظ رکھنے کی وصیت کی اور اس کے بعد کوئی کلام سوائے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نہیں فرمایا یہاں تک کہ روح مبارک سپار گلشن جنت ہوئی (صواعق)

اولاد امجاد آں جناب کا عقد اول حضرت خاتون جنت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا جس کا مفصل حال حضرت بی بی کے ذکر میں آتا ہے اور حضرت بی بی کے بعد وصال اور بھی نکاح فرمائے اور علاوہ منکوحات کے متعدد دسریہ بھی خدمت اقدس میں تھیں حضرت کثیر الاولاد تھے جن کی تعداد میں بہت سے اقوال ہیں اور عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب میں ہے کہ اکثر روایات کی بنا پر حضرت کے اٹھارہ صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں ان میں سے حضرات حسنین و محمد بن حنفیہ وعباس شہید طف وعمر اطرف اور حضرت زینب بنت جناب سیدہ سے نسل مبارک چلی (شجرہ و نور) بواب (دربان) حضرت کے سلمان فارسی اور کاتب عبد اللہ بن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قاضی شریح اور شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نقش خاتم مبارک میں متعدد اقوال ہیں کہا گیا کہ اشتدت ظہری اولی اللہ بھسا اور حسبی اللہ نعم القادر اللہ والملک للہ بھی آیا ہے (نور تاریخ)

سیدۃ نساء العالمین ام الائمۃ الطاہرین بضعۃ الرسول فاطمۃ البتول صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ ابیہا الکریم وعلیہا وعلیٰ بعلہا وابنیہا

ولادت شریف حضرت خاتون جنت حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام ثم علیہا کی سب میں چھوٹی صاحبزادی ہیں (کتاب الاستیعاب وغیرہ) سن ولادت میں اقوال مختلف ہیں، اصح واشہر یہ ہے کہ بعثت قدس سے پانچ برس پہلے نور افزائے خاکدان عالم ہوئیں (مدارج النبوۃ) حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کا سن مبارک اس وقت پینتیس برس کا تھا (اصابہ) کنیت شریف ام ابیہا یعنی اُم محمد علیہ ثم علیہا الصلاۃ والسلام تھی، اور نام فاطمہ اور القاب شریفہ بتول وزہرا وزاکیہ وراضیہ وطاہرہ تھے (اصابہ ومدارج وشجرہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا اللہ عزوجل نے فاطمہ اس وجہ سے نام رکھا کہ اس نے انہیں اور ان کے دوست رکھنے والوں کو نار جہنم سے بچا لیا ہے (کنز العمال)

فضائل حضرت بی بی کے فضائل ومحاسن سے کتب احادیث وسیر بھر رہی ہیں اور اکیلی یہی فضیلت اکیلی کیا کم ہے کہ آپ حضور اقدس کی بہت چہیتی پیاری تھیں جب حضور اقدس کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتیں حضور بغایت محبت کھڑے ہو جاتے اور آپ کے دست مبارک کو اپنے دست مبارک میں لے لیتے اور

پیشانی مبارک کو بوسہ دیکر اپنی مسند شریف پر اپنی تشریف رکھنے کی جگہ بٹھاتے یوہیں جب حضور حضرت بی بی
کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ استقبال کے لیے اٹھ کھڑی ہوتیں اور آپ کے پاس جاکر دست مبارک پکڑ کر
حضور کو اپنی مسند مبارک پر اجلاس کراتیں حدیث صحیح میں حضور اقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ فاطمہ جنت
کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جوانان اہل جنت کے۔ نیز حضور اقدس سے حدیث صحیح میں وارد
ہے کہ فرمایا فاطمہ میرا ٹکڑا ہیں جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے انہیں دشمن رکھا
اس نے مجھے دشمن رکھا نیز فرمایا کہ بے شک اللہ غضب فرماتا ہے فاطمہ کے غضب فرمانے سے اور راضی ہوتا ہے
اُن کی رضا سے اور حدیث صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضور اقدس علیہ الصلاۃ
والسلام ایک اونی چادر اوڑھے باہر تشریف لے گئے کہ امام حسن تشریف لائے حضور نے ان کو اس ردائے
مبارک میں لے لیا، ان کے بعد سبط اصغر امام حسین حاضر ہوئے اسی طرح ان کو بھی چادر مبارک میں
لے لیا پھر ان کے بعد ان کے والدین کریمین جناب مولیٰ علی مرتضیٰ و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم
حاضر ہوئے انکو بھی چادر مبارک کے اندر کر لیا اور پھر ان چاروں کی شان مبارک میں یہ آیۂ کریمہ
تلاوت فرمائی "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"
نیز ان چاروں کی شان میں فرمایا میں اس سے برسر جنگ ہوں جو ان سے برسر جنگ ہے اور جو ان سے
صلح رکھتا ہے میں اس سے صلح رکھتا ہوں، اور حضرت ثوبان صحابی حضور اقدس علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
الصلاۃ والسلام سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس کہیں سفر کو تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں
حضرت بی بی کو وداع کرتے (کہ روانگی کے آخری وقت ان کے دیدار سے سرور رہیں) اور جب
سفر سے واپس تشریف لاتے تو گھر والوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی سے ملاقات فرماتے اس کے بعد
حجرۂ مطہرہ میں تشریف لے جاتے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس
علیہ الصلاۃ والسلام سب آدمیوں میں کسے سب سے زائد چاہتے تھے، فرمایا فاطمہ کو پوچھا گیا اور
مردوں میں، فرمایا ان کے شوہر یعنی جناب علی کو، اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت بی بی فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ایسا ہی سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ سب آدمیوں سے زائد حضور اقدس
علیہ الصلاۃ والسلام حضرت عائشہ کو چاہتے تھے اور مردوں میں ان کے والد ماجد حضرت سیدنا صدیق اکبر
کو سب نے سچ فرمایا، ان سب کو اپنی اپنی حیثیت سے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سب سے زائد
دوست رکھتے تھے، ایک بار حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت بی بی کے یہاں

تشریف لاکر فرمایا واللہ اے فاطمہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب تم سے زائد کسی کو نہ دیکھا اور خدا کی قسم آپ کے والد حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد میرا بھی اور کوئی محبوب آپ سے بڑھکر نہیں (مدارج واستیعاب وغیرہ) سبحان اللہ یہاں سے ان محبوبان خدا آل واصحاب وازواج مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم کی اس ایمانی ایقانی للہی محبت واخلاص واتحاد وداد کامل کا اندازہ لگانا چاہیے جو ان میں باہم ایک دوسرے سے تھی غرض حضرت خاتون جنت کے فضائل بیشمار ہیں اب ہم اس ایک فضیلت کو اور ذکر کرکے اس بیان کو ختم کرتے ہیں حضرت ابو ایوب سے حدیث مروی ہے کہ روز قیامت عرش کے درمیان سے منادی ندا کریگا اے اہل محشر اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو تاکہ حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہم علیہما وسلم پل صراط پر سے گذر جائیں پس حضرت بی بی مع ستر ہزار جاریہ کے حور عین سے اس طرح گذر جائیں گی جیسے بجلی کوندگئی (صواعق وغیرہ) یہیں سے حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی فرماتے ہیں ؎

ہو بھی جائے گی جب آئینگی جناب سیدہ بند چشم اہل محشر واہ کیا تو قیر ہے

سیرت شریف حضرت خاتون جنت اپنے اب کریم علیہم علیہما الصلاۃ والتسلیم سے بات چیت رفتار گفتار صورت وسیرت میں سب لوگوں سے زائد مشابہ تھیں (مدارج) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زائد کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات چیت میں مشابہ نہ دیکھا (استیعاب) یہی ام المومنین حضرت بی بی کی نسبت فرماتی ہیں انکی چال حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی سی تھی (اصابہ) حلم وکرم صبر وقناعت طاعت وعبادت وغیرہا صفات حمیدہ وخصائل پسندیدہ سب اپنے اب کریم رؤف ورحیم علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلاۃ والتسلیم سے ورثہ مین ملی تھی، ایک بار حضور اقدس حضرت خاتون جنت کے دولتخانہ مین تشریف لائے، اس وقت مالک دوجہان کے حبیب مختار کی اس آنکھون کی ٹھنڈک اور کلیجے کے ٹکڑے کے جسم نازنین پر اونٹ کے اون سے بنا ہوا ایک موٹے کمبل کا لباس تھا، اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو اس موٹے کپڑے لباس مین دیکھ کر چشمان مبارک مین آنسو ڈبڈبا آئے اور ارشاد ہوا اے فاطمہ آج کے دن مشقت اور تنگی دنیا پر صبر کرتا کہ قیامت کے دن نعیم بہشت اس کا بدلہ ملے (مدارج) دنیا کی مصیبت اور مشقت پر صبر قناعت کا یہ حال تھا کہ نکاح ہو جانے کے بعد امور خانہ داری کے انجام دینے مین آگ کے سامنے بیٹھنے اور روٹی ہانڈی پکانے اور چکی دلنے اور گھر مین جھاڑو دینے کی وجہ سے چہرۂ اقدس کا رنگ سونلا گیا

اور دست نازنین فگار ہو گئے تھے یہ حالت دیکھ کر مولیٰ علی نے فرمایا کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں جاؤ اور لونڈی غلام اس بار بہت خدمت شریف میں آئے ہیں تم بھی ایک خادم مانگ لاؤ۔ حضرت حاضر خدمت ہوئیں اور صرف سلام کر کے واپس آگئیں، حیا کی وجہ سے اپنی اس حاجت کا اظہار نہ کر سکیں یہاں تک کہ خود حضور اقدس ان کے گھر رونق افروز ہوئے اسوقت حضرت خاتون جنت اور حضرت شیر خدا دونوں ایک چادر اوڑھے لیٹے تھے جو ایسی تھی کہ اگر اس سے پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا، اور اگر سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے حضور کو تشریف لاتے دیکھ کر دونوں حضرات نے اُٹھنا چاہا حضور نے ارشاد فرمایا، اپنی جگہ رہو، سنو ہم ایسی چیز تمھیں بتاتے ہیں جو اس سے بہتر ہے جو تم نے ہم سے مانگی تھی، جب سونے لیٹو تو ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو اور ہر نماز کے بعد دس دس بار۔ مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضور نے مجھے یہ ورد تعلیم فرمایا میں نے اسے کبھی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ صفین کی رات میں بھی (اصابہ ومدارج) فقیر کہتا ہے غفرلہ اللہ تعالیٰ سبحان اللہ ان کرم والوں کی ہر بات ہم گناہ گاروں سیاہ کاروں کیلیے باعث نزول ہزاراں ہزار رحمت و برکت دنیا و آخرت ہے، اپنے لیے خادم مانگنے گئے تھے رب کریم کے محبوب کریم نے وہ کرم و رحمت لانے والی چیز بتائی جس نے نہ صرف انھیں ہی راحت ابدی دلائی بلکہ آج تک جو اس پر عمل کرتا ہے وہ بحکمہٖ تعالیٰ و بفضل رسولہٖ علیہ الصلاۃ والسلام دارین میں امن چین پاتا ہے سبط اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت بتول زہرا کو ایک رات اپنے گھر کی مسجد کی محراب میں نماز پڑھتے دیکھا یہاں تک کہ صبح طالع ہو گئی اور حضرت مومنین و مومنات کے لیے بہت کچھ دعائیں فرماتی رہیں اور خاص اپنے نفس کے لیے کچھ دعا نہ کی میں نے عرض کیا، اے مادر مہربان یہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے نفس کے لیے کچھ دعا نہ فرمائی دوسروں کیلیے ہی فرماتی رہیں، فرمایا اے میرے پیارے بچے پہلے پڑوسیوں کے لیے اچھائی چاہیے پھر اپنے لیے (مدارج) سبحان اللہ کیوں نہ ہو کس رحمۃ للعالمین کی جگر پارہ ہیں جو قیامت کے سے ہیبت و جلال والے دن جب کہ باپ بیٹے کا اور ماں اولاد کی پرسان حال نہ ہو گی بڑے بڑے مقربین اکابر انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام نفسی نفسی کہتے ہوں گے اس وقت بھی یہ سیاہ کاران امت کی شفاعت میں زبان کھولیں گے اور امتی امتی فرمائیں گے،

نکاح رمضان المبارک سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر سے مراجعت کے بعد حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے

حضرت بی بی کا عقد نکاح حضرت شیر خدا سے بحکم وحی الٰہی فرمایا اور ذی الحجہ کے مہینے میں رخصتی ہوئی حضرت بی بی کا سن مبارک اس وقت پندرہ برس ساڑھے پانچ ماہ یا سولہ برس یا اٹھارہ برس اور حضرت شیر خدا کا ۲۱ سال ۵ ماہ کا تھا، اول صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت بی بی کی درخواست کی حضور اقدس نے فرمایا میں ان کے عقد کے بارے میں وحی کا منتظر ہوں اور مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت بی بی کی صغر سنی کا عذر فرمایا پھر حضرت مولیٰ علی کو ام ایمن یا ان کے اوراہل و خواص نے خواستگاری کا مشورہ دیا مولی نے فرمایا مجھ کو حضور اقدس سے عرض کرتے شرم آتی ہے اور جب صدیق و فاروق کی درخواست رد ہو چکی ہے میری درخواست کب شرف قبول پائے گی، انھوں نے کہا ایک تو آپ کا رشتہ حضور سے بہت اقرب ہے آپ ان کے سگے چچا کے بیٹے اور ابو طالب کے لڑکے ہیں شرم نہ کیجیے اور حاضر ہو کر عرض کیجیے الغرض ان کے اصرار سے حضرت مولی حاضر خدمت ہو کر آداب و تسلیم بجا لائے اور حضور اقدس کے استفسار پر اپنا مقصد ظاہر فرمایا، حضور نے مرحبا و اہلا جواب دیا اور اس سے زائد اور کچھ نہ فرمایا، اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں میں خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ حضور اقدس پر نزول وحی کی کیفیت ظاہر ہوئی، جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ اے انس جبریل امین نے رب العرش کے پاس سے آکر ابھی یہ وحی مجھ کو پہنچائی کہ رب العزت تبارک و تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ میں (حضرت بی بی) فاطمہ کو (حضرت مولی) علی سے بیاہ دوں حضور اقدس کے استفسار پر مولی نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے، فرمایا گھوڑا تو تمھیں جہاد میں درکار ہے، زرہ بیچ ڈالو اور اس کے دام ہماری خدمت میں حاضر لاؤ وہ زرہ حضرت مولی سے چار سو اسی درم کو حضرت عثمان نے خرید کر کے قیمت کے ساتھ زرہ بھی پھر حضرت مولی ہی کو دے دی حضرت مولے سب درم اس کی قیمت کے خدمت میں حاضر لائے حضور نے ان میں سے ایک مٹھی بھر درم تو حضرت بلال کو دے کر ان سے خوشبو حضرت بی بی فاطمہ کیلئے لے آؤ اور باقی حضرت ام سلمہ اور بروایتے ام سلیم والدۂ حضرت انس کو دیے کہ اس سے جہیز یعنی سامان خانہ داری حضرت بی بی کیلیے تیار کردو چنانچہ ایک چارپائی اور دو نہالی کتان کی اور دو چادریں بردکی ایک تکیہ دو بازو بند چاندی کے اور ایک پانی بھرنے کی مشک اور دو گھڑے مٹی کے اور چند چیزیں اسی قسم کی چکی ڈول وغیرہ سامان ضروری تیار کیا گیا، اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے قبل نکاح خود حضرت بی بی سے بھی اذن لیکر حضرت ابو بکر

وعمرو عثمان وطلحہ و زبیر وغیرہم ایک جماعت اعیان مہاجرین و انصار میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں حمد و ثنا کے بعد فضائل و منافع سنت نکاح بیان فرما کر اس پر رغبت دلائی گئی تھی اور حضرت بی بی کا عقد نکاح حضرت شیر خدا سے چار سو مثقال چاندی پر (جو مروج حال سکہ سے ایک سو ساٹھ روپے ہوتے ہیں کما فی العطایا النبویہ) باندھا بعد ایجاب و قبول ایک طبق چھوہارے حاضرین میں لٹا دیے بعد تزویج حضور اقدس گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت بی بی سے پانی طلب فرمایا حضرت بی بی ایک لکڑی کے پیالے میں بھر کر پانی لائیں حضور اقدس نے اسے لے کر اس میں آب دہن مبارک ڈالا، اور حضرت بی بی کو اپنے سامنے بلا کر اسے ان کے سینۂ مبارک کے درمیان اور سر مبارک پر چھڑکا اور فرمایا اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں، پھر حضرت بی بی سے فرمایا کہ ہماری طرف پیٹھ کرو اور ان کی پیٹھ پر شانوں کے درمیان وہ پانی بہایا اور پھر وہی دعا فرمائی کہ اے اللہ میں شیطان رجیم سے اسے اور اس کی ذریت کو تیری پناہ میں دیتا ہوں پھر ارشاد فرمایا کہ پانی لاؤ حضرت مولیٰ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا اب مجھ سے طلب فرماتے ہیں چنانچہ میں ایک کاسہ بھر کر پانی خدمت میں حاضر لایا حضور اقدس نے اسی طرح اس میں بھی لعاب دہن مبارک ڈال کر میرے سر پر اور منھ کے آگے ڈالا اور وہی دعا فرمائی اور بوقت نکاح بھی حضور اقدس نے دونوں حضرات کے لیے حصول خیر و برکت اور نیک و پاکیزہ اولاد بکثرت پیدا ہونے اور حصول عفو و عافیت دارین کی دعا فرمائی اسی دعا کا یہ اثر ہے کہ ان دونوں سے اولاد پاکیزہ بکثرت ظاہر ہوئی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس نے حضرت بی بی کو حضرت مولی سے بیاہ دیا تو وہ رونے لگیں حضور اقدس نے سبب پوچھا عرض کیا حضور نے مجھے ایسے شخص سے بیاہ دیا جس کے پاس نہ کچھ مال ہے نہ کوئی چیز ارشاد ہوا کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ خدا نے روئے زمین میں سے دو مردوں کو بزرگی دی جن میں سے ایک تمہارے باپ ہیں اور دوسرے تمہارے شوہر، اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں نے تم کو ایسے شخص سے بیاہا جو بروئے اسلام پہلے مسلمان ہیں اور بروئے علم سب میں زیادہ دانا، تم میری امت کی عورتوں میں بہترین ہو جیسا کہ حضرت مریم علی نبینا و علیہا السلام اپنی قوم کی عورتوں میں بہترین عورت تھیں (مدارج و تواریخ و اصابہ وغیرہ)

نکاح کے بعد ابتک کی زندگی میکے میں اپنے والدین کریمین کے زیر سایہ ان کے آغوش رحمت و

محبت میں گزر رہی تھی دنیا کے کام کاج کا کچھ ایسا بار نہ پڑتا تھا اور اگرچہ نکاح سے تھوڑے عرصے پہلے والدۂ ماجدہ حضرت ام المومنین خدیجہ وصال فرما چکی تھیں مگر پھر بھی ان اب کریم کا سایۂ رحمت کرم گستر تھا جو ان کو اپنے جگر کا ٹکڑا فرماتے اور سب سے زیادہ ان کو چاہتے تھے، علاوہ بریں اگرچہ اپنی حقیقی ماں کا ظاہری سایہ اٹھ چکا تھا مگر اپنے اب کریم کی اور دوسری بیبیاں ان کو اپنی آنکھ کا تارا سمجھنے والی گھر کے کام وکاج کا بار اٹھانے والیاں موجود تھیں ان پر اب بھی کچھ ایسا بار نہ تھا مگر اب نکاح کے بعد خاوند کے گھر آئی ہیں خاوند بھی وہ جن کے پاس نکاح کے وقت مہر میں دینے تک کے لیے کوئی مال زر موجود نہ تھا اور زرہ بیچ کر مہر دیا تھا، اب سسرال میں آکر زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے خاوند اگرچہ دل سے نہایت درجہ محبت رکھتے اور ہاتھ پاؤں سے بھی کام کاج کی محنت ومشقت میں شرکت رکھتے ہیں مگر پھر بھی اب پہلے سے زائد کام کا بار پڑتا ہے اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام دونوں میاں بی بی میں کام کی تقسیم اس طرح فرما دیتے ہیں کہ باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا سلف خرید لانا یہ تو حضرت شیر خدا یا ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد انجام دیں اور گھر کے کام جیسے روٹی پکانا گھر میں جھاڑو دینا اور چکی میں دلنا حضرت بی بی کے حصے میں ہو (مدارج) چنانچہ جس صبر و قناعت اور تحمل و برداشت سے حضرت بی بی نے خاوند کے گھر کی زندگی گزاری ہے اس کا ایک واقعہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں صرف یہی نہیں کہ کام کاج کی اس محنت ومشقت میں صبر وشکر سے کام لیتیں بلکہ کھانے پینے کپڑے غرض نفس کے ہر معاملہ میں ظاہری دنیاوی تنگی و ترشی کو قلبی خوشی وخرمی سے برداشت فرماتیں، اس کی بیٹی تھیں اور خاوند بھی اسی کے گھر میں اور اسی کے تعلیم و تربیت میں بڑھے پلے تھے جس کے منبع ومعدن ہر خیر وبرکت گھر پر کوئی مہینہ ایسا نہ گزرتا جس میں دونوں چولھے پر ہانڈی نہیں چڑھتی اور دھواں نہیں اٹھتا تھا لہٰذا اس کا اثر ان کے گھر بھی نمایاں تھا ایکبار یہ بیمار پڑیں اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام ان کی عیادت کو تشریف لائے اور ان سے ان کا حال دریافت فرمایا انھوں نے عرض کیا میں دردمند ہوں اور یہ امر مجھے اور تکلیف دہ ہے کہ میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں اس پر حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے میری پیاری بیٹی کیا تو اس پر راضی نہیں کہ بیشک تو تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہے انھوں نے عرض کیا اے میرے باپ پھر حضرت مریم بنت عمران کا مرتبہ نہیں ہے فرمایا وہ اپنے عالم کی عورتوں کی سردار ہیں، اور تو اپنے عالم کے عورتوں کی سردار ہے

بے شک قسم خدا کی میں نے تیرا بیاہ اُس سے کیا ہے جو سید ہے دنیا و آخرت میں (استیعاب) اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنا دست مبارک نائب ید قدرت حضرت بی بی کے سینہ پر سکینہ پر رکھ دیا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو بھوک سے آزاد فرما حضرت بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اس دن کے بعد سے میرے دل نے اپنی زندگی بھر کبھی بھوک سے تکلیف نہیں پائی (مدارج)

اولاد امجاد حضرت شیر خدا نے حضرت خاتون جنت سے نکاح کے بعد ان کی زندگی بھر اور کسی سے نکاح نہیں فرمایا (استیعاب) اور حضرت بی بی سے ان کے تین صاحبزادے حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت سیدنا امام حسین اور حضرت محسن (بضم میم و فتح حائے مہملہ و سین مہملہ مشددہ مکسورہ کما فی الشجرۃ الطیبہ وغیرہ) اور تین صاجزادیاں حضرت رقیہ و زینب و ام کلثوم پیدا ہوئے ان میں سے حضرت رقیہ و حضرت محسن نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا (شجرہ طیبہ وغیرہ) باقی سب اولاد جوان اور صاحب اولاد ہوئی چنانچہ سید مومن بن حسن شبلنجی شافعی مصری جو تیرھویں صدی کے علماء میں سے ہیں اپنی کتاب نور الابصار میں جو انھوں نے ۱۲۹۰ھ میں تمام کی لکھتے ہیں کہ حضرت زینب بنت حضرت سیدۃ النساء کی بہت نسل موجود ہے اور حضرت ام کلثوم کے بھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صاجزادے زید نامی ہو کر کمسنی میں انتقال کر گئے اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسل تو ظاہر ہی ہے۔

وفات شریف عمر مبارک ۲۸ اور بروایتے ۲۹ اور بروایتے ۳۰ برس کی ہوئی (شجرۂ طیبہ وغیرہا) اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات شریف سے چھ ماہ بعد شب سہ شنبہ سوم رمضان المبارک ۱۱ھ میں وصال فرمایا (اصابہ و مدارج وغیرہما) اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی اور حضرت اسماء بنت عمیس نے آپ کی وصیت کے مطابق غسل دیا اور دونوں صاجزادے حضرات حسنین بھی پانی لانے اور ڈالنے میں شریک ہوئے اور حضرت مولیٰ علی و بروایتے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت اسماء نے آپ کی حسب وصیت آپ کے لیے کھجور کی لکڑیوں سے گہوارا بنایا، اور رات ہی میں مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں اس قبہ میں جو حضرت عباس کے قبہ سے مشہور رہا اور جس میں اور

بہت سے ائمہ اہل بیت مدفون ہیں دفن فرمایا، قبر میں حضرت مولی علی و حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے فضل نے اتارا (اصابہ و مدارج و شجرہ واستیعاب وغیرہا) بعد دفن اگلے دن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق و دیگر حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے حضرت مولی علی سے شکایت کی کہ آپ نے ہمیں کیوں اطلاع نہ فرمائی تاکہ ہم بھی حضرت بی بی کی نماز جنازہ پڑھنے سے مشرف ہوتے حضرت مولی نے فرمایا کہ خود حضرت بی بی نے وصیت فرمادی تھی کہ مجھے رات ہی میں دفن کر دینا تاکہ نامحرم مردوں کی آنکھ میرے جنازے پر بھی نہ پڑے اس وجہ سے میں نے آپ کو اطلاع نہ کی (مدارج) فقیر کہتا ہے کہ یہاں سے مسلمان مستورات کو عموماً اور سیدانیوں کو خصوصاً پردے کی نہایت احتیاط رکھنے کا موثر سبق ملتا ہے۔

شیخ محقق مدارج میں فرماتے ہیں کہ مسعودی کی مروج الذہب میں ہے کہ جس جگہ حضرات امام حسن وائمہ زین العابدین و محمد باقر و جعفر صادق سلام اللہ علیہم اجمعین کے مزارات شریفہ ہیں وہاں ایک پتھر ۳۳۲ھ میں برآمد ہوا جس پر یہ عبارت لکھی تھی "ہذا قبر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سیدۃ نساء العالمین وقبر الحسن بن علی وعلی بن الحسین بن علی (یعنی الامام زین العابدین) وجعفر بن محمد علیہم التحیۃ والسلام اور قصہ دفن امام المسلمین حسن بن علی میں وارد ہوا ہے کہ اگر لوگ مجھے میرے جد کریم حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیم کے پہلو میں نہ دفن ہونے دیں تو مجھے جنۃ البقیع میں میری والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ کے سامنے دفن کر دینا حضرت شیخ اس قصے اور اس پتھر کے واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت بی بی کا مزار بقول مختار اسی جگہ ہے اور شیخ محب الدین طبری نے ذخائر العقبی میں لکھا ہے کہ ان سے ایک مرد برگزیدہ نے جو ان کے دینی دوست تھے نقل فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالعاص مرسی شاگرد حضرت امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالی علیہما جو در بارۂ کشف ایک آیت کبری تھے جب بقیع شریف کی زیارت فرماتے تو حضرت عباس کے قبے کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت فاطمہ زہرا پر سلام عرض کرتے حضرت بی بی کا مزار مبارک انھیں یہیں کشف الٰہی سے معلوم ہوا تھا، راوی کہتے ہیں میں مدت مدید اس اعتقاد کی بناء پر جو مجھے حضرت ابوالعاص کی خدمت میں تھا یہی اعتقاد رکھتا رہا یہاں تک حضرت ابن عبدالبر نے حضرت سیدنا امام حسن کی وفات اور ان کے دفن میں جو روایت ذکر کی ہے وہ روایت میری نظر سے گذری اور اس سے مجھے اپنے شیخ کے کشف کی صحت پر یقین بڑھا اور اس حدیث کی صحت مجھے اپنے شیخ کے کشف سے ثابت ہوئی

اوراس کشف کی سچائی اس حدیث سے، فقیر کہتا ہے غفرلہ اللہ تعالیٰ یہ بھی ہماری شامت اعمال کا ایک ظہور ہے کہ نجد کے وہابیۂ ملاعنہ نے مدینۂ منورہ پر اپنے ظالمانہ قبضہ وتسلط کے دوران میں شوال ۱۳۴۴ھ میں متبرک قبرستان جنۃ البقیع جس میں بے شمار اکابر وعظمان اسلام اولیاء وائمہ وتابعین وصحابۂ کرام واہل بیت نبوت وامہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آرام فرماتھے اور اوسی میں حضرت خاتون جنت کا بھی مزار مبارک زیارت گاہ اکابر اولیاء ومرجع انام تھا ایک سرے سے تباہ وبرباد کرکے شقیوں نے اس میں ہل چلادیے اور خاص قبۂ اہل بیت ومزار حضرت زہرا کو بھی کھود کر اور توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کر دیا قاتلہم اللہ تعالیٰ وعذبہم علیٰ عداوۃ حبیبہ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام اشد العذاب فی الدنیا والآخرۃ واخرجہم من المقامات المقدسہ والامکنۃ الطاہرۃ۔ آمین ثم آمین

سید الشہدا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آن جناب تیسرے امام ہیں ابوالائمہ سبط اصغر حضور سید البشر لقب مبارک سید شہیداور کنیت شریف ابوعبداللہ ہے (شجرہ واکمال واصابہ وغیرہ) حضور کے القاب اور بھی ہیں اور سب میں اعلیٰ سیداور سبط جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمائے (نور) بیعت طریقت وخلافت حضرت کو اپنے والد ماجد امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے تھی (النور والبہا وغیرہ)

ولادت مبارک اپنے برادر اکبر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت شریف کے پچاس راتیں بعد حمل میں آئے اور شعبان ۴ھ کی پانچویں تاریخ منگل کے دن مدینہ منورہ میں ولادت باسعادت ہوئی (شواہد، نور، شجرہ، استیعاب وغیرہ) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے کان میں اذان دی اور ان کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور دعا دی اور ساتویں دن حسین نام رکھا اور ایک مینڈھا ذبح کرکے عقیقہ کیا اور حضرت بتول سے فرمایا ان کے سر کے بال منڈاکر اس کے برابر چاندی صدقہ دو (نور الابصار وغیرہ) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں جب حضرت امام حسن پیدا ہوے حضور سید عالم تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا میں نے عرض کیا حرب فرمایا بلکہ وہ حسن ہے پھر جب امام حسین پیدا ہوئے پھر فرمایا مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے میں نے عرض کیا حرب، فرمایا بلکہ اس کا نام

حسین ہے اسی طرح جب تیسرے صاجزادے ہوے تو حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے میں نے پھر عرض کیا حرب فرمایا بلکہ وہ محسن ہے۔ دوسری روایت میں اس قدر کے بعد یہ زائد ہے کہ پھر فرمایا میں نے ان کے نام حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے صاجزادوں شبر وشبیر ومشبر کے نام پر رکھے ہیں (استیعاب) اور ہمارے جد امجد حضرت سید شاہ حمزہ نص الکلمات میں فرماتے ہیں جب حضرت امام حسین پیدا ہوے حضرت جبریل امین نے حضرت سیدنا ہارون نبی اللہ کے دوسرے صاجزادے کے نام پر حضرت کا نام شبیر رکھا زبان عرب میں شبیر کے معنی حسین ہیں لہذا حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ نام مقرر فرمایا اور عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا حسن وحسین دونوں اہل جنت کے ناموں سے ہیں اہل عرب نے زمانہ جاہلیت میں کسی کا یہ نام نہیں رکھا اور مفضل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں حسن وحسین کو چھپائے رکھا یہاں تک کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے ان دونوں صاجزادوں کے یہ نام رکھے (تاریخ وصواعق)

فضائل مبارکہ ذات اقدس حضرت امام کی مجمع البرکات ومخزن شرائف کمالات تھی محاسن صوری ومعنوی وفضائل ظاہری وباطنی کی جامع مولیٰ علی فرماتے ہیں امام حسن حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے سینے سے لے کر سر تک سب سے زائد اشبہ تھے اور امام حسین سینے سے پاؤں تک سب سے زائد اشبہ تھے (استیعاب) چہرۂ مبارک ایسا چمکتا تھا کہ لوگ اس کی روشنی میں راہ چلتے تھے (شواہد نبوات) متعدد اجلہ صحابہ مثل امیر المومنین عمر وامیر المومنین مولیٰ علی وحضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم راوی ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "حسن وحسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں" نیز ارشاد فرمایا "حسن کیلیے میری ہیبت اور سیادت ہے اور حسین کیلیے میری جرأت وبخشش" نیز ارشاد فرمایا حسن وحسین دنیا سے میرے دو پھول ہیں" نیز ارشاد فرمایا حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اللہ دوست رکھے اُسے جو دوست رکھے حسین کو حسن وحسین سبط ہیں اسباط میں سے" نیز ارشاد فرمایا میرے اہلبیت میں محبوب تر مجھے حسن وحسین ہیں" نیز ارشاد فرمایا جسنے حسن حسین کو دوست رکھا اُسنے مجھے دوست رکھا اور جسنے ان سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی" حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو امام حسین کا لعاب چوستے دیکھا جیسے آدمی کھجور کو چوستا ہے، ایک بار دونوں صاجزادے حضرات حسنین اپنے اب کریم علیہم علیہما الصلاۃ والتسلیم کے سامنے کشتی کھیل رہے تھے حضور اقدس نے امام حسن سے

فرمایا حسین کو پکڑو حضرت سیدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور بڑے کو فرماتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑے حضور نے ارشاد فرمایا یہ ہیں جبرئیل جو حسین سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑو، ایک بار حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت بی بی عائشہ کے کاشانۂ مبارک سے جاتے ہوئے حضرت بتول زہرا کے دولت خانۂ مبارک پر سے گزرے کہ امام حسین کے رونے کی آواز سنی تو حضرت بی بی فاطمہ سے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ اُن کا رونا مجھے اذیت دیتا ہے (شواہد و نور و صواعق واسعاف وغیرہ۔

سیرت شریفہ سیرت مبارکہ حضرت امام عالیمقام کی اپنے جد کریم حضور اقدس علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت کریمہ کی پرتو اور مظہر تھی علم و عمل زہد و تقویٰ جود و سخا شجاعت و فتوت اخلاق و مروت صبر و شکر حلم و حیا وغیرہ صفات مرضیہ و کمالات پسندیدہ میں بوجہ کمال طاق اور مہمان نوازی و غربا پروری و اعانت مظلوم و ایصال رحم و انعام فقراء و مساکین میں شہرۂ آفاق بہت بڑے فاضل دیں دار کثرت سے نماز روزہ و حج ادا کرنے والے تھے پچیس حج پیادہ پا ادا فرمائے حالانکہ حضور کی عمدہ عمدہ سواریاں لے جائی جا رہی تھیں یعنی کوئی اسبابی مجبوری نہ تھی (استیعاب و طبقات) ایک شخص امام حسن کی خدمت میں اپنی کسی حاجت میں مدد چاہنے کے لیے حاضر ہوا حضرت خلوت میں اعتکاف میں تھے عذر کرا دیا پھر وہ امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے اس کی حاجت پوری فرما دی اور فرمایا خالصاً للہ کسی کی حاجت پوری کر دینا مجھے مہینہ بھر کے اعتکاف سے زائد دوست ہے (اسعاف) ایک بار ایک سفر میں ایک بڑھیا نے حضرت کو اپنی بکری کا کچھ دودھ پلایا اور پھر اُسکا گوشت کھلایا تھا کچھ عرصے بعد جب وہ بڑھیا قحط سالی سے پریشان حال مدینہ منورہ میں حاضر خدمت ہوئی تو حضرت نے اسے ہزار بکریاں اور ہزار دینار عطا فرمائے (نور الابصار) اور معرکۂ کربلا یعنی واقعہ شہادت حضرت امام میں جس صبر و ضبط جس استقامت و رضا بالقضاء جس اعتماد علی اللہ تعالےٰ جس اتباع شریعت غرا جس اقامت امر بالمعروف و نہی عن المنکر جس مادی طاقتوں اور دنیاوی قوتوں سے بے خوفی اور قوی مقتدر رجل جلالہ کی عون و قوت پر توکل اور ظالموں کے ہر طرح کے سخت ترین مظالم برداشت کرنے کے باوجود بھی نہایت استقلال سے کامل اعلان کے ساتھ اظہار حق اور فاسق فاجر کے اتباع و تعظیم و اعانت سے کامل بیزاری و اجتناب وغیرہ فضائل حمیدہ و صفات پسندیدہ کا روشن ثبوت اور اپنے جد کریم علیہ ثم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت کو زریں سبق

اور ان کی دین و دنیا دونوں کو سنوارنے اور آراستہ کر دینے والی درخشاں علمی تعلیم حضرت امام عالی مقام نے دی وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے جس کی شرح و بسط کے لیے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔

احادیث کی روایت حضرت امام عالی مقام خورد سال تقریباً سات برس کے تھے جو حضور سید الانام علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام نے وصال فرمایا پھر بھی آپ کو چند ارشادات حضور اقدس بلا واسطہ سُنے ہوئے یاد تھے اور آپ نے روایت بھی فرمائے اصحاب سنن وغیرہ محدثین نے اپنی کتابوں میں آپکی کچھ حدیثیں تخریج کی ہیں اور آپ اپنے والدین کریمین مولیٰ علی و حضرت سیدۃ النسا بی بی فاطمہ اور اپنے خال ہند بن ابی ہالہ اور امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطے سے بھی حضور اقدس سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے احادیث کے راوی آپ کے اخ معظم حضرت سیدنا امام حسن و حضرت ابو ہریرہ اور آپ کے صاحبزادے امام زین العابدین اور آپ کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ و سکینہ اور آپ کے پوتے امام محمد باقر اور شعبی و عکرمہ و شیبان الدولی و کرز التیمی وغیرہم ہیں (اصابہ و اکمال) امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں آپ کے پوتے حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضا کے واسطے سے آپ سے ایک حدیث روایت کرکے جس کی سند یہ ہے قال الامام علی الرضا حدثنی ابی موسیٰ الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال حدثنی حبیبی و قرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ و تبارک و تعالیٰ یقول" فرماتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا اگر میں اس سند کو مجنوں پر پڑھکر دم کروں تو اس کا جنون جاتا رہے وہ حدیث یہ ہے کہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن قالہا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی ۔ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے یہ کہا وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے امن میں ہو گیا اور کہا گیا کہ وہ حدیث یہ تھی الایمان معرفۃ بالقلب واقرار باللسان وعمل بالارکان" ایمان اتم و اکمل دل سے تصدیق و معرفت اور زبان سے اسکا اقرار اور ارکان دین پر عمل کرنا ہے امام ابن حجر فرماتے ہیں شاید یہ دو واقعے ہوں یعنی امام علی رضا نے یہ دونوں حدیثیں روایت فرمائی ہوں حضرت امام نے اپنے خلف ارشد آدم آل عبا حضرت سیدنا

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی التماس سے ایک کتاب مراۃ العارفین نام تالیف فرمائی
جس میں عالم صغیر یعنی حضرت انسان اور عالم کبیر کی باہم مطابقت دکھائی ہے ہمارے جد امجد
حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ عینی قدس سرہ نے فص الکلمات میں اس کا ذکر فرمایا اور
بطور نمونہ اس کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے جو ہم برائے تبرک خود اصل عربی زبان میں یہاں
نقل کرتے ہیں، حضرت امام فرماتے ہیں کل مافی القلم مجمل فہو فی روحہ مجمل و
کل مافی اللوح مفصل فہو فی قلبہ مفصل وکل مافی العرش مفصل فہو فی جسمہ
مفصل وکل مافی الکرسی مفصل فہو فی نفسہ مفصل فمن عرف نفسہ فقد عرف ربہ
وعرف جمیع الاشیاء ففکرک یا ولدی فیک یکفیک فلیس شیء خارجاً عنک اما تسمع
کیف یقول الحق سبحانہ اقرأ کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا
فمن قرأ ھذا الکتاب فقد علم ما ھو کان وما ھو یکون فان لم یقرأ
تمامہ فاقرؤا ما تیسر منہ الا تری فکیف یقول تعالیٰ سنریھم آیتنا
فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق وکیف قال وفی انفسکم افلا تبصرون
بعض کلمات شریفہ ایک بار حضرت اور امام حسن سے کسی بارے میں کچھ گفتگو آگئی درمیان
میں کچھ رکاوٹ واقع ہوگئی عرض کیا گیا کہ امام حسن آپ کے بڑے بھائی ہیں آپ تشریف لے جاکر
انھیں منالیں فرمایا میں نے سنا اپنے جد کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ جن دو شخصوں
میں کچھ شکر رنجی ہوجائے پس ایک ان میں کا دوسرے کو منالے تو جو اس میں سبقت کرے گا وہی
جنت میں آگے جائے گا اور میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ اپنے بڑے بھائی پر دخول جنت میں
سبقت کروں حضرت کا یہ فرمانا امام حسن کو پہنچا اور انھوں نے تشریف لاکر حضرت کو راضی کرلیا
ایک بار حضرت نے خطبہ فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو رغبت کرو برگزیدہ صفات کے
حصول میں اور دوڑو غنیمتوں میں اور اس نیکی میں اجر کی امید رکھو جس میں تم نے جلدی کی
یعنی نیکی کرنے میں جلدی کرو دیر نہ لگاؤ اور داد و دہش سے تعریف و مدح کماؤ اور ناجائز باطل
باتوں سے نام آوری نہ چاہو اور جان لو نیکی حمد کماتی ہے اور آخرت میں اجر دلاتی ہے پس اگر تم
نیکی کو کسی آدمی کی صورت میں دیکھ سکتے (یعنی اگر نیکی آدمی کی صورت بنے) تو بیشک تم اسے اس
طرح دیکھوگے کہ وہ بہت حسین وجمیل ہے جسے دیکھ کر لوگ خوش ہوتے ہیں اور اگر تم برائی کو آدمی

کی صورت میں دیکھو تو بیشک تم اسے کردہ صورت اس ہیئت میں دیکھو گے کہ دل اس سے نفرت
کریں اور آنکھیں اس سے بند ہو جائیں اے لوگو جس نے داد و دہش کی وہ سردار ہوا اور جس نے
بخل اور کنجوسی کی وہ ذلیل و خوار ہوا اور بیشک بڑا سخی وہ ہے جو اسے دیتا ہے جو اس سے کچھ
امید نہیں رکھتا اور بڑا درگذر کرنے والا وہ ہے جو باوجود (بدلہ لینے اور سزا دینے پر) قدرت کے
معاف کرتا ہے اور بڑا صلۂ رحم کرنے والا وہ ہے جو اس سے جوڑتا ہے جس نے اسے توڑ دیا اور جو
اپنے بھائی سے کوئی نیک سلوک خالص اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے اللہ اسے اس کی حاجت کے
وقت کفایت کرتا ہے اور اس سے زائد بلائیں اس سے دور فرماتا ہے اور جو اپنے بھائی سے کوئی
دنیا کی مصیبت دور کرتا ہے اللہ اس سے آخرت کی مصیبت دور فرماتا ہے اور جو اپنے بھائی سے
نیک سلوک کرتا ہے اللہ اسے نیک بدلہ دیتا ہے اور بیشک اللہ کا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے
اور فرماتے تمھاری طرف لوگوں کی حاجتیں اللہ کی تم پر نعمتیں ہیں پس تم ان نعمتوں سے غمگین اور
گراں بار نہ ہو کہ وہ تم پر عتاب ہو جائیں اور فرماتے بردباری زینت اور وفاداری مروت اور صلہ
نعمت اور بہت مال ہونا بے برکتی یعنی بہت مال جمع رکھنا اور اسے راہ حق میں خرچ نہ کرنا اور
اس کے حقوق نہ ادا کرنا بے برکتی ہے) اور جلدی کرنا بے وقوفی ہے اور بے وقوفی ضعف و کمزوری
اور حد سے گزر جانا ہلاکی، اور کمینوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شر اور فاسقوں بدکاروں کی نجاست
تہمت میں ڈالنے والی ہے اور جو اپنے بھائی کو کسی نیکی کے پہنچانے میں جلدی کرے گا کل جب وہ
اپنے رب کے حضور حاضر ہو گا تو اسے پائے گا حضرت کے ایک صاحبزادے نے وصال فرمایا
حضرت پر اس سے کچھ اندوہ گینی نہ دیکھی گئی جس پر اعتراض کیا گیا تو فرمایا ہم اہل بیت اللہ سے
مانگتے ہیں پس وہ ہمیں عطا فرماتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ ہماری محبوب چیز میں اس کا ارادہ فرماتا ہے
جو ہم پر گراں ہو تو ہم قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں، ایک دن آپ نے رکن کعبہ سے چمٹ کر یہ دعا
فرمائی اے اللہ تو نے مجھے نعمت دی تو مجھے تو نے شکر گذار نہ پایا اور تو نے مجھ پر بلائیں ڈالیں تو تو نے
مجھے صبر کرنے والا نہیں پایا پھر بھی باوجود ناشکری کے تو نے مجھ سے اپنی نعمت نہ چھینی اور باوجود
بے صبری کے تو نے مجھ پر بلاؤں کی شدت ہمیشہ نہ رکھی اے اللہ تو کریم ہے اور کریم نہیں کرتا مگر
کرم ہی۔ حضور مدینہ باسکینہ میں تشریف فرما رہے پھر اپنے والد ماجد امیر المومنین مولیٰ علی کے ساتھ
کوفے گئے اور ان کے ساتھ مشاہد میں شریک رہے اور کوفے ہی میں ان کی شہادت تک رہے، پھر

اپنے بھائی امام حسن کے ساتھ رہے یہانتک کہ اُنھوں نے خلافت سے جدائی اختیار فرمائی اُسکے بعد حضرت مدینہ تشریف واپس آگئے اور امیر معاویہ کی وفات تک وہیں قیام فرما رہے یہانتک کہ یزید مردود نے تخت نشین ہوکر آپ سے اپنی بیعت چاہی اور آپ نے نہ فرمائی اور حرم آلٰہی مکۂ مکرمہ کے دارالامن تشریف لے گئے ظالموں نے وہاں بھی نہ رہنے دیا اور آخر معرکۂ کربلا پیش آیا (اسعاف الراغبین نور الابصار)

اولاد امجاد صاحب ارشاد کہتے ہیں کہ حضرت کی چھ اولادیں تھیں حضرت علی بن الحسین الاصغر امام زین العابدین جنکا مفصل تذکرہ آگے آتا ہے اور حضرت علی اکبر جنکی والدہ ماجدہ لیلی بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں جو معرکہ کربلا میں شہید ہوگئے۔ اور حضرت جعفر جن کی والدہ قضاعیہ تھیں یہ اپنے والد ماجد کی حیات شریف میں انتقال کرگئے تھے نسل ان کی نہیں ہے اور حضرت عبد اللہ (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں) یہ صغیر السن معرکۂ کربلا میں شہید ہوگئے اور حضرت سکینہ ان کی سگی بہن تھیں ان دونوں کی والدہ رباب بنت امرا القیس بن عدی کلبیہ تھیں اور حضرت فاطمہ (صغرٰے) جنکی والدہ ماجدہ ام اسحق بنت حضرت سیدنا طلحہ احد العشرۃ المبشرہ تھیں (نور الابصار) اسی کی تائید حافظ عبد العزیز جنابذی و شیخ مفید عالمان انساب کی تصریحات سے ہوتی ہے (شجرۂ طیبہ) اور بعض نسابین حضرت کی اولاد ذکور چھ بتاتے ہیں اور اناث تین تیسری صاحبزادی بنام حضرت زینب اور صاحبزادوں میں ایک بنام محمد جو بقول بعض معرکۂ کربلا میں شہید اور بقول بعض اپنے والد ماجد کے سامنے انتقال فرما گئے تھے اور دوسرے صاحبزادے علی اصغر یا اوسط نام کرامام زین العابدین و عبد اللہ کے علاوہ اور زائد کرتے ہیں اور یہ کہ یہی وہ صاحبزادے ہیں جو عالم طفلی میں کسی ظالم کا تیر لگ کر معرکۂ کربلا میں شہید ہوگئے اور حضرت عبد اللہ امام کے ساتھ ظالموں سے جہاد فرماکر شہید ہوے (شجرہ و اسعاف و نور وغیرہ) اور بعض کے نزدیک ایک صاحبزادہ عمر نام اور تھے (نور) حضرت فاطمہ صغریٰ کا عقد اول حضرت حسن مثنی ابن امام حسن سے اور ان کے بعد حضرت عثمان کے پوتے عبد اللہ بن عمرو سے ہوا اور دونوں سے صاحب اولاد ہوئیں اور حضرت سکینہ کا نکاح حضرت مصعب بن سیدنا زبیر اور یکے بعد دیگرے اور کئی شخصوں سے ہوا جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے (اسعاف و نور)

شہادت مبارک حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف فرما تھے ایک فرشتہ کہ پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا اللہ تبارک و تعالیٰ سے حاضری کی اجازت لے کر آستاں بوس ہوا۔ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے اُم المومنین سے ارشاد فرمایا دروازے کی نگہبانی رکھو کوئی آنے نہ پائے اتنے میں سیدنا امام حسین دروازہ کھول کر حاضر خدمت ہوے

اور کود کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے حضور پیار فرمانے لگے فرشتے نے عرض کی
حضور انھیں چاہتے ہیں فرمایا ہاں عرض کی وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور کی امت انھیں شہید کریگی
اور حضور چاہیں تو میں وہ مکان حضور کو دکھاؤں جہاں یہ شہید کیے جائیں گے پھر سرخ مٹی اور ایک
روایت میں ہے ریت ایک میں ہے کنکریاں حاضر کیں حضور نے سونگھکر فرمایا ریح کرب بلا یعنی بے چینی اور بلا کی بو آتی ہے
پھر ام المومنین کو وہ مٹی عطا ہوئی اور ارشاد فرمایا جب یہ خون ہو جائے تو جاننا کہ حسین شہید ہوا
انھوں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ چھوڑی۔ ام المومنین کہا کرتیں جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی کیسی
سختی کا دن ہوگا چنانچہ ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ حضرت امام کی شہادت کے دن وہ مٹی
خون ہو گئی۔ دوسری میں ہے کہ ان کنکریوں سے خون جاری ہو گیا۔ امیر المومنین مولی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
صفین کو جاتے ہوئے زمین کربلا پر گزرے نام پوچھا لوگوں نے کہا کربلا یہاں تک روئے کہ زمین آنسوؤں سے
تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا حضور کو روتا پایا
سبب پوچھا فرمایا ابھی جبریل کہہ گئے ہیں کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے کربلا میں قتل کیا جائیگا
پھر جبریل نے وہاں کی مٹی مجھے سونگھائی مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور آنکھیں بہ نکلیں ایک روایت میں ہے
مولی علی اس مقام سے گزرے جہاں اب امام مظلوم کی قبر مبارک ہے فرمایا یہاں اُن کی سواریاں بٹھائی
جائیں گی یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں اُن کے خون گریں گے آل محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر زمین و آسمان روئیں گے۔ آخر وہ عظیم
سختی و مصیبت کا دن زمین و آسمان کو رلا دینے والا دن یزید پلید کے عہد سلطنت سراپا ظلم و بدعت
خباثت و شرارت میں آہی گیا۔ اور یزید پلید کے صوبہ ابن زیاد بدنہاد کے سپہ سالار ناہنجار ابن سعد کے
ٹڈی دل لشکر اشرار نے کربلا کے میدان میں نہایت ظلم و شقاوت سنگدلی و بے حیائی کے ساتھ تین دن کے
بھوکے پیاسے فاطمہ کے لال علی کی آنکھوں کے تارے محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم)
کے چہیتے پیارے پر چاروں طرف سے زغہ کرکے ان ہزاروں روباہ منش بلکہ اس سے بدتر
بزدلوں نامردظالموں شقیوں نے شیر خدا کے اکیلے شیر دلیر پر تیروں کی بارش اور نیزہ و تلوار کی
اندھا دھند یورش کرکے اُس امام عالی مقام کو شہید کر ڈالا۔ اللہ اکبر ظالموں کے چاروں طرف کے
حملے دفع کرتے کرتے تھک گئے ہیں زخموں سے چور ہیں ۳۳ زخم نیزے کے ۳۴ گھاؤ تلواروں کے
لگے ہیں۔ تیر کا شمار نہیں اٹھنا چاہتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے

نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا۔ سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا سر کاٹ لے اس کا ہاتھ کانپا سنان ولد الشیطان بولا تیرا ہاتھ بیکار رہوا اور خود گھوڑے سے اُتر کر محمد رسول اللہ کے جگر پارے تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جدا کر لیا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عاشورا محرم الحرام یوم جمعہ ۶۱؁ھ اکسٹھ ہجری بوقت نصف النہار ہوئی (مراۃ و اصابہ استیعاب و آئینہ وصواعق و اسعاف و طبقات وغیرہ) عمر شریف وقت وفات و شہادت میں متعدد اقوال منقول ہیں مگر پچپن برس اور چند مہینے کی اُس وقت عمر شریف ہونا جو صواعق محرقہ میں مذکور ہے سن چار ہجری میں ولادت باسعادت ہونے کے اقوال صحیح سے مطابق ہے۔ حضرت ام سلمہ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں روتے دیکھا اس حال میں کہ آپ کا سر مبارک اور ریش مقدس خاک آلودہ ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے فرمایا ابھی حسین قتل کیے گئے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے ایک دن دوپہر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا بال بکھرے ہوے گرد آلودہ، دست مبارک میں ایک شیشہ جس میں خون بھرا ہوا، میں نے عرض کیا یہ کیا ہے۔ فرمایا حسین اور اُن کے اصحاب کا خون ہے جسے میں آج صبح سے اٹھا رہا ہوں لوگوں نے اس دن کا خیال رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت امام اسی دن شہید ہوے تھے (صواعق و اصابہ وغیرہ) ترمذی و بخاری وغیرہما حضرت ابن عمر سے راوی اُن سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ مچھر کا خون پاک ہے یا نہیں اور دوسری روایت میں ہے یہ دریافت کیا کہ جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے وہ اگر مکھی مار ڈالے تو اس پر کیا بدلہ لازم آئے گا حضرت ابن عمر نے سائل سے دریافت فرمایا تو کہاں کے لوگوں میں سے ہے اس نے کہا عراق والوں میں سے حضرت نے فرمایا دیکھو تو یہ مجھ سے مچھر کے خون کی نسبت اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا کہ مکھی سی حقیر چیز کے قتل کے بارے میں تو فتوے پوچھنے آیا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ حد سے گزر گئے اور اپنے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بیٹے کو اُن کی اس جلالت شان کے باوجود شہید کر ڈالا (یعنی اتنے بڑے جرم کے ارتکاب کے وقت فتوے نہ لیا) حالانکہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ حسنین میرے دو گلاب کے پھول ہیں دنیا سے (اسعاف) حضرت امام اور اُن کے ساتھیوں نے ایک فاسق فاجر یزید پلید کی بیعت و اطاعت نہ اختیار فرما کر انتہائی سختیاں اور تکالیف اور نظر ظاہر میں مال و اولاد جان و ناموس سبکی وہ ہولناک ترین تباہیاں و بربادیاں

برداشت کرکے ہمارے سامنے جس صبر واستقلال جواں مردی اور حق کے مقابل مادی دنیاوی طاقتوں سے بے خوفی اور تعمیل احکام الٰہی پر جس ثبات واستقامت کا عملی بے نظیر نمونہ پیش فرمایا آج اُس کو ہم اپنا دلیل راہ بنائیں اور حضرت امام کی بنائی ہوئی اسی شاہراہ پر چلیں تو دارین کی فلاح وصلاح تک ہماری رسائی بعونہٖ تعالےٰ یقینی ہے۔

بعد شہادت حضرت امام بعض خبثائے لئام نے تن مبارک پرگھوڑے دوڑاکر لاش مبارک کو روندا کہ سینہ وپشت نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں لباس مبارک اتار لیا خیمۂ مبارک اور اہلبیت کرام کا تمام سامان واسباب لوٹ لیا۔ پھر سر مبارک امام مظلوم وشہدائے مرحوم ابن زیاد کے پاس اور وہاں سے یزید پلید مایہ فساد کے پاس بھیجے گئے اور لاش بے سر نور دیدۂ رسول علیہ الصلاۃ والسلام ودیگر شہدائے کرام وہیں میدان کربلا میں پڑی رہنے دیں دوسرے دن قریہ عامریہ کے لوگوں نے اُسی میدان میں حضرت امام اور سب شہدائے عالی مقام کو دفن کیا (نور دآئینہ) سر مبارک کے دفن میں بعض کہتے ہیں بقیع شریف قبۂ اہلبیت میں جسے نجدی خبث ابن سعود نے حال میں کھود ڈالا دفن ہے اور نورالابصار واسعاف الراغبین میں بہت سے اصحاب کشف وشہود اولیائے کرام وعلمائے عظام سے نقل کیا ہے کہ قاہرۂ مصر کے مشہد حسینی میں دفن ہے حضور کے شاعر یحیٰی بن حکم وغیرہ ایک جماعت اور دروازہ مبارک کے نگہبان اسعد ہجری تھے اور نقش نگین انگشتری مبارک "لکل اجل کتاب" تھا (نورالابصار)

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت چوتھے امام ہیں "علی"[ع] اسم شریف اور ابوالحسین وابوالحسن وابومحمد وابوبکر وابوالقاسم وابوعبداللہ (علی تعدد الاقوال) کنیت مبارک اور سجاد وزین العابدین وذکی وامین وسید العابدین وذوالثفنات القاب مبارک (نور وسنوات وتہذیب وشجرہ)

ع[۵] اسعاف ونور وسنوات میں ہے کہ علی اصغر حضور ہی کو کہتے تھے اور نظم اللالی میں خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے ہے کہ چونکہ حضرت اپنے جد امجد مولی علی کے سامنے پیدا ہو گئے تھے اس لیے علی اصغر کہلاتے تھے ۱۲ احمد میاں

مشہور تر کنیت ابو الحسن اور مشہور تر لقب زین العابدین ہے (اسعاف) حلیۂ مبارک گندمی رنگ لاغر بدن چھوٹا قد تھے۔ شاعر حضرت کے فرزدق وغیرہ اور نگہبان در ابو جبلہ اور نقش خاتم مبارک وما توفیقی الا باللہ تھا (نور) بیعت طریقت وخلافت حضرت کو اپنے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ سے تھی (النور والبہا، وغیرہ)

ولادت شریف اپنے جد امجد امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کی شہادت کے وقت (سنہ ۴۰ھ میں) دو برس کے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے وقت سنہ ۶۱ھ میں تیئیس ۲۳ برس کے (تہذیب وصواعق واتحاف) سن ولادت میں اگرچہ اقوال متعدد ہیں مگر ان دونوں واقعوں کے لحاظ سے سنہ ۳۸ھ میں ولادت شریف ہونیکا قول زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ہمارے جد امجد حضرت سید شاہ حمزہ نے فص الکلمات میں نیز اصحاب نور و اسعاف نے اپنی کتابوں میں اسی پر اقتصار کیا ہے۔ ولادت شریف مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ ماہ ویوم ولادت میں بھی اقوال متعدد ہیں مگر علامۂ آزاد بلگرامی نے شجرۂ طیبہ میں اور صاحبان نور و اسعاف نے اپنی کتابوں میں پنجم شعبان روز پنجشنبہ ہی پر اقتصار کیا ہے۔ حضرت کی والدۂ ماجدہ اُم ولد تھیں یزدجرد (آخری بادشاہ فارس) پسر شہریار بن شیرویہ بن پرویز بن ہرمز بن کسری نوشیرواں کی بیٹی شہربانو[عـه] نام اور شاہ زنان لقب (مراۃ وشجرہ واسعاف وسنوات وغیرہ) ابو القاسم زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں نقل کیا ہے۔ نیز سیرت حلبیہ میں ہے کہ جب فاروق اعظم کے عہد خلافت میں ایران کے قیدی مدینۂ منورہ میں لائے گئے تو ان میں یزدجرد کی تین لڑکیاں بھی تھیں حضرت عمر نے منادی کو حکم دیا کہ ان کی بولی بولے اور نقاب ان کے چہروں سے دور کر دی جائے تاکہ مسلمان موافق پسند ایک دوسرے سے بڑھ کر قیمت لگائیں۔ مگر اُنھوں نے اپنے چہرے نہ کھولنے دیے اور اُس کے سینہ میں ٹھوکا مارا حضرت عمر نے ناراض ہو کر درہ اٹھانا چاہا اور یہ رونے لگیں۔ یہ دیکھکر مولے علی نے فرمایا اے امیر المومنین رکیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

[عـه] بعض نے حضرت زین العابدین کی والدہ کا نام سلافہ اور بعض نے سلامہ یا غزالہ بھی بتایا ہے۔ مگر مشہور شہر بانو ہی ہے ۱۲۔ محمد میاں غفرلہ۔

کسی قوم کا عزت والا ذلیل ہو جائے اور مالدار فقیر ہو جائے تو اس پر رحم کرو حضرت عمر کا غضب ٹھنڈا پڑا اور حضرت مولیٰ علی نے فرمایا کہ بادشاہوں کی اولاد کے ساتھ عام بازاری لوگوں کی لڑکیوں کا سا معاملہ نہ کرنا چاہیے۔ حضرت عمر نے فرمایا پھر آخر انھیں کس طرح بیچنا چاہیے (تاکہ مال غنیمت تقسیم ہو) مولیٰ علی نے فرمایا ان کی قیمت لگوائیے اور جب قیمت مقرر ہو جائے تو جو انھیں لینا چاہے وہ لیلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیمت لگوائی اور خود حضرت مولیٰ علی نے ان تینوں کو لے لیا پھر اُن میں سے ایک کو تو خود حضرت عمر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو دے دیا جن سے اُن کے صاحبزادے حضرت سالم پیدا ہوئے، اور ایک کو اپنے صاحبزادے حضرت سیدنا امام حسین کو دیا جن سے حضرت کے صاحبزادے امام زین العابدین تولد ہوئے اور ایک کو حضرت محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیا جن سے اُن کے صاحبزادے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ بس یہ تینوں حضرات آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں اور تینوں کی مائیں بادشاہ فارس کی بیٹیاں۔ مبرد کی کتاب کامل میں ایک حکایت طویل کے بعد ہے کہ اس سے پہلے اہل مدینہ منورہ لونڈیوں کو بی بی بنانا مکروہ رکھتے تھے یہاں تک کہ یہ تینوں حضرات لونڈیوں سے پیدا ہوئے اور اپنے زمانے والوں پر تمام اہل مدینہ میں علم دین و فقہ و ورع و تقویٰ میں فائق اور امام مسلم ہو گئے تو لوگوں کو لونڈیوں میں رغبت پیدا ہو گئی (مراۃ و شجرہ و اسعاف)

فضائل مبارکہ حضرت وارث برکات نبوت حامل فضائل امامت زین عباد شمع اوتاد اکرم و اعبد اہل زمانہ اکابر سادات کرام و اجلہ ثقات و اعلام تابعین عظام سے تھے (اکمال وغیرہ) حضرت امام سفیان ابن عیینہ نے امام زہری سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں نے کسی قریشی کو امام علی بن حسین سے افضل نہیں دیکھا۔ نیز فرماتے ہیں نے ان سے بڑھ کر فقیہ کسی کو نہ دیکھا۔ امام مالک نے فرمایا اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں (اُن کے زمانے میں) اُن کا مثل نہ تھا۔ حضرت سعید ابن المسیب نے فرمایا میں نے ان سے زیادہ پرہیز گار خدا سے ڈرنے والا کسی کو نہ دیکھا ایسا ہی ایک جماعت سلف سے مروی ہے اور بعض سلف نے جن میں سے ایک حضرت سعید بن المسیب ہیں فرمایا ہم نے اُن سے بڑھ کر فضل والا نہ دیکھا حضرت امام یحییٰ بن سعید محدث نے فرمایا میں نے (یہ حدیث) امام علی بن حسین سے سنی اور وہ بہترین قریشی ہیں جنھیں میں نے پایا (تہذیب التہذیب و مراۃ الجنان وغیرہ)

سیرت شریفہ حضرت بہت بڑے عابد متقی خاشع و خائف من اللہ الواحد القہار تھے

یہاں تک کہ جب وضو کرنے بیٹھتے چہرۂ مبارک کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا خوف خدا سے اور وضو اور
نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو بدن کانپنے لگتا لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا تم نہیں جانتے کہ کس (ملک جبار)
کی حضوری میں کھڑا ہوتا ہوں۔ اور جب آندھی چلتی تو حضور (خوف خدا سے) غش کھا کر گر پڑتے
(مرأۃ الجنان وصواعق) اور حضرت سعید بن المسیب اور امام مالک رحمہما اللہ تعالی سے مروی ہے
کہ حضرت وصال مبارک تک ہر رات اور دن میں ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے اور اپنی اس
عبادت گزاری کی کثرت وحسن ہی کے سبب سے حضرت کا لقب زین العابدین مقرر ہوگیا (صواعق
وتہذیب التہذیب ومرأت واسعاف وغیرہ) اور شواہد النبوۃ اور شجرہ طیبہ میں ہے کہ زین العابدین
سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک رات حضرت نماز تہجد پڑھ رہے تھے کہ شیطان لعین ایک اژدہائے
مہیب وخوفناک کی صورت میں سامنے آیا تاکہ ڈرا کر نماز سے باز رکھے اور آکر حضرت کی انگشت پائے
مبارک کو پکڑ لیا مگر حضرت نے اب بھی التفات نہ فرمایا یہاں تک کہ اس خبیث نے حضرت کو
اذیت بھی پہنچائی مگر حضرت نے نماز قطع نہ فرمائی۔ اس کے بعد خدا تعالے نے حضرت پر یہ ظاہر فرمایا
کہ یہ مردود شیطان ہے اب حضرت نے اُسے سخت ودرشت کہہ کر طپانچہ مار کر فرمایا کہ اے ملعون
ذلیل وخوار ہو کر دور ہو۔ جب وہ دور ہو گیا تو حضرت نے چاہا کہ کھڑے ہو کر اب اپنا بقیہ ورد تمام
فرمالیں اس وقت ایک غیبی آواز جس کا کہنے والا دکھائی نہ دیتا تھا تین بار یہ سنی کہ "انت زین العابدین"
آپ زین العابدین ہیں اور امام ابن المدینی حضرت جابر سے راوی انھوں نے فرمایا میں نبی
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور امام حسین حضور کی گود میں بیٹھے اور حضور انکو کھلا رہے
تھے۔ پس حضور نے فرمایا اے جابر ان کے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام "علی" ہوگا جب قیامت کا
دن ہوگا تو منادی (اُسے، اس لقب سے) پکارے گا کہ سید العابدین کھڑے ہوں تو انکا وہ بیٹا
کھڑا ہوگا۔ پھر اُس کے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا نام محمد (امام باقر) ہوگا اے جابر اگر تم اُسے پانا تو اسے
میرا اسلام کہنا (صواعق) اور استقامت وصبر وتوکل علی اللہ تعالی کا یہ مرتبہ تھا کہ ایک مرتبہ حضرت کے
دولت خانہ مبارک میں آگ لگ گئی اور حضرت اُسی مکان میں نماز کے سجدے میں تھے۔ لوگوں نے
چلانا شروع کیا اے ابن رسول اللہ آگ لگ گئی، مگر حضرت نے اپنا سر سجدے سے نہیں اُٹھایا، آگ
بجھ جانے کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ حضرت کو کس وجہ سے اس آگ کی طرف توجہ نہ ہوئی فرمایا مجھے
آخرت کی اس (ہولناک آگ) نے اس طرف توجہ کرنے سے باز رکھا (مراۃ واسعاف وغیرہ)

حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک بار امام زین العابدین نے حج کا احرام باندھا جب آپ کی سواری آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ کا رنگ زرد پڑ گیا اور جھرجھری آکر جاڑا چڑھ آیا یہاں تک کہ اس کی وجہ سے آپ لبیک نہ کہہ سکے۔ عرض کیا گیا کہ حضور لبیک کیوں نہیں فرماتے فرمایا ڈرتا ہوں کہ میں تو لبیک کہوں اور مجھے جواب دیا جائے کہ لا لبیک تمہاری لبیک قبول نہیں، عرض کیا گیا کہ لبیک کہنا تو ضروری ہے۔ اس پر آپ نے لبیک فرمائی۔ مگر کہتے ہی غش کھا کر سواری سے گر پڑے۔ یہی حالت برابر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اسی طرح آپ نے حج پورا فرمایا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ آپ نے حج کے لیے احرام باندھا۔ پس جب لبیک کہا تو غش کھا کر ناقۂ مبارک سے گر پڑے اور کمزور ہو گئے (تہذیب) حضرت صدقہ پوشیدہ دیا کرتے اور فرماتے تھے صدقۃ السر تطفی غضب الرب" ابن عائشہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ منورہ کہتے امام علی ابن حسین کے وصال کے بعد ہی ہم نے مخفی صدقہ کھویا۔ محمد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کچھ لوگ خوش و خرّم (بلا ذریعہ معاش ظاہری) عیش و آرام سے زندگی گزارا کرتے تھے اس سے واقف نہ تھے کہ اُن کی بسر اوقات کہاں سے ہوتی ہے۔ جب امام زین العابدین نے وفات پائی تو وہ جو انھیں رات میں (رزق و مال) پہنچتا تھا جاتا رہا، اور اب پتہ چلا کہ حضرت انھیں رات میں خفیہ خرچ پہنچاتے تھے (تہذیب و نور) اور جود و سخاوت کا یہ مرتبہ تھا کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں میرے والد ماجد امام علی ابن الحسین نے اپنے مال کو اللہ عز و جل کے لیے دو بار بانٹا اور فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ مومن گنہگار بہت توبہ کرنیوالے کو دوست رکھتا ہے اور امام علی بن موسیٰ رضا اپنے آبائے کرام کی سند سے فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین نے فرمایا میں اللہ عز و جل سے اس بات میں حیا کرتا ہوں کہ میں اپنے کسی (مسلمان) بھائی کیلیے اس سے جنت طلب کروں اور خود اُسے مال دنیا دینے میں بخل کروں (تہذیب) رات میں اپنی پشت مبارک پر لاد کر روٹیوں کی خورجی لے جاتے اور فقراء پر تصدق فرماتے اور کسی پر ظاہر نہ کرتے یہانتک کہ بعد وصال جب لوگوں نے نہلایا تو پشت مبارک پر بوجھ اُٹھانے سے جو بڑا سیاہ دھبّا پڑ گیا تھا وہ نظر پڑا اور اس وقت پتہ چلا کہ حضرت رات کو آٹے کا بورا اُٹھا کر لیجاتے اور فقرائے مدینہ پر تصدق فرماتے نیز بعد وصال دریافت ہوا کہ حضور سو گھرانوں کو کھانا پہنچاتے تھے بنادی کہتے ہیں کہ مرض موت میں حضرت کے پاس محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئے اور رونے لگے حضور نے سبب پوچھا۔ کہا مجھ پر پندرہ ہزار دینار قرض ہیں فرمایا بس یہ بات ہے اچھا اُنھیں ہم

اداکر دیں گے اور ادا فرما دیے (نور واسعاف) ایک بار آپ حج کے لیے چلے آپ کی بہن حضرت سکینہ نے
ایک ہزار درہم آپ کو بھجوائے، لوگوں نے وہ موضع حرہ (قریب مدینہ منورہ) میں آپ کی خدمت میں حاضر
کیے، آپ جب سواری سے نیچے اُترے تو وہ سب اُسی وقت مساکین کو تصدق کر دیے (نور) ایکبار
ہشام بن عبد الملک اپنے باپ یا بھائی ولید کی زندگی میں حج کے لیے حاضر ہوا، مگر بوجہ کثرت ہجوم
حجاج اُسے حجر اسود تک کوشش کے باوجود پہنچنا نہ میسر ہوا، تو اُس کے لیے زمزم شریف کی جانب ایک
منبر بچھا دیا گیا جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کے ہجوم کم ہونے کا انتظار کرنے لگا، اور اُس کے گرداگرد ایک
گروہ عمائد ملک شام کا تھا کہ اسی درمیان میں امام زین العابدین تشریف لائے جب حجر اسود کے قریب
پہنچے تو لوگ حضور کے ادب واحترام کی وجہ سے اِدھر اُدھر ہٹ گئے اور حضور نے حجر اسود کو بوسہ دے لیا
اہل شام نے ہشام سے کہا یہ کون ہیں جن سے لوگ اس قدر ڈرتے اور اُن کا یہ ادب واحترام کرتے
ہیں، ہشام اس ڈر کے مارے کہ کہیں یہ شامی حضرت کے گرویدہ نہ ہو جائیں (دانستہ نادان بن کر)
بولا میں انھیں نہیں پہچانتا، اتفاق سے وہاں اُس وقت فرزدق شاعر بھی حاضر تھا اس نے کہا مجھ سے
سنو یہ کون ہیں اور پھر اُس نے ایک قصیدہ غرا حضرت کی مدح ومنقبت میں پڑھا جسکے چند اشعار ہیں،

ھذا الذی یعرف البطحاء وطأته — والبیت یعرفه والحل والحرم
ھذا ابن خیر عباد الله کلھم — ھذا التقی النقی الطاھر العلم
اذا راته قریش قال قائلھا — الی مکارم ھذا ینتھی الکرم
ینمی الی ذروة العز التی قصرت — عن نیلھا عرب الاسلام والعجم
ھذا ابن فاطمة ان کنت جاھله — بجده انبیاء الله قد ختموا
فلیس قولك من ھذا بضائره — العرب تعرف من انکرت والعجم
من معشر حبھم دین وبغضھم — کفر وقربھم منجی ومعتصم
لا یستطیع جواد بعد غایتھم — ولا یدانیھم قوم وان کرموا

یہ سن کر ہشام نے غصہ کے مارے فرزدق بیچارے کو عسفان میں قید کر دیا اور حضرت امام نے
اُسے بارہ ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا اور یہ عذر کرا بھیجا کہ اس وقت یہی تھے اگر اس سے زائد ہوتے
البتہ ہم تجھے اور زائد عطا فرماتے اُس نے عرض کیا میں نے جو کچھ حضور کی مدح میں عرض کیا
خالص اجر آخرت اور خوشنودی اللہ عزوجل کے لیے عرض کیا تھا نہ کہ اس مال وزر کیلیے

حضرت نے فرمایا ہم اہل بیت جس کسی کو جو کچھ بخشدیتے ہیں وہ اس سے واپس نہیں لیا کرتے تو فرزدق نے وہ عطیہ قبول کر لیا، پھر قید خانہ سے ہشام کی ہجو کہہ کر اُسے بھیجی تو اُس نے اُسے حبس سے نکال لیا (صواعق ومرات وغیرہ) اور عفو اور درگزر کا یہ عالم تھا کہ اس بارے میں آپ سے مثال دی جاتی تھی عجیب عجیب وقائع اس بارہ میں آپ سے منقول ہیں، ایک دن آپ مسجد سے نکلے ایک شخص ملا اور آپ کی شان میں بہت سخت گستاخی کی آپ کے خدام اور غلاموں نے ادب دینا چاہا، آپ نے انھیں روک کر اُس شخص سے فرمایا کس چیز نے تجھ سے ہمارا حق چھپا لیا کیا تجھے کوئی حاجت ہے تو ہم تیری مدد فرمائیں۔ اب وہ شرمندہ ہوا۔ آپ نے اُسے اپنی چادر مبارک اڑھاوی اور پانچ ہزار درم اور دلوائے وہ بولا میں گواہی دیتا ہوں، بیشک حضور اولاد مصطفےٰ سے ہیں (علیہ وعلی اولادہ الصلاۃ والسلام) ایک شخص نے آپ کو بُرا بھلا کہا آپ نے فرمایا اے شخص میرے اور جہنم کے درمیان ایک عقبہ ہے اگر میں اس سے بخیریت گزر گیا تو مجھے تیرے اس بُرا بھلا کہنے کی پروا نہیں۔ اور اگر میں اُس سے نہ گزر سکا تو میں اس سے زائد کا مستحق ہوں جو تو نے کہا کیا تجھے کوئی حاجت ہے یہ کرم دیکھ کر وہ شخص اپنی گستاخی پر شرمندہ ہوا (نور واسعاف) اور جب کسی شخص کی نسبت آپ کو یہ خبر پہنچتی کہ اُس نے آپ کو بُرا کہا تو آپ اُس کے گھر تشریف لیجاتے اور اُس سے بمہربانی ولطف ارشاد فرماتے اگر جو تم نے ہمیں کہا وہ حق ہے تو اللہ ہمیں بخشے اور اگر وہ باطل ہے تو اللہ تمھیں بخشے والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (طب) ایک شخص نے حضور کی شان مبارک میں بہت زباں درازی کی اور بُرا کہا مگر حضور اُس سے دانستہ براگئے۔ اس پر اُس نے (یہ سمجھکر کہ شاید حضور نے سنا نہیں) یوں جتایا کہ یہ میں آپ ہی کو کہہ رہا ہوں۔ حضور نے جواب دیا اور میں بھی تجھی سے درگذر کر رہا ہوں اور اس آیۂ کریمہ کی طرف اشارہ کیا خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین" ایک بار کسی نے آپ پر کچھ افترا باندھا، آپ نے فرمایا اگر میں ایسا ہوں جیسا تو مجھے بتاتا ہے تو میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اگر میں ایسا نہیں ہوں جیسا تو مجھے کہتا ہے تو خدا تجھے بخشے وہ شخص یہ عفو وکرم دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا، اور حضرت کا سر مبارک چوم کر عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں آپ ہرگز ویسے نہیں جیسا میں نے افترا باندھا حضور مجھے بخشدیں حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے بخشے وہ شخص بولا اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ (یعنی یہ عفو وکرم خاندان نبوت کی ہی شان ہے) (مرات) خوف خدا قلب مبارک پر اس قدر غالب تھا کہ اکثر اوقات رویا کرتے

اور واقعۂ ہائلہ کربلا کے بعد سے تو مدۃ العمر کبھی کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا (نظم اللالی) جویریہ بن اسماء
کہتے ہیں امام علی بن حسین نے اپنی حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی قرابت کی وجہ سے (یعنی اسکا نام لیکر)
کبھی ایک درہم بھی نہ کھایا (تہذیب) اپنی طہارت وضو وغیرہ میں کسی کی اعانت پسند نہ فرماتے
عادت کریمہ یہ تھی کہ اس کے لیے پانی خود ہی کھینچتے اور آرام فرمانے سے پہلے اُسے ڈھانک کر رکھدیتے
پھر جب رات میں (نماز تہجد وغیرہ کیلیے) اُٹھتے "پہلے مسواک فرماتے پھر وضو کرکے نماز پڑھتے، اور
ان کے جو وظیفے اور ورد رہ گئے ہوتے انھیں ادا فرماتے، تہجد کی نماز سفر اور حضر میں کبھی ترک نفرماتے
ایک بار وضو کے لیے پانی وظیفہ کے وقت میں ہی آپ کے قریب رکھدیا گیا، آپ نے ہاتھ برتن پر رکھا
پھر سر مبارک اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے اور چاند اور تاروں میں اس خالق بیمثال کی صنعت و
قدرت میں غور کرنے لگے، اور ایسے مستغرق ہوئے کہ ساری رات گزر گئی موذن نے صبح اذان دیدی
اور حضرت کا ہاتھ ویسے ہی برتن پر رکھا رہا اور رات گزر جانا معلوم نہوا (اسعاف و مرات وغیرہ)
اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ بہت ہی بر واحسان ادب واحترام مدنظر رکھتے، ایک بار آپ سے عرض
کیا گیا کہ یہ کیا بات ہے باوجودیکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ بہت ہی بر واحسان
فرماتے ہیں مگر آپ کو ان کے ساتھ ایک رکابی میں کھاتا نہیں دیکھتے، فرمایا اسلیے کہ میں اس سے
ڈرتا ہوں کہ کہیں میرا ہاتھ اس پر پہلے نہ جا پڑے جس پر اُن کی آنکھ پہلے پڑی ہو (مرات) اور تواضع
وانکسار اس قدر تھا کہ ایک بار ایک قوم نے حاضر خدمت ہو کر حضرت کی صفت وثنا کی۔ فرمایا"
ما اکذبکم واجرأکم علی اللہ نحن من صالحی قومنا فحسبنا ان نکون من صالحی قومنا (تہذیب)
کس قدر غلط گو اور بیباک ہو تم اللہ عزوجل پر (یہ کہتے ہیں) کہ ہم اپنی قوم کے نیکوں میں سے ہیں
پس ہم کو تو یہی کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالحین میں ہو جائیں۔

بعض کرامات ایک بار حضرت اپنے اصحاب کے ساتھ جنگل میں تشریف فرما تھے ناگاہ ایک ہرنی
وہاں آئی اور حضرت کے برابر کھڑی ہو کر اپنے ہاتھ پانوں زمین پر مارنے اور چلانے لگی حاضرین نے
عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ ہرنی کیا کہتی ہے فرمایا یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرے بچے کو
پکڑ لے گیا ہے اور اس دن سے میں نے اُسے دودھ نہیں پلایا ہے بعض حاضرین کے دل میں
اس بات کی طرف سے کچھ انکار آیا حضرت نے ایک شخص کو بھیج کر اُس قریشی کو بلوایا اور
اُس سے فرمایا کہ یہ ہرنی تیری شکایت کرتی ہے کہ کل تو اس کے بچے کو پکڑ لے گیا

اور اُس وقت سے اب تک اُسے دودھ نہیں پلایا اب یہ ہم سے درخواست کرتی ہے کہ تو اس کا بچہ
اسے دے کہ یہ اسے دودھ پلا دے پھر دودھ پلا کر بچہ تجھے واپس کر دے گی۔ قریشی بچہ لے آیا اور
اُس کو اُس نے دودھ دیا پھر حضرت نے اُس سے فرمایا کہ یہ بچہ وہ حضرت کو دیدے اور پھر حضرت
نے وہ بچہ اُس کی ماں کو دے دیا، ہرنی اپنے بچے کو لے کر آواز دیتی چلی گئی، حاضرین نے پوچھا
اے ابن رسول اللہ اب یہ کیا کہتی ہے فرمایا تمھارے لیے دعائے خیر دیتی ہے کہ اللہ تعالےٰ تمھیں
جزائے نیک دے (سنوات وشواہد) اور ابن حمدون امام زہری سے راوی ہیں کہ عبد الملک ابن
مروان حضرت کو مدینہ منورہ سے قید کر کے ہتکڑیاں ہاتھوں میں اور طوق گردن مبارک میں اور
بھاری بھاری بیڑیاں ڈال کر لے گیا اور نگہبان مقرر کر دیے حضرت زہری رخصت ہونیکے لیے
حاضر خدمت ہوئے حضرت امام ایک خیمہ میں قید تھے وہ حضرت کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگے اور
عرض کیا کہ کاش میں آپ کی جگہ ہوتا اور حضرت آزاد ہوتے حضرت نے فرمایا کیا تم یہ گمان
کرتے ہو کہ یہ قید ہمیں تکلیف دیتی ہے اگر ہم چاہیں تو یہ نہ رہے اگر تمھیں یا تمھارے دوسرے
ایسے دوسروں کو کوئی غم پہنچے تو چاہیے کہ عذاب الٰہی کو یاد کرے تاکہ وہ غم آسان ہو جائے (ہمنے بھی
یہ قید اس لیے رہنے دی ہے کہ) یہ ہمیں عذاب الٰہی کی یاد دلاتی ہے پھر اپنے دونوں پانوں اور
دونوں ہاتھ بیڑیوں ہتکڑیوں سے نکال لیے اور اپنی قدرت دکھا کر پھر ویسے ہی کر لیے پھر فرمایا
ہم اس حال پر (یعنی بصورت گرفتاری) ان کے ساتھ دو منزل سے زائد نہ رہیں گے۔ پس
دو دن نہیں گزرے تھے کہ نگہبان نگہبانی کرتے ہی رہے اور حضرت وہاں سے تشریف لے گئے
زہری کہتے ہیں میں عبد الملک کے پاس گیا تو اُس نے مجھ سے اس بارے میں پوچھا میں
جو جانتا تھا وہ اُسے بتا دیا تو اُس نے کہا کہ جس وقت نگہبانوں نے حضرت کو گم کر دیا اُسی وقت
حضرت میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا ما انا وانت یعنی تجھے مجھ سے کیا مطلب ہے
میں نے عرض کیا آپ میرے پاس تشریف رکھیے۔ فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا اور تشریف
لے گئے پس قسم اللہ کی میرا دل اُن کے ڈر سے بھر گیا اور اسی وجہ سے عبد الملک نے
حجاج کو لکھ بھیجا کہ بنی عبد المطلب کے خونوں سے بچے اور اُسے اس حکم کے چھپانے کا حکم دیا گیا
مگر حضرت کو یہ کشف سے ظاہر ہو گیا پس حضرت نے اُسے تحریر فرمایا کہ تو نے حجاج کو
فلاں دن پوشیدہ طور پر ہم بنی عبد المطلب کے حق میں یہ باتیں لکھ بھیجی ہیں اللہ

تجھے اس کا بدلہ اچھا دے اور یہ والا نامہ اسے بھیجدیا جب یہ والا نامہ اسے پہنچا تو اُس نے
اس کی تاریخ اپنے حجاج کو اُس حکم لکھنے کی تاریخ سے مطابق پائی اور حضور کے غلام کے اس والانامہ کو
لے کر روانہ ہونے کی تاریخ اپنے قاصد کی حجاج کے پاس روانگی کی تاریخ سے مطابق پائی تو اُس نے
جانا کہ یہ حضرت کو کشف سے معلوم ہو گیا تھا تو وہ اُس سے خوش ہوا اور حضرت کے غلام کے ہمراہ
اس کی سواری کے بوجھ بھر درہم اور عمدہ کپڑے نذر کیے اور عرض کرایا کہ مجھے بھی اپنی نیک دعاؤں
میں فراموش نہ فرمائیں (صواعق وشواہد واسعاف) ایک بار ناقہ مبارک نے چلنے میں سستی کی
حضرت نے اپنا عصا اور کوڑا اسے دکھا کر فرمایا کہ خوب تیز چل ورنہ اس سے ماروں گا وہ
تیز چلنے لگی اور اُس دن سے کبھی چلنے میں سستی نہ کرتی، نیز شب وصال اپنے صاحبزادہ
امام محمد باقر سے فرمایا ہمارے لیے وضو کو پانی لے آؤ وہ حاضر لائے فرمایا دوسرا لاؤ
اس میں جانور مر گیا ہے رات اندھیری تھی اُنھوں نے چراغ جلا کر دیکھا تو واقعی اس میں چوہا
مر گیا تھا وہ اور پانی لائے حضرت نے وضو فرمایا پھر فرمایا اس رات ہمارا وعدۂ وصال
آپہنچا ہے اور وصیت فرمائی (اور وصال فرمایا) نیز حضرت کی ایک اونٹنی تھی جب
مکہ معظمہ کو اُس پر تشریف لے جاتے کوڑا اُس کے پالان کے سامنے لٹکا دیتے
مارنے کی کچھ حاجت نہ ہوتی یہاں تک کہ پھر مدینہ منورہ کو آجاتی جب حضرت
نے وصال فرمایا اُس اونٹنی نے حضرت کے مزار کے سرہانے اپنا سینہ
زمین پر رکھکر رونا شروع کیا۔ امام محمد باقر نے آکر فرمایا بس کہ اُٹھ کھڑی ہو
مگر وہ ویسے ہی روتی رہی یہاں تک کہ تیسرے دن مر گئی۔ ایک ثقہ راوی کہتے ہیں کہ
میں حاضر خدمت تھا ناگہاں چڑیوں کے ایک گروہ نے حضرت کے سر مبارک کے گرد
گھومنا اور بولنا شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا جانتے ہو یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں،
میں نے کہا نہیں، فرمایا اپنے رب کی پاکی بیان کرتی ہیں اور اپنی آج کی خوراک مانگتی ہیں ایک روز
جنگلی ہرن حضرت کے حکم سے حاضر ہو کر حضرت کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا اور ایک عورت
اور مرد کا ہاتھ طواف کرنے میں حجر اسود سے چپٹ گیا تھا کہ کسی طرح الگ نہ ہوتا تھا لوگ اُسے
کاٹ ڈالنے کا ارادہ کر رہے تھے حضرت نے اپنے دست مبارک اُن پر سلے فوراً انکے ہاتھ چھوٹ
گئے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپکے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ

حضرت کے پاس آئے اور فرمایا میں تمھارا چچا ہوں اور تم سے بڑا ہوں اور امامت کے زیادہ لائق، جناب اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلاح مبارک مجھے دو۔ امام زین العابدین نے فرمایا اے چچا خدا سے ڈریے اور جو آپ کا حق نہیں ہے اُس کا دعویٰ نہ فرمائیے حضرت محمد بن الحنفیہ نے دوبارہ طلب میں مبالغہ فرمایا تو حضرت نے فرمایا کہ اے چچا آئیے حاکم کے پاس چلیں جو ہمارے اور آپ کے درمیان میں فیصلہ کر دے۔ اُنھوں نے کہا وہ حاکم کون ہے، حضرت نے فرمایا حجر اسود۔ آخر دونوں حضرات حجر اسود کے سامنے آئے حضرت نے فرمایا اے چچا آپ اپنا دعویٰ پیش کیجیے، اُنھوں نے پیش کیا مگر حجر نے کچھ جواب نہ دیا بعد ازاں حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کو اُس کے اسمائے عظام کے ساتھ یاد کر کے دعا کی کہ وہ حجر اسود کو گویائی دے اور اُس کے بعد حجر اسود سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے حجر بحق خدائے اکبر جس نے اپنے بندوں کے عہد تجھ میں امانت رکھے ہیں، ہمیں خبر دے کہ امامت و وصایت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کس کا حق ہے۔ حجر اسود یہ سن کر لرزا اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے اور بزبان فصیح عربی بولا کہ اے محمد (بن الحنفیہ) یقین مانو کہ امامت و وصایت حضرت امام حسین کے بعد حق حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے (شواہد و شجرہ) آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا زید شہید نے ظالم حاکموں پر خروج فرمانے میں مشورہ و اجازت چاہی۔ حضرت نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا میں ڈرتا ہوں کہیں تم قتل کر کے سولی نہ چڑھائے جاؤ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اولاد (حضرت سیدۃ النساء) فاطمہ میں سفیانی سے پہلے کوئی چڑھائی نہ کرے گا مگر یہ کہ اُس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ قتل کیا جائے پس جو حضرت نے فرمایا تھا وہی ہوا یعنی حضرت زید سولی چڑھائے گئے (نور و اسعاف)

بعض ارشاداتِ عالیہ

حضرت طاؤس فرماتے ہیں میں ایک رات مسجد الحرام شریف کے مقام حجر میں داخل ہوا یکایک امام زین العابدین آئے اور کھڑے ہو کر جس قدر اللہ نے چاہا نماز پڑھی پھر ایک طویل سجدہ فرمایا۔ میں نے کہا یہ اہل بیت نبوت سے ایک بزرگ ہیں۔ سننا چاہیے سجدے میں کیا دعا کر رہے ہیں پس میں نے سنا کہ حضرت یہ دعا فرما رہے تھے "عبدك بفنائك مسكينك بفنائك سائلك بفنائك فقيرك بفنائك"، اے اللہ تیرا بندہ تیرے آستان کرم پر ہے تیرا مسکین تیرے چوکھٹ پر ہے

تیرا منگتا تیرے دروازہ پر ہے۔ تیرا فقیر تیرے در فضل و رحمت پر ہے۔ طاؤس فرماتے ہیں قسم اللہ کی میں نے کسی مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ کے ساتھ نہیں پکارا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مجھسے کھول دیا۔ حضرت امام کا ارشاد ہے جو اس پر قانع ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں کر دیا وہ سب لوگوں سے زائد غنی ہے اور فرماتے آزاد مردوں کی عبادت صرف اللہ عزوجل کے ادائے شکر کے لیے ہوتی ہے نہ کسی خوف و رغبت کی نظر سے اور فرماتے مجھے تعجب ہے اُس متکبر سخت فاجر (کی سمجھ) پر (کہ کس برتے پر وہ غرور کرتا ہے حالانکہ اس کی حقیقت تو یہ ہے کہ) کل وہ نطفہ تھا اور اگلی کل مردار جیفہ ہونے والا ہے۔ اور فرماتے مجھے سخت تعجب ہے اوس سے جو اللہ (کی الوہیت و وجود و حدانیت و قدرت) میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ اُسکی مخلوق کو آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور مجھے (اُس کی سمجھ پر) تعجب ہے جو دوسری زندگی کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ پہلی زندگی کو اُس نے آنکھ سے دیکھ لیا اور مجھے تعجب ہے اُس سے جو فانی گھر کے لیے تو سامان کرتا ہے اور دار البقاء کو چھوڑ دیتا ہے جب کوئی شخص آپ کی شان گھٹاتا گستاخی کرتا تو آپ اُسے یہ دعا دیتے اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو مجھے بخشدے اور اگر یہ جھوٹا ہے (اور اُس نے مجھے ناحق ستایا ہے) تو اسے بخشدے اور فرماتے وما شیء احب الی اللئیم ؛ اذا شئتم الکریم من الجواب خوار و ذلیل کو جب وہ کسی کرم والے جلیل المرتبہ کو بُرا کہے اُس سے زیادہ پسند کوئی بات نہیں کہ وہ کرم والا اُسے پلٹ کر جواب دے اور فرماتے مجھے تعجب ہے جو کھانے سے تو اُسکی مضرت کیوجہ سے بچتا ہے اور گناہ سے اُسکی کراہت کیوجہ سے نہیں بچتا اور فرماتے چار چیزیں ہیں جنکی بلندی بھی پستی ہے ایک لڑکی اگرچہ مریم صفت ہو (یعنی بہ نسبت اپنے مقابل مردوں کے اسکی بلندی پست ہے) دوسرے قرض اگرچہ ایک ہی درہم ہو۔ تیسرے اپنے وطن سے دوری اگرچہ ایک ہی رات۔ چوتھے سوال اگرچہ یہی کہ راستہ کدھر ہے۔ ایکبار حضور بیمار ہوے ایک گروہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم آپکی عیادت کیلیے آیا اور انھوں نے فرمایا اے ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر ہم قربان آپ کیسے رہے فرمایا الحمد للہ بعافیت۔ آپ سب کیسے رہے اُنھوں نے فرمایا قسم اللہ کی ہم سب آپکے چاہنے والے اور آپسے محبت کرنیوالے رہے۔ حضرت نے فرمایا جنے ہمسے اللہ کیواسطے محبت رکھی اللہ تعالیٰ

اسکو قیامت کیدن جبکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت کے دوسرا سایہ نہو گا اس ہمیشہ رہنے والے سایہ میں امن دیگا اور جو ہمسے محبت رکھیگا اور اسکا بدلہ ہمسے چاہیگا اللہ تعالیٰ اسے ہمارے طرفسے جنت بدلہ دیگا اور جو ہمسے کسی دنیاوی غرض کیلیے محبت رکھیگا اللہ تعالیٰ اسے اُس جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اُسے گمان نہ ہو (اسعاف و نور و طبقات) **لطیفہ** ایکبار چند عراقی حاضر خدمت ہوئے اور حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں کچھ کلام کیا جب وہ کہہ چکے تو حضرت نے فرمایا تم مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو آیا تم اُن مہاجرین اولین میں ہو جو اپنے گھروں اور مالوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے فضل و رضوان کی طلب میں نکلے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں اُف وہی سچے ہیں انھوں نے کہا نہیں فرمایا پھر کیا تم انمیں ہو جنھوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انھیں جو انکی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اُس چیز کو جو دیے گئے اپنی جانوں پر انکو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ اُنھوں نے کہا نہیں فرمایا ان دونوں گروہوں سے تو خود تمنے اقرار کیا کہ تم نہیں ہو اور یہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اُنمیں سے بھی نہیں ہو جنکی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین جاؤ من بعد ھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا، وہ جو انکے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخشدے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہمسے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلمیں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ، یہ فرما کر فرمایا میرے پاس سے دور ہو جاؤ (نور) **موعظہ** ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں میں حضرت کے دروازۂ مبارک پر حاضر ہوا، اور بہ پاس ادب پکارا نہیں اس انتظار میں کہ حضرت خود برآمد ہوں وہیں بیٹھ گیا یہانتک کہ حضرت تشریف لائے میں نے سلام و دعاء عرض کیے حضرت نے بھی جواب دیا اور مجھے ایک دیوار تک لیجا کر فرمایا کہ میں اس سے ٹیک لگائے غمگین و فکرمند بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک ایک صاحب اچھے کپڑے پہنے خوشبو اُن سے مہکتی ہوئی تشریف لائے اور میری طرف دیکھکر فرمایا کہ میں آپکو دنیا پر غمگین اور ملول دیکھتا ہوں بس یہ دنیا تو ایک خوان یغما ہے ہر نیک و بد اس سے کھاتا ہے میں نے کہا میں دنیا پر غمگین نہیں وہ تو جیسا آپنے فرمایا ویسی ہی ہے اُنھوں نے فرمایا تو اگر آپ آخرت پر غمگین ہیں تو وہ وعدہ ہے سچا اور حکم فرمائیگا وہاں بادشاہ قاہر، حضرت نے فرمایا میں اسلیے بھی غمگین نہیں اور آخرت ویسی ہی ہے جیسا آپنے فرمایا، اُنھوں نے فرمایا پھر کیا وجہ ہے، میں نے کہا میں اُس فتنہ (حجاج) سے ڈرتا ہوں جو حضرت ابن زبیر کے لیے واقع ہوا وہ ہنسکر فرمانے لگے اے علی کیا آپ نے دیکھا کہ کوئی اللہ سے ڈرے اور اللہ اُسے نجات نہ دے

میں نے کہا نہیں تو، فرمایا تو کیا آپ نے دیکھا کہ کوئی اللہ سے مانگے اور وہ اسے عطا فرمائے" میں نے کہا نہیں تو اب جو سامنے دیکھتا ہوں تو کوئی نہیں اس سے میں متعجب ہی تھا کہ میں نے ایک آواز غیب سنی جس کا قائل دکھائی نہ دیتا تھا کہنے والا کہتا ہے اے علی بن حسین یہ خضر تھے جنھوں نے آپ سے یہ راز کہا (نور وشواہد) نافع بن جبیر بن مطعم نے حضرت سے عرض کیا آپ کم مرتبہ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں حضرت نے فرمایا میں اس کے ساتھ بیٹھتا ہوں جس کے ساتھ مجالست میں اپنے دین میں نفع اٹھاؤں عبدالعزیز ابن ابی حازم اپنے والد سے راوی ہیں وہ کہتے ہیں میں نے حضرت امام کو یہ فرماتے سُنا اور آپ سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ حضرات شیخین کریمین ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منزلت بارگاہ رسالت میں کیسی تھی، تو امام نے اپنے ہاتھ سے قبر شریف کی طرف اشارہ فرماکر فرمایا کہ جیسی اب ان کی حضور اقدس کی خدمت میں منزلت ہے (تہذیب) یعنی جیسے اب ان کے مزارات مزار اقدس سے ملحق اور متصل ہیں اسی طرح وہ حیات ظاہری میں بھی بارگاہ رسالت پناہ میں محبوب ومقرب تھے حضرت فرمایا کرتے بعض لوگ اللہ عزوجل کی عبادت (اس کے عذاب سے) ڈر کر کرتے ہیں۔ یہ تو عبادت غلام کی ہے (کہ وہ بھی اپنے آقا کی فرماں برداری اس کے قہر وغضب کے خوف سے کرتا ہے) اور بعض لوگ اللہ کی عبادت (اس کی بخشش وعطا میں) رغبت کی وجہ سے کرتے ہیں یہ عبادت سوداگروں کی ہے (کہ وہ بھی وہی سودا کرتے ہیں جو انھیں سود مند زیادہ ہو) اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے ادائے شکر میں کرتے ہیں (یہ جان کر کہ عذاب وثواب تو اسکی مشیت پر ہے جو چاہے ہمیں دے مگر ہم پر اس کا حق ہے کہ اس کی عبادت بہر حال کریں) یہ عبادت آزاد مردوں کی ہے جو خالصاً لوجہ تعالیٰ ہر کام کرتے ہیں (مرات) حضرت کشف حقائق ونطق دقائق میں مشہور تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ دنیا وآخرت میں سعید ترین کون ہے، فرمایا وہ کہ جس وقت راضی ہو تو باطل پر راضی نہو اور جس وقت اسے غصہ آئے تو وہ غصہ اسے حق سے باہر نہ لے جائے، اور یہ صفت بڑے درجے کی استقامت والے لوگوں کی ہے، اس لیے کہ باطل پر راضی ہونا یہ بھی باطل اور غصے میں حق سے ہاتھ کھینچ لینا یہ بھی باطل اور مومن باطل پسند نہیں ہوتا، اور فرماتے میں اپنے خلاصہ علم کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ جاہل لوگ ان حق باتوں کی وجہ سے (جو اپنی جہالت سے ان کے اصل معنی مراد نہ سمجھکر) مجھ سے برگشتہ نہ ہوں یہ خاصان خدا کا علم ہے اگر میں اسے ظاہر فرماؤں تو لوگ (اپنی نادانی اور حقیقی معنی مراد تک نارسائی کی وجہ سے) مجھے بُت پرست کہنے لگیں اور مسلمان میرے قتل کو حلال جانیں،

اور جو بدی مجھے پہنچا سکیں اسے صواب سمجھیں (فصل الکلمات) اس بارے میں حضرت کے یہ اشعار منقول ہیں (نور د اتحاف)

یا رب جوهر علم لو ابوح به — لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا
ولا استحل رجال سالحون دمی — یرون اقبح ما یاتونه حسنا
انی لاکتم من علمی جواهره — کے لا یری الحق ذو جهل فیفتتنا
وقد تقدم فی هذا ابو حسن — الی الحسین و وصی قبله حسنا

وصیت مبارکہ حضرت نے اپنے صاحبزادے امام محمد باقر کو وصیت فرمائی کہ پانچ شخصوں کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان سے بات چیت کرنا، ایک فاسق پس بے شک وہ تم کو ایک نوالہ اور اس سے بھی کم میں بیچ ڈالیگا انھوں نے عرض کیا وہ کم کیا ہے فرمایا جس کی طمع کرتا ہے اور اسے پاتا نہیں (یعنی محض موہوم فائدہ کے لیے بھی بیچ ڈالے گا) دوسرے بخیل کو مصاحب نہ بنانا پس وہ تم سے اسے جدا کر دے گا جس کی طرف تم زیادہ حاجت مند ہو، تیسرے جھوٹے کو مصاحب نہ بنانا اس کی مثال سراب (دھوکے کے تالاب) کی طرح ہے نزدیک کو تم سے دور کرے گا اور دور کو نزدیک بتائے گا چوتھے بیوقوف کو مصاحب نہ بنانا پس وہ اپنے نزدیک تمھیں نفع پہنچانا چاہے گا اور (در حقیقت) پہنچادیگا ضرر پانچویں صلہ رحم قطع کرنے والے کو مصاحب نہ بنانا پس وہ بے شک کتاب اللہ میں تین جگہ ملعون ہے سورۂ محمد کی آیات فهل عسيتم ان توليتم (الی) اعمی ابصارهم میں اور سورۂ رعد کی آیت والذين ينقضون عهد الله (الی) سوء الدار میں اور سورۂ احزاب کی آیت ان الذين يؤذون الله ورسوله (الی) عذابا مهينا میں (اتحاف)

احادیث کی روایت احادیث کی روایت میں بھی آپکا بڑا مرتبہ ہے، اجلہ محدثین و اکابر ائمہ جرح و تعدیل کے بعض اقوال آپ کی جلالت شان و توثیق مکان میں اوپر گزرے نیز امام ابن سعد نے طبقات میں فرمایا حضرت طبقۂ ثانیہ میں ہیں تابعین اہل مدینۂ منورہ سے ثقہ مامون المحفوظ کثیر الحدیث عالی اور رفیع پرہیزگار، امام عجلی نے فرمایا مدنی ہیں تابعی ثقہ حاکم محدث جلیل اپنی سند کیساتھ راوی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے فرمایا کل سندوں میں صحیح تر سند الزہری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن علی رضی اللہ تعالے عنہم ہے (تہذیب التہذیب) امام اجل زہری نے آپسے ایک حدیث روایت کی اوس سند میں آپ کا ذکر اس طرح فرمایا، حدثنی علی بن الحسین وکان افضل اهل بیته

واحسنھم طاعۃ واحبھم الی مروان وعبد الملک (تاریخ صغیر)
یہ حدیث مجھ سے امام علی بن حسین نے روایت کی جو اپنے اہل بیت میں سب سے زائد فضل والے اور سب سے
اچھی طاعت و عبادت والے اور سب سے زائد مروان و عبد الملک کے نزدیک پسندیدہ و محبوب
(یعنی باوجودیکہ ملوک بنی امیہ خصوصًا مروان کا اہل بیت نبوت سے جو معاندانہ برتاؤ اور ان سے
دشمنی کا حال تھا معلوم ہے مگر حضرت کو مروان و عبد الملک بھی اہل بیت نبوت میں سب سے زائد
محبوب رکھتے تھے) حضرت حدیث کی روایت اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین اور عم اکرم سیدنا
امام حسن اور حضرات ابن عباس و مسور بن مخرمہ و ابو ہریرہ اور بی بی عائشہ اور بی بی صفیہ
بنت حیی اور بی بی ام سلمہ اور ان کی صاحبزادی زینب بنت ابی سلمہ اور ابو رافع مولی نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے بیٹے عبید اللہ بن ابی رافع اور مروان بن الحکم و عمرو بن عثمان و ذکوان
ابی عمرو مولی ام المومنین عائشہ و سعید بن المسیب و سعید بن مرجانہ و بنت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ
تعالیٰ عن الصحابۃ و من تبعھم باحسان الی یوم الدین سے کرتے ہیں۔ اور امیر المومنین مولی علی سے
مرسلا روایت کرتے ہیں، اور حضرت سے روایت حضرت کے صاحبزادگان محمد و زید و عبد اللہ و عمر و
ابو سلمہ بن عبد الرحمن و طاؤس بن کیسان (کہ یہ دونوں حضرت کے معاصرین سے ہیں) اور امام زہری
و ابو الزناد و عاصم بن عمر بن قتادہ و عاصم بن عبید اللہ و قعقاع بن حکیم و زید بن اسلم و حکم بن عتیبہ و حبیب
بن ابی ثابت و ابو الاسود و محمد بن عبد الرحمن بن نوفل و سلم بطین و یحییٰ بن سعید الانصاری و ہشام بن عروہ
و علی بن زید بن جدعان وغیرہم کرتے ہیں (تہذیب تاریخ صغیر اسعاف)

اولاد امجاد نور الابصار میں فصول مہمہ نیز صواعق محرقہ میں سے ہے کہ حضرت کے گیارہ بیٹے اور
چار صاحبزادیاں تھیں اور بغیۃ الطالب میں حضرت کی اولاد صرف دس صاحبزادے ہی بتائی ہے (نور)
اور صاحب فصول مہمہ نے جو نام صاحبزادوں کے گنائے ہیں وہ بھی دس ہیں، ممکن ہے کہ گیارھواں نام
ان سے ذکر کرنے سے رہ گیا ہو بہرحال انھوں نے نام یہ بتائے ہیں۔ امام ابو جعفر محمد باقر ان کی والدہ ماجدہ
ام عبد اللہ حضرت سیدنا امام حسن کی صاحبزادی تھیں) حضرت زید شہید و عمر (یہ دونوں ایک ام ولد
کے بطن سے تھے) عبد اللہ و حسن و حسین (یہ تینوں ایک ام ولد کے بطن سے تھے) حسین صغر و عبد الرحمن
و سلیمان (ان کی ماں بھی ایک ام ولد تھیں) علی جو سب میں چھوٹے بیٹے حضرت کے تھے و خدیجہ یہ دونوں
بھائی بہن ایک ام ولد سے تھے فاطمہ و علیہ و ام کلثوم یہ تینوں بہنیں ایک ام ولد کے پیٹ سے تھیں (نور)

اور تحفۃ الطالب اور شجرۂ طیبہ میں ہے کہ امام زین العابدین کے ابنائے معقبین (جن سے نسل مبارک چلی) چھ تھے امام محمد باقر و عبداللہ باہر و عمر اشرف و زید شہید و حسین اصغر و علی اصغر اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

وفات شریف سال وصال میں متعدد اقوال ہیں اور آپ کے پوتے حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے یہ روایت کرتے ہیں کہ وقت وصال حضرت کی عمر شریف اٹھاون برس کی تھی یعنی اٹھاون سال آپ نے دیکھے تھے اور چونکہ سنہ ۶۱ھ میں وقت شہادت امام حسین آپ ۲۲ برس کے تھے لہٰذا اس کا مقتضا یہ ہے کہ وصال شریف سنہ ۹۴ھ یا سنہ ۹۵ھ میں ہوا (تہذیب) اور حضرت امام جعفر صادق کے صاحبزادے حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ کا وصال سنہ ۹۴ھ میں ہوا (تاریخ صغیر) اور اسی پر دول الاسلام و اسعاف و نور الابصار و مراۃ الجنان و اتحاف میں اقتصار کیا اور بلحاظ سنہ ۳۸ھ سال ولادت ہونے کے اسی کی مؤید ہے، صواعق وغیرہ کا یہ قول کہ آپ کی عمر ستاون سال کی تھی جب آپ نے انتقال فرمایا جس میں سے دو برس اپنے دادا مولی علی پھر دس برس اپنے چچا امام حسن پھر گیارہ برس اپنے والد ماجد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ آپ نے گزارے تھے اور تاریخ و ماہ وصال ۱۲ محرم الحرام ہے (نور و اتحاف) اور بقول بعض ۱۸ اور بقول بعض ۲۲ محرم الحرام اور یوم وصال شنبہ یا دوشنبہ، مدینۂ منورہ میں وصال فرمایا اور قبرستان بقیع میں قبۂ امام حسن میں مدفون ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت کو ولید بن عبدالملک نے زہر دیا تھا اسی سے شہادت پائی (شجرہ فص اتحاف صواعق وغیرہ) حضرت سید الشہداء امام حسین کی اولاد ذکور میں نسل صرف حضرت امام زین العابدین سے ہی چلی، جملہ سادات حسینی آپ ہی کی اولاد ہیں (نور و شجرہ وغیرہ)

سیّد الاشجعین حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام زین العابدین کے صاحبزادے اور حضرت امام محمد باقر کے سوتیلے بھائی ہیں، اسم مبارک زید اور کنیت شریف ابوالحسین، اور کہا گیا کہ ابوالحسن تھی اور آں جناب کو زید الازیاد و حلیف القرآن اور اسطوانۃ المسجد (قرآن مجید کا ہم عہد اور مسجد کا ستون) کہا جاتا تھا حضرت کے بکثرت قرآن مجید اور نماز پڑھنے کے سبب سے (نور اس تح وغیرہ)

ولادت شریف علامہ عماد الدین ادریس حسینی حمیری اپنی کتاب کنز الاخبار فی معرفۃ سیر الاخیار میں

لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک روز حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا
میں نے اس رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے
بہشت میں لے گئے اور مجھے ایک حور سے بیاہ دیا، میں نے اس سے قربت کی پھر وہ حور حاملہ ہوئی
پھر حضور اقدس نے مجھ سے فرمایا اے علی اس فرزند کا نام زید رکھنا، جب (اس طرح خواب میں
حضرت امام کو اس فرزند کی بشارت دی گئی تو (بعد بیداری) حضرت نے مصحف سے فال دیکھی
پس پہلی بار نگاہ حضرت کی اس آیۂ کریمہ پر پڑی فضل اللہ المجاھدین علی القعدین اجراً عظیماً
دوبارہ بند کرکے کھولنے پر پہلے ورق پر یہ آیۂ کریمہ نکلی ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم
واموالھم بان لھم الجنۃ" پس حضرت نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ فرزند زید ہے اکہ جس کے لیے
فضل و زیادت اجر نکلتی ہے) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے حلیۂ مبارک سفید رنگ، بڑی آنکھیں جڑی
ہوئی بھویں لمبا قد گھنی داڑھی چوڑا سینہ، درمیانی اونچی ناک، سر اور داڑھی کے بال سیاہ مگر رخسار مبارک پر
کچھ سفید بال آگئے تھے (شجرہ) اس میں جو سن ولادت مذکور ہے اس سے مصعب زبیری کا یہ قول
کہ وقت شہادت حضرت زید شہید بیالیس سال کے تھے (تہ) مخالف ہے، اس لیے کہ حضرت کے
سال شہادت میں سب میں کم جو قول، اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ صفر ۱۲۰ھ ہے (تہ)
اس کے لحاظ سے حضرت کا سال پیدائش کم از کم ۷۸ھ ٹھہرتا ہے واللہ اعلم، حضرت کی والدہ ماجدہ
ام ولد تھیں" جیدا" نام علامہ سیوطی کتاب الدرار ی فی ابناء السراری میں حصری سے نقل کرتے
ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی نے حضرت زید شہید سے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ ارادۂ خلافت
رکھتے ہیں، حالانکہ آپ اس منصب کے اس وجہ سے لائق نہیں کہ آپ کی ماں لونڈی تھیں، حضرت نے
جواب میں فرمایا کہ حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ ابن حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ سریہ بی بی کے
پیٹ سے تھے، اور حضرت اسحٰق پیغمبر آزاد بی بی کے پیٹ سے، باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے حضرت
سیدنا اسمٰعیل کی نسل پاک سے خیر البشر سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو ظاہر فرمایا اور حضرت
سیدنا اسحٰق کی صلب سے بندر اور سور ظاہر کیے اس لیے کہ بعض بنی اسرائیل جو حضرت کی اولاد سے
بندر اور سور کی شکل میں مسخ کر دیے گئے تھے (شجرہ) اور صواعق محرقہ میں یہ حکایت یوں مذکور ہے
کہ جب ہشام نے حضرت پر ولد الجاریہ ہونے سے بزعم خویش عیب لگایا تو حضرت نے فرمایا اے
امیر المومنین تیرا مجھے میری ماں سے عار لگانا درست نہیں، اگر تو چاہے تو میں اسکا جواب دوں

[حاشیہ: ...اور... کنز الاعمال ... نقل ... دوسرا ... قول ... حضرت کا سال ولادت ۷۵ ہجری لگ بھگ اور کوئی سال پہلے ... ۱۲۰ ... ہو گیا ہیں]

ورنہ خاموش رہوں، اس نے کہا نہیں جواب دو تمھیں کیا اور تمھارا جواب ہی کیا تو حضرت نے فرمایا اللہ کے نزدیک کوئی (بادشاہ) اس نبی سے عظیم المرتبہ نہیں جسے اس نے رسول بنا کر بھیجا، پس اگر کسی کو محض اس کی ماں کا ام الولد ہونا مرتبۂ نبوت و رسالت سے قاصر رکھتا ہوتا تو اللہ عزوجل حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کو مبعوث نہ فرماتا حالانکہ ان کی والدۂ ماجدہ کی نسبت حضرت سیدنا اسحٰق پیغمبر کی والدۂ ماجدہ کے ساتھ ایسی ہی تھی جیسے میری ماں کی تیری ماں سے مگر اس نے ان کو اس سے نہیں روکا کہ اللہ عزوجل انھیں نبی بنا کر بھیجے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے، اور تمام عرب کے اور خیر الانبیاء اور خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے باپ تھے اور نبوت خلافت سے بہت بڑھ کر ہے اور کسی مرد پر اس کی ماں سے کیا عار آسکتا ہے حالانکہ وہ ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابن علی ابیطالب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ فرما کر حضرت وہاں سے غضبناک تشریف لے گئے اور اسعاف الراغبین وغیرہ میں ہے کہ جب ہشام سے اس لاجواب تقریر کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے (جھنجھلا کر) کہا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اس پر حضرت بھی یہ جواب (ترکی بترکی) دیکر اٹھ آئے کہ اب تو مجھے نہیں دیکھے گا مگر جہاں کہ تجھے ناگوار ہو۔

فضائل شریفہ وسیرت کریمہ فصول مہمہ میں ہے حضرت زید بن علی بہت بڑے بزرگ دیندار بڑے جواں مرد بہادر بڑے عبادت گذار تھے اور اپنے معاصرین (بنی ہاشم) میں سب سے اچھے عبادت گذار اور سب سے بڑے سردار تھے، بنی امیہ کے بادشاہ اپنے عراقی حکام کو لکھتے رہتے کہ وہ اہل کوفہ کو حضرت کی خدمت میں حاضری دینے سے باز رکھیں اس لیے کہ ان کی زبان تلوار سے زیادہ کاٹنے والی اور نیزے سے زیادہ تیز اور جادو اور کہانت اور گرہوں میں پھونکنے والیوں سے زائد (دل میں ان کی گفتگو) اثر کرنے والی ہے، امام جعفر صادق سے کہا گیا کہ رافضی آپکے چچا حضرت زید سے تبرا کرتے ہیں امام نے فرمایا اللہ بیزار ہے اس سے جو میرے چچا زید سے تبرا کرتا ہے قسم خدا کی وہ ہم سب سے زائد کلام اللہ کے قاری اور دین الٰہی میں فقیہ اور ہم سب سے زائد صلۂ رحم کرنیوالے تھے، قسم اللہ کی انھوں نے ہم میں دنیا و دین کسی میں اپنا مثل نہیں چھوڑا، ابو اسحٰق سبیعی کہتے ہیں میں نے انھیں دیکھا ہیں میں نے ان کے اہل بیت میں کسی کو ان کا مثل اور ان سے زائد علم و فضل والا اور ان سے زائد فصیح زبان اور ان سے زائد زہد اور بیان والا نہیں پایا، شعبی نے فرمایا واللہ ماؤں نے زید سے زائد فضل والا اور ان سے بڑھ کر فقیہ اور ان سے بڑا بہادر اور ان سے بڑھ کر زاہد نہیں جنا۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا میں نے حضرت زید کو دیکھا جیسا ان کے اہل بیت کو دیکھا بس میں نے انکے زمانے میں ان سے زائد فقیہ اور ان سے زائد علم والا اور ان سے زائد حاضر جواب اور ان سے زائد روشن بات کہنے والا نہ دیکھا، البتہ وہ اپنے پاس والے کو چپ کر دیتے تھے (نور) حضرت امام مجتہد تھے (اس) اور ایسے فصیح کہ سیبویہ جو ایک مشہور امام عربیت و ادب ہے آپ کے اشعار سے سند لیتا تھا (نور) اپنے جد امجد امیر المؤمنین مولائی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے فصاحت و بلاغت و زیادتِ علم میں مشابہت رکھتے تھے چنانچہ ایک بار آپ نے اپنے اخ اکبر دارشد امام محمد باقر سے ایک خاص کتاب کی نسبت جو حضرت کے والد ماجد امام زین العابدین کی تھی دریافت فرمایا اور اسے مانگا، امام محمد باقر نے فرمایا ہاں ہے، مگر پھر اسے حضرت کو بھیجنا بھول گئے، ایک عرصۂ دراز کے بعد حضرت امام محمد باقر سے پھر ملے اور فرمایا بھائی صاحب میں نے اپنے والد ماجد کی کتاب طلب کی تھی وہ آپنے عطا نہ فرمائی، حضرت امام نے فرمایا قسم خدا کی صرف بھول جانے کی وجہ سے میں اسے نہ بھیج پایا، حضرت نے فرمایا اب مجھے اس کی حاجت بھی نہیں رہی امام نے فرمایا آیا تم اپنے والد ماجد کی کتاب سے بے نیاز ہو گئے حضرت نے فرمایا ہاں کتاب اللہ نے مجھے اس سے بےنیاز کر دیا، امام نے فرمایا میں تم سے اُسکے متعلق اِمتحان لوں گا، حضرت نے فرمایا بہت اچھا، چنانچہ امام نے وہ کتاب حضرت کو بھیجی اور اُسکے پیچھے خود بھی تشریف لائے اور حضرت سے اُس کا حرف حرف پوچھنا شروع کیا (یعنی جو کچھ علم اس میں تھا سب سے سوال فرمایا) اور حضرت نے جواب دینا شروع کیا یہاں تک کہ ساری کتاب کے سوال و جواب سے فارغ ہو گئے، پھر حضرت زید نے فرمایا بھائی صاحب خدا کی قسم میں نے اِس کتاب سے ایک حرف کو بھی نہیں دیکھا تھا، اور حضرت کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ سے مناظرہ یا بحث کرتا آپ اس کی بات کا جواب دینے میں جلدی نہ فرماتے یہاں تک کہ اسے جو کچھ کہنا ہوتا وہ سب کہہ چکتا اب حضرت انکی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی ایک ایک بات کا جواب دیتے یہاں تک کہ اس پر اپنی حجت تمام فرما دیتے ایک بار حضرت اپنے بڑے بھائی امام محمد باقر کی خدمت میں تشریف لائے اور امام نے حضرت سے سوالات کرنے شروع فرمائے اور حضرت نے ان کا جواب دینا اور ساتھ ہی یہ بھی بتانا شروع کیا کہ اس چیز سے آپ مجھ پر حجت لا سکتے ہیں اور اس کے جواب میں میرے لیے اس سے حجت قائم ہے حضرت تو یہ جواب دے رہے اور امام محمد باقر کا روئے مبارک خوشی سے چمکتا جا رہا تھا، آخر حضرت امام نے اپنے اصحاب سے فرمایا قسم خدا کی یہ سید بنی ہاشم ہے اگر یہ تمھیں بلائے تو اس کی فرماں برداری کرنا

دراگر تم سے مدد چاہے تو مدد دینا اور فرمایا کہ بے شک میرے والد ماجد امام علی زین العابدین نے
حضرت زید کو بلا کر فرمایا کہ قرآن مجید پڑھو، پس انھون نے کلام مجید پڑھا اور حضرت امام زین العابدین نے
اس کے مشکلات علوم کو ان سے سوال کرنا اور انھون نے ان کا جواب دینا شروع کیا، پھر امام
زین العابدین نے انہین دعا دی اور ان کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ لیا، اور حضرت
عبداللہ ابن امام محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام والصلاۃ (انکے زمانہ مین)
تشریف لاتے تو بے شک تمھین یہ خبر دیتے کہ زید بن علی (اپنے زمانہ مین) روے زمین پر بہترین شخص تھے
(شجرہ از کنز الاخبار) امام فرمایا کرتے اے اللہ میری پشت زید سے قوی کر (تح)

بعض کلمات شریفہ ایک آپنے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی،، وان تتولوا یستبدل قومًا
غیرکم ثم لایکونوا امثالکم،، پھر فرمایا بے شک یہ اللہ عزوجل کی طرف سے وعید اور تہدید ہے،
پھر یہ دعا کی،، اللھم لا تجعلنا ممن تولے عنک فاستبدل بہ بدلا،، اے اللہ تو ہمین
اس سے نہ کرنا جو تجھ سے پھر گیا پھر تونے اس سے کوئی بدل لیا (نور) اور جب حضرت نے اپنے وقت
کے بادشاہ پر خروج فرمایا تو ایک گروہ کثیر نے حضرت سے کہا آپ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے تبرا کیجیے تو ہم آپ کی بیعت اور مدد کرتے ہیں حضرت نے فرمایا بلکہ مین ان سے تبرا کرتا ہوں جو ان
دونوں شیخین کرمین سے تبرا کرتے ہیں وہ لوگ بولے اذن نرفضک تو ہم آپ سے پھرے جاتے ہیں
اسی وقت سے ان لوگوں کا نام رافضی ہوا اور کچھ لوگوں نے عرض کیا ہم حضرات شیخین کو دوست
رکھتے اور اون کے دشمنوں سے برا ہیں ان کی حضرت نے پذیرائی فرمائی اور انھوں نے حضرت کا
ساتھ دیا انکا نام زیدی ہوا (مراۃ و نور) اور سدی کہتے ہیں حضرت زید بن علی نے فرمایا رافضی مجھسے
اور میرے باپ سے دنیا و آخرت میں برسر جنگ ہیں (تہ) حضرت فرماتے ہیں

لاتطمعوا ان تھینونا ونکرمکم　　وان نکف الاذی عنکم وتوذونا

یعنی (اے ظالمو!) تم ہم سے اسکی طمع نہ رکھو کہ تم (ایسے ہی) ہماری اہانت کیے جاؤ گے اور ہم تمھارا اکرام
کرتے رہیں گے اور تم ہمیں ستائے جاؤ گے اور ہم تم سے اذیت دور کرتے رہینگے نیز فرماتے ہیں ؎

ومن فضل الاقوام یومًا برائہ　　فان علیا فضلتہ المناقب
وقول رسول اللہ والحق قولہ　　وان رغمت منہ الانوف الکواذب
بانک منی یا علی مثالنا　　کھارون من موسیٰ اخ لہ وصاحب

دعاہ ببدرفاستجاب لامرہ　　فبادرفی ذات الالہ یضارب

(نور خط مولف نور الابصار) یعنی لوگ اقوام کو آج کل اپنی رائے سے فضیلت دیتے ہیں پس بیشک مولی علی کو ان کے فضائل نے برتر کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد نے اور انہیں کا ارشاد حق ہے اگرچہ اُس سے جھوٹوں کی ناکیں خاک میں رگڑ جائیں (پس بیشک حضور نے فرمایا) کہ اے علی تم مجھ سے ہو اور تمھاری مثال ہمارے ساتھ ایسی ہے جیسے حضرت موسیٰ کے حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام بھائی اور وزیر تھے، حضور نے مولیٰ کو بدر کے دن (جہاد حق کیلیے) بلایا اور انھوں نے حضور کا فرمان مانا (اور کافروں سے) اللہ عزوجل کی ذات کریم کیلیے لڑنے لگے

حضرت کا نقش مہر شریف یہ تھا" اصبر توجر اصدق تنج (نور) صبر کر اجر پائیگا سچ بول نجات پائے گا، احادیث کی روایت آپ تابعی مدنی ہیں امام ابن حبان نے آپ کو ثقات میں بتایا اور کہا کہ آپ نے ایک جماعت کو صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں سے دیکھا، آپ اپنے والد ماجد امام زین العابدین اور اپنے برادر معظم امام ابو جعفر محمد باقر اور حضرت ابان بن حضرت سیدنا عثمان وعروہ بن سیدنا زبیر وعبید اللہ بن ابی رافع سے حدیث روایت کرتے ہیں اور آپ سے امام محمد بن شہاب زہری اور آپ کے دونوں صاحبزادے حسین وعیسیٰ اور بھتیجے امام جعفر صادق اور امام اعمش وشعبہ وسعید بن خثیم واسمٰعیل سدی وزبید الیامی وزکریا ابن ابی زائدہ وعبد الرحمٰن بن الحارث بن عیاش بن ابی ربیعہ ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی وابن ابی الزناد وغیرہم راوی ہیں اور اصحاب سنن اربعہ ابو داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے آپ کی احادیث، روایت کی ہیں (تہذیب) (نور)

اولاد امجاد حضرت کے چار صاحبزادے تھے ایک حضرت سید یحییٰ کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت عبد اللہ بن امام محمد بن حنفیہ کی صاحبزادی زلطہ نامی تھیں یہ صاحبزادے بعد شہادت حضرت زید نواح بلخ میں کہیں جارہے تھے، نصر سیار نے ایک گروہ بھیج کر انھیں ارغوا نام ایک گاؤں میں جمعے کے دن عصر کے وقت ۱۲۵ھ میں اٹھارہ برس کی عمر میں شہید کرا ڈالا، اور بعد شہادت انکا سر ولید بن عبد الملک مروانی کے پاس بھیجا گیا، اس خدا نا ترس نے اسے مدینہ منورہ بھجوایا تاکہ ریطہ[ع۵]

ع۵ تحفۃ الطالب میں ان کا نام ربیعہ بنت ابی ھشام عبد اللہ بن محمد بن علی ابن ابی طالب لکھا ہے، منہ

حضرت کی والدہ کی گود میں ڈالا جائے، ان کی نسل نہ رہی۔ دوسرے صاحبزادے حضرت سید حسین عـه ذو الدمعہ و ذو العبرہ تیسرے حضرت سید محمد کلان دونوں کی والدہ کا حال معلوم نہیں، چوتھے حضرت سید عیسیٰ موتم الاشبال جدِ سادات واسطی مورث نقیر جن کا مفصل تذکرہ آتا ہے اور سادات بارہاد بلگرام اور ہندوستان کے اور بہت سی جگہوں کے سادات کا نیز سادات رسولدار کا کہ وہ بھی واسطی الاصل حضرت زید شہید سے ہی نسب ملتا ہے (شجرِ نظ)

شہادت جب بنی امیہ کے ظالم بادشاہوں اور ان کے مقرر کردہ حاکموں کا خلق خدا پر ظلم و ستم اور فسق و فجور اور اہل بیت نبوت کو ستانا اور ایذا دینا حد سے گزر گیا تو آخر مجبور ہو کر حضرت نے ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں کوفے میں خروج فرمایا اور جب جہاد کے جھنڈے کا پھریرا آپکے سر پر اڑا فرمایا الحمد للہ الذی اکمل لی دینی اللہ کے لیے حمد ہے جس نے میرے حکم دین کی تعمیل کی تکمیل فرما دی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی شرم کرتا تھا کہ کل حضور کے حوض پر حاضر ہوں اور حالانکہ میں نے حضور کی امت کو معروف کا حکم اور منکر سے نہی نہ کی ہو (مستیح) خروج فرمایا اور آخر اسی سلسلے میں کوفیوں کی مشہور روایتی غداری اور بے وفائی حضرت کی شہادت کا سبب ہو گئی چنانچہ جویریہ بن اسماء سے روایت ہے کہ حضرت زید شہید یوسف بن عمر ثقفی (حاکم عراقین من جانب ہشام) کے پاس شہر حیرہ میں تشریف لائے اور اسکی اجازت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہاں کچھ کوفی پہنچے اور عرض کیا آپ لوٹ جائیے ہم کوفہ آپ کے لیے فتح کر دیں گے اور بہت سے کوفیوں نے حضرت سے بیعت بھی کر لی اس بنا پر حضرت نے چڑھائی کا ارادہ فرما لیا، اور اپنے بعض اصحاب کو امام محمد بن حنفیہ کی خدمت میں جو اس وقت بیمار تھے (مدد لینے کیلیے) بھیجا، انھوں نے خود شرکت سے تو معذوری ظاہر کی مگر حضرت کی اعانت میں کوشش فرمائی اور تیس ہزار درم اور بروایتے دینار حضرت کو بھیجے، یہاں تک کہ سنہ ۱۲۲ھ ہجری میں حضرت نے کوفہ میں خروج فرمایا اور اہل کوفہ اگرچہ پندرہ ہزار آدمی پہلے بیعت کر چکے تھے اور ان کے علاوہ اور لوگ دوسرے بلاد مثل واسط و بصرہ و مدائن و خراسان و موصل و رے و جزیرہ کے بھی تھے مگر جب جان دینے کا وقت آیا تو نامردوں غداروں نے یہ شرط پیش کی کہ ہم اس شرط پر آپ کا ساتھ دیں گے کہ آپ شیخین کو برا کہیں

عـه انکی کنیت ابو یحییٰ تھی انھیں خود اللہ معہ اور ذو العبرہ کہا جاتا انھوں نے سنہ ۱۳۵ھ میں اور بقول بعض سنہ ۱۴۰ھ میں انتقال کیا اور انکی نسل یحییٰ اور حسین اور علی اور ... صاحبزادوں سے چلی (تحفۃ الطالب)

عـه انھوں نے ایک صاحبزادے عبد اللہ ابو جعفر شاعر چھوڑے تھے جن کے تین صاحبزادے محمد خطیب اور احمد سکین اور قاسم تھے جن سے ان کی نسل چلی اور انھیں ابو جعفر کی طرف بنو الحدہ و بنو المرعش منسوب تھے کذا فی تحفۃ الطالب

ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر معاذ اللہ تبرّا کیجیے، حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ ہم تو ان دونوں کو دوست رکھیں گے، بے وفا بولے "اذن نرفضک" تو ہم آپ سے پھرے جاتے ہیں، حضرت نے فرمایا دور ہو تم رافضی ہو، اسی دن سے ان کا اور ان کے گروہ کا نام رافضی ٹھہرا صرف وہ چند لوگ حضرت کے ساتھ رہ گئے جنھوں نے کہا ہم حضرات شیخین کو دوست رکھتے ہیں، اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہیں یہ زیدی[عہ] کہلائے آخر پندرہ ہزار میں سے سب کے سب چھپ رہے اور بیعت سے پھر گئے صرف ایک گروہ قلیل کہ تین سو آدمیوں سے زیادہ نہ تھا اور غالباً وہ کوفیوں کے علاوہ دوسرے بلاد کے لوگ ہوں گے) وہ مقابلے کے وقت بھی حضرت کے ساتھ رہا اور یوسف بن عمر ثقفی ہشام بن عبد الملک مروانی کے حکم سے بارہ ہزار لشکر سے حضرت سے برسر معرکہ ہوا اور تین دن تک کوفے میں دونوں طرف سے سخت لڑائی رہی، آخر ۷۰ آدمی حضرت کے رفقا سے شہید ہوئے اور ان کے سر کاٹ کر یوسف کے سامنے لائے گئے مگر حضرت شہید اسی طرح مردانہ و دلیرانہ جمے ہوئے لڑ رہے اور بہت سے زخم کھا چکے تھے ناگاہ راشد نام یوسف کے کسی غلام ناکام کا تیر حضرت کی دونوں بھوؤں کے درمیان پیشانی کی بائیں جانب لگا اور دماغ میں گھس گیا کہ اس سے چہرۂ مبارک گلگونۂ شہادت سے رنگیں ہو گیا، اس درمیان میں رات ہو گئی تھی لوگوں نے حضرت کو اٹھا کر ایک مکان میں چھپا دیا، اور کہیں سے ایک جراح کو مرہم پٹی کے لیے مخفی بلا کر لائے جیسے ہی اوس نے دماغ سے تیر نکالا ادھر روح مبارک تیارِ گلشنِ جناں ہو گئی (تہذیب و شجرہ و مرأة و اسعاف و نور وغیرہ) یہ واقعۂ شہادت بقول واقدی ۱۲۱ھ میں ہوا (شجرہ) دول الاسلام اور مرأة الجنان میں اسی پر اقتصار کیا ہے اور یہی نور الابصار میں تاریخ ابن عساکر سے منقول ہے اور بقول زبیر ابن بکار و لیث ۱۲۲ھ میں (شجرہ و تاریخ صغیر) اور یہی نور الابصار میں خطط مقریزی سے اور تہذیب التہذیب میں جویریہ بن اسماء وغیرہ سے منقول ہے اور ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت صفر ۱۲۰ھ یا ۱۲۲ھ میں شہید ہوئے (تہ) اور خطط مقریزی میں ہے کہ صفر ۱۲۲ھ کی دوسری رات میں حضرت شہید ہوئے (نور) اور بعض کا قول ہے کہ آپ کی شہادت نصف ماہ صفر میں ہوئی صاحب کنز الاخبار کہتے ہیں کہ حضرت نے

عہ زیدیہ جو شیعوں کا ایک فرقہ ہے وہ بھی غلط و باطل اپنے آپ کو حضرت زید شہید کی طرف نسبت کرتا ہے حالانکہ حضرت اس سے بیزار اور بری ہیں اور نہایت تعجب ہے کہ یہ کس منہ سے اپنے آپ کو حضرت سے نسبت دیتے اور پھر حضرات شیخین سے تبرا کرتے اور انھیں ناگوار رکھتے اور ان سے جو ان کا ذکر خیر کرتے ہیں بیزار ہوتے ہیں بلکہ بہت بار حضرات شیخین کریمین کو گالیاں دیتے ہیں (اسعاف و نور)

ان لوگوں سے جنھوں نے آپ سے بیعت کی تھی چڑھائی کے لیے نکلنے کا وعدہ غرہ صفر کا کیا تھا مگر جب
حضرت کے ارادہ خروج کی خبر پھیل گئی تو یوسف بن عمر نے ایک جاسوس حضرت کی تلاش کیلیے مقرر کیا
اس نے خبر دی کہ آپ فلاں فلاں دو شخصوں کے یہاں ہیں یوسف نے وہاں دوڑ بھیجی اور ان
دونوں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اس وجہ سے حضرت زید شہید نے خروج میں تاریخ مقررشدہ کا
انتظار نہ کیا اور شب میں وصال فرمایا، عمر شریف اسوقت ۴۲ سال اور بقول ابن خوزادہ ۴۸ سال تھی (تشیح) اور شب
چہارشنبہ ۲۳ محرم کو ہی باہر آگئے ا تین روز قتال سخت رہا اور جمعے کے دن تیر کا زخم حضرت کے لگا۔

بعض وقائع مابعد و خوارق عادات جب روح مبارک تیار گلشن جناں ہو چکی تو لوگ حضرت کے
دفن کے بارے میں مختلف ہوئے بعض کی رائے ہوئی کہ لاش کو پانی (دریا وغیرہ) میں ڈالدیا
جائے بعض نے کہا بلکہ سر مبارک کو جدا کر کے لاش کو لاشہائے مقتولین میں ملا دیں کہ کوئی پہچانے
نہیں مگر اس پر حضرت کے صاحبزادے یحییٰ نے فرمایا قسم اللہ کی میرے باپ کے گوشت کو
کتے نہیں کھائیں گے (یعنی ایسا فعل نہ کرو جو کتے دسترس پائیں) اور بعض نے کہا جس گڑھے سے
لوگ گیلی مٹی لیتے ہیں اس میں دفن کر کے اوپر سے پانی بہا دیں آخر اسی پر رائے قرار پائی اور
حضرت کو وہیں دفن کر کے اوپر سے پانی بہا دیا، یوسف ثقفی نے منادی کرادی کہ جو شخص حضرت
کی قبر کا پتہ دے گا اس کو اس قدر زر نقد اس کے بدلے دیا جائے گا، ایک غلام سندی کہ
دفن کرنے والوں کے ساتھ تھا یا اس نے انھیں دفن کرتے کسی طرح دیکھ لیا تھا اس نے
جب حضرت کے ساتھی متفرق ہوگئے تو یوسف ثقفی کو وہ جگہ دکھادی اس مردود نے لاش
مبارک کو قبر سے نکال کر سر مبارک کو تو کاٹ کر ہشام نافرجام کے پاس بھیجا اس نے اسکے لانیوالیکو
دس ہزار درم دیے اور سر مبارک دمشق کے دروازے پر بلند کرایا اور ناصر کبیر طبرستانی کہتے ہیں کہ
پھر وہاں سے سر مبارک مدینۂ منورہ لے جایا گیا، اور مزار مطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
قریب اس نبی زادہ مظلوم کا سر ایک رات دن نیزے پر نصب رہا مگر ظالموں کا دل اب بھی
آل رسول پر ظلم و ستم سے سیر نہ ہوا اور یوسف ثقفی نے جسد مطہر کو ننگا کر کے کناسہ کو ذہین سولی پر چڑھایا
اور اس پر پہرا بٹھایا کہ کوئی اتار نہ لے اور چار برس دبر وایتے پانچ برس بدن مطہر حضرت سولی پر چڑھا
رہا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے فرزند کی ستر پوشی کا یہ سامان غیبی پیدا فرمادیا کہ رات ہی رات مکڑیوں نے
حضرت کے ستر عورت پر جالا تن کر انے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور دوسری روایت میں ہے

کہ آپکا شکم مبارک ڈھلک آیا یہانتک کہ اس سے ستر پوشیدہ ہوگیا اور ہو سکتا ہے کہ دو نون باتیں
واقع ہوئی ہون ظالمون نے حضرت کو سولی چڑھاتے وقت روئے مبارک قبلے کی طرف سے پھیر دیا تھا
مگر بحکم الٰہی وہ لکڑی جس پر ظالموں نے حضرت کو سولی چڑھایا تھا قبلہ رُخ پھر گئی اور حضرت کا منھ قبلے
کی طرف ہو گیا، اس دوران میں ہشام تو اپنے مقر کو پہنچا اور ولید کا زمانہ آیا، اور بنی زاد وکی طرف سے
بغض وکینہ کی جو آگ ان ظالمون کے دلون میں سلگ رہی تھی وہ اب بھی ویسے ہی لپٹیں مار رہی تھی
لہٰذا یوسف ثقفی نے ولید پلید ابن یزید کے حکم سے جسم مطہر کو سولی سے اتار کرات اور اس لکڑی دونوں کو
جلاکر خاکستر کرکے اُسے فرات کے کنارے ہوا میں اڑا دیا (اسعاف ونورو شجرہ) ابن ابی الدنیا اپنی سند
کے ساتھ حضرت جریر بن حازم سے راوی ہیں وہ فرماتے ہین میں نے خواب میں رسول اللہ صلعم کو
حضرت زید کی سولی سے پشت مبارک لگائے اور حضرت زید کو اس سولی پر چڑھے اور حضور اقدس
علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ فرماتے دیکھا کہ اے لوگو! میرے فرزند سے یہ سلوک کرتے ہو (تدہیج) اور
جب حضرت کو سولی دیے جانے کی خبر ملک شام میں پہنچی تو حکم بن عباس کلبی مردود نے یہ بیت نظم کی

صلبنا الکم زیدا علی جذع نخلۃ ٭ ولم نرمھدیا علی الجذع یصلب

ہم نے تمھارے زید کو کھجور کی لکڑی پر سولی چڑھا دیا اور ہم نے کسی ہدایت پائے ہوے کو نہ دیکھا کہ
وہ یوں لکڑی پر سولی چڑھایا جائے یہ بیت جب امام جعفر صادق نے سنی تو فرمایا اے اللہ!
اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہو تو اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط فرما انھیں دنوں میں کلبی مردود
کوفے کو چلا راستے میں ایک شیر نے اسے پھاڑ ڈالا، یہ خبر جب جناب امام کو پہنچی فرمایا سب تعریف اس
خدا کیلیے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا فرما دیا (صواعق وشج) اور حضرت عبداللہ ابن حسین ابن علی
(امام زین العابدین) بن حسین ابن علی (ابن ابی طالب) کہتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد کو یہ دعا
کرتے سنا کہ اے اللہ بے شک ہشام حضرت زید کو سولی چڑھانے سے راضی ہوا تو اس سے اُنکا ملک
سلب کر لے اور بے شک یوسف بن عمر نے حضرت زید کے جسم مبارک کو جلایا اے اللہ! تو اُس پر
اُسے مسلط فرما جو اس پر رحم نہ کرے اور اے اللہ اگر تو چاہے تو ہشام کو اس کی زندگی میں یہ نہ مرنیکے
بعد جلا، حضرت عبداللہ فرماتے ہین پس قسم اللہ کی میں نے دیکھا ہشام کو عہد بنی عباس میں کہ جلایا گیا
جب ان کا دمشق پر قبضہ ہوا، اور میں نے دیکھا کہ یوسف بن عمر کے اعضا کٹے ہوے دمشق کے دروازوں پر
پڑے ہوے تھے، پس کہا میں نے کہاں ہو اے میرے باپ بیشک آپکی دعا لیلۃ القدر سے موافق ہو گئی

اور حضرت زید کی شہادت کے بعد بنی امیہ کی سلطنت آل عباس کے حملوں اور تسلط سے پارہ پارہ ہوکر فنا ہو گئی (نور) اور جب سفاح اول خلفائے بنی عباس کو سلطنت ملی تو ان کے حکم سے عبد الحمید طائی نے ہشام کی قبر جو رصافہ میں تھی کھود کر ہشام کی لاش نکالی اور اس پر چونکہ عنبر اس لیے لپیٹ دیا گیا تھا کہ سڑ نہ جائے لہذا وہ ویسی ہی رکھی نکلی پھر اسے سولی چڑھایا اور کوڑے مارے گئے جس سے گوشت پرخچے پرخچے ہو گیا، پھر اسے آگ میں جلا ڈالا گیا، یہ خبر جب سفاح کو پہنچی تو انھوں نے سجدہ کیا اور کہا الحمد للہ میں نے امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدلے دو سو بنی امیہ مارے اور ہشام کو حضرت زید بن علی کے بدلے سولی چڑھایا اور مروان (آخری بادشاہ بنی امیہ) کو اپنے بھائی ابراہیم کے عوض قتل کیا (صواعق و شجرہ و نور) فاعتبروا یا اولی الابصار

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را   چندان اماں نداد کہ شب را سحر کند

مدفن سر شریف اوپر گذر چکا کہ سر مبارک کو ظالموں نے کاٹ کر جسم شریف جلا کر خاک کر ڈالا اور خاک کو بھی اڑا دیا تھا رہ گیا سر مبارک سو وہ ہشام کے پاس دمشق اور وہاں سے مدینہ منورہ میں تشہیر ہوتا ہوا مصر پہنچا، خطط مقریزی میں ہے کہ وہ مشہد جو جامع طولون اور (پرانے) شہر مصر کے درمیان ہے اور جس کو عوام مشہد زین العابدین کہتے ہیں وہ درحقیقت حضرت زید شہید ابن امام علی زین العابدین بن امام حسین کے سر مبارک کا مشہد ہے اور پہلے وہ مسجد محرس خصی کے نام سے معروف تھا قضاعی کہتے ہیں مسجد محرس خصی حضرت زید شہید بن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سر مبارک کے مشہد کے متصل بنائی گئی تھی جبکہ اس سر مبارک کو ہشام نے مصر میں تشہیر کرانے بھیجا اور مسجد جامع میں ممبر پر اسے نصب کرایا مصری اُسے چھپا کر وہاں سے نکال لائے اور یہاں اسے دفن کیا اور ابن عبد الظاہر اور شریف ابن مسجد نے ذکر کیا ہے کہ افضل ابن امیر الجیوش کو جب اس سر کی یہ حکایت معلوم ہوئی تو انھوں نے اس مسجد کے برآمد کرنے کا حکم دیا جو مٹی کے ٹیلوں میں دب گئی تھی اور اس کے آثار میں صرف ایک محراب باقی رہ گئی تھی بس وہاں یہ سر مبارک پایا گیا، محمد بن صیرفی کہتے ہیں کہ مجھ سے شریف فخر الدین ابو الفتوح خطیب نے جو اس سر کے برآمد ہونے کے وقت موجود تھے بیان کیا کہ جب سر مبارک نکالا گیا تو میں نے بھی اُسے دیکھا اور وہ بامنہ وافرہ تھا اور پیشانی میں ایک درم کے برابر زخم کا نشان تھا پھر افضل نے اسے خوشبو لگائی اور عطر لگایا اور اپنے گھر لے جا کر محفوظ رکھا یہاں تک کہ جب یہ مشہد تعمیر کرا لیا تو اوس میں دفن کر دیا

اور اس سر کا مصر میں پہنچنا بھی اتوار کے دن سنہ ۱۲۲ھ میں اور پھر اس کا پایا جانا بھی اتوار کے دن ۱۹ ربیع الاول شریف سنہ ۵۲۵ھ میں ہوا، خطط مقریزی اور طبقات مناوی میں ہے کہ یہ شہداب بھی مصر کے ٹیلوں کے درمیان پرانے مصر کے قلعے کے پاس موجود ہے لوگ اس سے تبرک لیتے ہیں اور اُس کی زیارت کو قصد کر کے جاتے ہیں خصوصاً عاشورہ کے دن، بعض زائرین سے منقول ہے کہ دعا وہاں قبول ہوتی ہے اور انوار اس پر دکھائی دیتے ہیں (نور واسعاف)

حضرت سید عیسیٰ موتم الاشبال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سید زید شہید کے فرزند دلبند ہیں، کنیت شریف "ابو یحییٰ" اور لقب مبارک "موتم الاشبال" ہے جس کے معنی ہیں شیروں کے بچوں کا یتیم کر دینے والا، چونکہ حضرت اکثر شیر کا شکار کرتے تھے اس لیے اس لقب سے ملقب ہوئے (تح شج نظ) فقیر راقم الحروف کے حضرت والد ماجد قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم العالیہ بزرگوں سے سنا ہوا نقل فرماتے تھے کہ چونکہ حضرت بادشاہان دحاکمان ظالم کے مظالم سے حفاظت جان واولاد وناموس کی خاطر واسط وغیرہ کے جنگلوں میں اکثر رہتے اور وہاں شیر بہت لگتے تھے اس لیے حضرت ان کے شر سے بچنے کے لیے انھیں مکوں گھونسوں سے مار ڈالتے اس لیے یہ لقب ہو گیا تھا، سید جنید محمد بلگرامی صاحب جنید یہ لکھتے ہیں کہ حضرت کا اسم مبارک اول "عسارہ" تھا، جب ظالموں کے ظلم سے بچ نکل کر آپ بصرے میں اپنی خالہ کے یہاں آکر چھپے اس وقت آپ نے اپنا نام عیسیٰ بن زید شہید ظاہر کیا اور یہ فرمایا کہ میں ولایت میں تھا، اس وجہ سے لوگ حضرت کو عیسیٰ کہنے لگے، جب آپ نے عروہ ابن مسعود کی صاحبزادی سے عقد نکاح فرمایا اس وقت ظاہر ہوا کہ آپ عسارہ ابن زید شہید ہیں صاحب فصل الخطاب لکھتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت زید شہید دس شخص قید میں آئے جن میں چھ مرد تھے اور چار عورتیں اور ان چھ مردوں میں تین بچے تھے علی وعسارہ ومحمد باقر اور تین عورتیں دختران رشید تھیں جوانوں کو تو سولی چڑھا دیا گیا اور چونکہ نماز ظہر کی اذان ہو گئی اس لیے لوگ نماز میں مشغول ہو گئے اور یہ قرار پایا کہ ان بقیہ چھ کو کل صبح سولی چڑھائیں گے پاسبانوں نے ان مظلوموں کو رات میں آزاد کر دیا اور وہ بھاگ کر جسے جہاں مامن نظر آیا چھپ رہے (نظ)

ولادت شریف شجرۂ طیبہ میں ہے کہ آپ حضرت زید شہید کی شہادت کے وقت جو سنہ ۱۲۱ھ میں

واقع ہوئی ایک برس کے تھے، فقیر کو اگرچہ اس میں تامل ہے جس کی تحقیق ضمن بیان وفات حضرت میں آگے آتی ہے یہ اگر صحیح ہو تو حضرت کی ولادت اوائل سنہ ۱۲۰ھ کی ٹھہرتی ہے اسلیے کہ حضرت زید شہید ماہ صفر میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت کی والدۂ ماجدہ حضرت عبداللہ محض ابن حضرت حسن مثنیٰ ابن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صاحبزادی تھیں حضرت جد سادات واسطی ہیں (نظ)

فضائل شریفہ و سوانح عمری آپ حدیث کی روایت اپنے والد ماجد حضرت زید شہید سے فرماتے تھے (تہ) اور نہایت بہادر اور امام عالم و شاعر اور حضرت ابراہیم قتیل بن عبداللہ محض کے وصی اور ان کے نشان کے اٹھانے والے تھے (تح شیخ نظ) یہ حضرت ابراہیم بزرگ سیرت اور علوم کثیرہ میں کبار علماء میں سے تھے اور مروی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی نے ان سے بیعت خلافت کرلی تھی اور ان کے اور انکے بھائی حضرت محمد کے ساتھ لوگوں کو چڑھائی کرنے کا فتویٰ دیا تھا (اسعاف والہم) ان کی شہادت کے بعد جو سنہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوئی حضرت سید عیسیٰ مختفی ہوگئے، اور اگرچہ منصور دوانقی عباسی نے انھیں بہت تلاش کیا اور اس میں بہت کوشش کی مگر حضرت اس کے ہاتھ نہ آئے یہ اشعار آپ ہی کے ہیں جن میں آپ نے ظالموں کے اہل بیت نبوت پر مسلسل ظلموں کی اللہ عز وجل داور حقیقی کی بارگاہ بیکس پناہ میں فریاد کی ہے، فرماتے ہیں ؎

الی اللہ اشکوا ما تلاقی واننا نقتل ظلما جھرۃ ونخاف

ولیعدا قوا مھم بجبھم لنا ولیستقی لھم الامر وفیہ خلاف

شیخ نقیب تاج الدین کہتے ہیں کہ اپنے زمانۂ اختفاء میں حضرت نے کوفے میں بعض سقوں کے یہاں مزدوری کرلی تھی اس کے اونٹ پر پانی لاتے اور سقائی کرتے وہیں حضرت نے ایک بی بی سے نکاح فرمالیا اور ان سے ایک صاحبزادی بھی پیدا ہوئیں جب وہ جوانی کو پہنچیں تو اس سقا اور اس کی بی بی نے حضرت کے آثار صلاح و تقویٰ دیکھ کر ان صاحبزادی کو اپنے لڑکے کے لیے چاہا اور اپنا یہ ارادہ حضرت کی بی بی سے ظاہر کیا، وہ بی بی چونکہ حضرت کی عالی خاندانی سے بے خبر تھیں اس سے بہت خوش ہوئیں اور نہایت خوش خوش کہ اس لڑکی کی ایسی جگہ نسبت ٹھہر گئی جہاں بظاہر ممکن نہ معلوم ہوتی تھی حضرت سے بھی یہ عرض کیا حضرت یہ سن کر سخت متحیر ہو کر بڑی فکر میں پڑگئے اور اس لڑکی کے لیے دعا کی کہ تھوڑے ہی

عرصے میں وہ انتقال کر گئی حضرت اُن کے انتقال کے بعد بہت روئے یہ دیکھ کر حضرت کے بعض دوستوں نے جو محرم راز تھے عرض کیا کہ ہم تو آپ کو بہت بڑا بہادر جانتے تھے یہ کیا بات ہے کہ ایک لڑکی کے مر جانے سے آپ اس طرح روتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا میں اُس کے مرنے پر نہیں روتا اس پر روتا ہوں کہ وہ بیچاری مرتے مر گئی مگر یہ نہ جان پائی کہ میں پارۂ جگر رسول ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (تح شج)

اولاد امجاد حضرت موتم الاشبال کے چار صاحبزادوں سے نسل چلی سیدا حمد مختفی[1] کہ عالم و زاہد اور فقیہ تھے انھوں نے علم فقہ میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی تھی، ان کی والدۂ ماجدہ فضل بن عبدالرحمٰن بن عباس بن حارث کی صاحبزادی عاتکہ ہاشمیہ تھیں، یہ صاحبزادہ ہارون رشید عباسی کے زمانے میں قید کر لیے گئے تھے، اور رہائی پانے کے بعد بصرہ میں بحالت اختفا بسر کرتے تھے، ۱۸۲ھ رہگرائے عالم آخرت ہوے، دوسرے سید زید[2] کہ ملک شام میں تھے۔ تیسرے سید محمد[3] اور چوتھے سید حسین[4] غضارہ (تح شج نظ)

وفات شریف اوپر گذر چکا کہ اگرچہ منصور عباسی آپ کو بہت ڈھونڈھتا رہا، مگر آپ اُس کے ہاتھ نہ پڑے یہانتک کہ سن ایکسو چھیاسٹھ ہجری میں آپنے کوفہ میں وصال فرمایا، اور حسن بن صالح نے آپکے جنازے پر نماز پڑھی اور پوشیدہ دفن کر دیا (تح شج نظ) شجرۂ طیبہ میں ہی کہ "بقول صحیح حضرت کی عمر چھیالیس سال تھی اسلیے کہ وقت شہادت اپنے والد ماجد حضرت زید شہید کے کہ ۱۲۱ھ ایکسو اکیس ہجری میں ہوئی حضرت ایکسال کے تھے" مگر امام ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ حضرت اپنے والد ماجد زید شہید سے راوی حدیث ہیں اور ظاہر ہے کہ سال بھر کا بچہ کیا حدیث روایت کریگا، اسلیے فقیر کو اس میں تامل ہے اور بایں لحاظ فقیر کے نزدیک حضرت کی عمر کے بارہ میں وہ دوسرا قول جو علامۂ آزاد نے شجرۂ طیبہ میں بعد کو لکھا ہے کہ "بقول بعض حضرت کی عمر اپنی وفات کیوقت ساٹھ[5] برس کی تھی اس پہلے کی بہ نسبت صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس بنا پر حضرتکا سال ولادت بھی

---

[1] انھوں نے خروج کیا اور اُس میں گرفتار ہو کر قید کر دیے گئے پھر رہائی پاکر پوشیدہ عمر گذاری یہانتک کہ بصرہ میں انتقال فرمایا انکی نسل اُن کے صاحبزادوں علی اور احمد کفیل سے تھی کذا فی تحفۃ الطالب [2] انھوں نے احمد و محمد و حسن عقب چھوڑے جن سے انکی نسل چلی کذا فی تحفۃ الطالب [3] انھوں نے چار صاحبزادے محمد و احمد الحیرتی و علی و زید چھوڑے تھے جنسے انکی نسل چلی و زید و ان کی اولاد کا حک ایسا نہیں کیطرف منسوب تھے کذا فی التحفۃ المذکورۃ [5] یہ لکھنے کے چند روز بعد کتاب تحفۃ الطالب عربی کے چند ورق ملے اسمیں یہی قول ساٹھ برس کی حضرت کی عمر ہونیکا مقدم لکھا ہے اور اس دوسرے کو بلفظ قیل بعد کو ذکر کیا ہے فقیر محمد میاں قادری

[4] تحفۃ الطالب میں غضارہ کی جگہ مغضارہ بضم میم ہے۔

اواخر ۳۲۲ھ یا اوائل ۳۲۷ھ تقریباً قرار پاتا ہے، واللہ اعلم بالصواب

حضرت سیّد محمّد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت موتم الاشبال کے صاحبزادہ اور فقیر کے اجداد کرام میں ہیں، ان کے اعقاب بہت تھے جگہ جگہ پھیلے ہوے، سادات بارہا و بلگرام کے انساب انہیں سے ملتے ہیں انکے فرزند ارجمند حضرت سید علی اور حضرت سید علی کے فرزند دلبند حضرت سیّد حسین ہمارے اجداد عظام میں سے ہیں (شجرہ نظم)

حضرت سیّد علی عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سید حسین کے صاحبزادہ اور ہمارے جد امجد ہیں، جب ظالم بادشاہوں اور حاکموں کے مظالم نے اولاد حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کو حرمین مطہرین مدینہ منورہ و مکہ معظمہ میں جو تمام سادات کرام کے وطن قدیم اصلی و آبائی تھے رہنے دیا، اور وہاں سے ہجرت فرماجانے پر مجبور کر دیا تو سادات کرام اطراف واکناف عالم میں متفرق اور منتشر ہو گئے اور ایک گروہ انہیں سے شہر واسط میں آ رہا انہیں میں سے ایک حضرت سید علی عراقی جد حضرت سید ابوالفرح واسطی تھے جنھوں نے عرب سے آکر واسط میں قیام فرمایا اور ایک جماعت گرویز کو چلی گئی اور دوسری دوسری جگہوں میں یہ شہر واسط عراق کے مشہور شہروں میں سے کوفہ و بصرہ کے درمیان لب دریائے دجلہ واقع تھا، اسلیے اسکا نام واسط رکھا گیا تھا۔ اور اسے "واسط القصب" بھی کہا جاتا ہے، یعنی کلک کا واسط، اسلیے کہ کلک یہاں بہت اچھی پیدا ہوتی تھی اور واسطی قلم آج تک مشہور ہے، اسی لحاظ سے ہمارے جد امجد حضرت میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں ؎

دانی کہ خوشنویسی ما از برائے چیست	ما ئیم واسطی و قلم نیز واسطی است

واسط کو حجاج بن یوسف ثقفی نے سن ساٹھ ہجری میں آباد کیا تھا، مگر کہتے ہیں کہ وہ اصل واسط (آباد کردۂ حجاج) تو دریا میں غرق ہو گیا، اُس کی جگہ اُسی ساحل پر دوسرا شہر آباد ہوا، عراق عرب اقلیم ثالث میں ہے جو مریخ سے متعلق ہے (ملخص از شجرہ و تبصرہ)

عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب میں ہے "واما محمد بن عیسی موتم الاشبال فلہ عقب کثیر اولاد امجاد منتشر وجمہور عقبہ یرجع الی علی العراقی بن الحسین بن علی بن محمد المذکور والعراق واقام بہا فعرف عند اہل الحجاز بالعراقی وعقب من خمسۃ رجال بین مقل ومکثر والبقیۃ الآن من ولدہ فی رجلین"

یعنی محمد بن عیسیٰ موتم الاشبال کی اولاد بہت ہے اور شہروں میں پھیلی ہوئی اور اُن کی سب اولاد کی نسبت سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد مذکور الصدر کی طرف راجع ہے سید علی عراقی نے عراق میں آکر وہیں سکونت اختیار فرمائی اسلیے آپ اہل حجاز میں بہ نسبت عراقی معروف ہوے، انکے پانچ صاحبزادوں سے نسل رہی جن میں سے بعض کثیر الاولاد تھے اور بعض کم اولاد والے اور اب اُنکی بقیہ اولاد دو شخصوں سے ہے اور اُن دو شخصوں کو مختصر عمدۃ المطالب میں یوں بیان کیا ہے" وھما ابو الحسن احمد و علی وھو اکثرعا قبا وابو محمد الحسن اما ابو محمد الحسن بن العراقی فاعقب من رجلین وھما علی وابو الطیب عبد الوھاب یقال لہ ھبہ لعلی اولاد بالاھواز فی اخوۃ لہ ولعبد الوھاب ولد قتل" انتہیٰ یعنی وہ دونوں ایک تو ابو الحسن احمد و علی تھے کہ اُن سے نسل بہت ہے اور دوسرے ابو محمد حسن ہیں کہ جنھوں نے دو لڑکوں سے نسل چھوڑی ایک اُن میں کے علی اور دوسرے ابو طیب عبد الوہاب کہ اُن کو "ہبہ" بھی کہا جاتا تھا اور علی کی نسل اہواز میں چند بھائیوں سے تھی اور عبد الوہاب کے ایک لڑکے تھے جو قتل ہوگئے (شیخ) ہمارے اجداد نے جو اپنا شجرۂ نسب تحریر فرمایا ہے اُس میں اپنے سلسلۂ نسب میں حضرت سید علی عراقی کے صاحبزادہ سید حسن اور اُن کے صاحبزادہ سید علی کو نہیں گنایا ہے بلکہ سید علی عراقی کے صاحبزادہ سید زید دوم کو بجاے سید حسن کے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ہم بالتفصیل اوپر لکھ چکے ہیں،

سن تیرہ سو ہجری میں جب حضرت والد ماجد قبلہ و کعبہ سید شاہ محمد سمٰعیل حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ اثنائے سفر مبارک حج و زیارت حرمین مطہرین میں قسطنطینہ کے لیے جزیرۂ کامراں میں اُترے تو ایک مسجد میں نماز کے لیے گئے بعد نماز متصل مسجد دریائے شور (سمندر) سے تھوڑے فاصلے پر ایک مزار دیکھا جس پر ایک لکڑی کا تابوت رکھا تھا۔ اور جس کے پاس عقیق البحر کے درخت جن کے دانوں کی تسبیح بناتے ہیں کثرت سے تھے حضرت نے وہاں حاضر ہوکر فاتحہ پڑھا اور

ع یہ کتاب سید شہاب الدین بن احمد بن علی حسین کی تالیف ہے جو اُنھوں نے عمدۃ المطالب سے خلاصہ اور اسپر کچھ اور اضافہ کرکے لکھی ہے (شیخ) منہ ع اہواز مضافات خورستان میں مابین بصرہ و فارس کے واقع ہے یہ سات شہر و نکے مجموعہ کا نام تھا جنمیں سے ہر شہر کا نام علیحدہ تھا اور مجموعہ کا نام اہواز کذا فی القاموس زمان قدیم میں یہ ایک مشہور جگہ تھی کہ اس کے تواع آس پاس کی ملحق آبادیوں کو بھی اسی کے نام سے پکارا جاتا تھا اسکی آبادی کا باعث اردشیر بابکان تھا (شیخ) منہ

وہاں کے بدوؤں سے جو پانی بھر رہے تھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت سید علی عراقی کا مزار مبارک ہے، چونکہ حضرت سید علی عراقی اہل حجاز میں بلقب عراقی شہور تھے اسلئے حضرت نے جانا کہ یہ ہمارے دادا کا مزار مبارک ہے۔ فرماتے ہیں کہ اپنے دادا کا ایک یہ فیض عام ہمنے جاری دیکھا کہ آب شیریں کے متعدد چشمہ جن سے اہل کامراں میٹھا پانی پیتے ہیں وہ حضرت کے ہی مزار مبارک کے پائیں سے جاری ہیں۔ حضرت کے صاحبزادۂ والاحشم حضرت سید زید دوم ہمارے جد کرم ہیں (کاشف ونظم) اور اُن کے پارۂ دل نور نظر مہر سپہر سیادت ماہ آسمان جلالت حضرت سید عمر اور اُن کے خلف رشید آرایش گلستان حضرت زید شہید حضرت سید زید سوم اور اُن کے فرزند سعید سید السادات مجموعۂ کمالات شرف یافتہ آیۂ کریمۂ "وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا" حضرت سیّد یحییٰ اور اُن کے نور العین صاحب صد زیب وزین حضرت سید حسین جوہر تیغ شجاعت شہسوار میدان جلاوت جنکی نسبت کہتے ہیں کہ واسط میں سکونت رکھتے تھے اور اُنکے فرزند مسعود حضرت سید داؤد جنکی تلوار برق بار دشمنوں کے زُہرے پگھلاتی اور جنکا دست زبردست فولاد بدنوں کے بدن نرم کر دیتا، یہ سب حضرات بابرکات فقیر کے اجداد کرام ہیں (شجرہ وغیرہ)

حضرت سیّد ابوالفرح واسطی قدس سرہ

فرزند رشید وسلالۂ نسل حضرت سید داؤد قدس سرہٗ جد اعلیٰ سادات زیدیہ بلگرام وبارہا وغیرہ عالم عامل وعارف کامل مجمع حسنات ومنبع فیوض وکمالات تھے، واسط میں تشریف رکھتے تھے اور اُس شہر اور قرب وجوار کے تمام لوگ حضرت کا بنہایت ادب واحترام اور فرمانبرداری واکرام بجا لاتے تھے۔ (شیخ نظ)

سوانح وسیرت مبارکہ ایکدن فرمانروائے واسط سے کوئی امر خلاف شرع واقع ہوا حضرت سید السادات اپنے مریدوں اور معتقدوں کے ساتھ تشریف لیجاکر اُس سے منع فرمایا بادشاہ وقت بلوہ کے اندیشے سے باز رہا، اسپر اُسکے مصاحبوں نے اُسے یہ پٹی پڑھائی کہ اگر انکی یہی حکمرانی قائم رہی تو تیری سلطانی تو سب خاک میں ملجائیگی، بادشاہ نے اُنکے کہنے سُننے میں آکر آیۂ کریمۂ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" لکھکر حضرت کو بھیجی اور یہ دریافت کیا کہ آیا یہ آیت ناسخ ہے یا منسوخ جناب عرفاں مآب نے جواب دلوایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اسپر بادشاہ نے کہلوایا کہ اس آیت سے

وجوب اطاعت اولی الامر ثابت ہے اور چونکہ میں اولی الامر ہوں لہذا میں حکم دیتا ہوں کہ حضرت میرے ملک سے چلے جائیں یہاں نہ رہیں، حضرت مع اپنے چاروں صاحبزادوں سید ابوالفراس و سید ابوالفضائل و سید داؤد و سید معز الدین اور اُن کی بی بیوں اور لڑکیوں اور اُن کے خاوندوں اور اپنے تمام اقربا اور مریدین و معتقدین کے ایک بڑے مجمع کے ساتھ واسط سے نکل کر منزل بمنزل آسایش تمام سفر کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی کے عہد سلطنت میں غزنیں پہنچے غزنیں کے لوگ حضرت کے فضائل و کمالات کا امتحان اور برکات و کرامات کا مشاہدہ کرنے کے بعد حضرت سے نہایت نیازمندانہ و معتقدانہ پیش آئے اور کچھ مدت حضرت نے وہاں تشریف رکھی اور پھر وہاں سے مع اپنے بال بچوں اور ہمراہیوں کے بارادہ ہندوستان روانہ ہوئے، جب سرہند کے قریب پہنچے تو حاکم سرہند حضرت کے قدوم میمنت لزوم کی خبر سُن کر باعزاز و اکرام تمام پیشوائی کر کے حضرت کو لے گیا اور بکمال عقیدت بتواضع و مدارات تمام پیش آیا اور چار بڑے بڑے موضع کہ سرحد ہندوستان پر واقع تھے حضرت کے چاروں صاحبزادوں کے نام سے معاف کیے چنانچہ کنڈلی[ع] سید معز الدین عرف بندہ (بباے موحدہ و نون و دال مہملہ وہائے بستہ) کے نام اور جاجیز سید ابوالفراس اور چھاترود[ع] سید ابوالفضائل اور تھن پور سید داؤد کے نام معاف کیے اور ایک مدت حضرت یہاں رہے (نظم فص شجرہ) حضرت جدی سیّد شاہ آل رسول صاحب اپنی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے سنا ہے کہ یہ مواضع (تھن پور وغیرہ) پٹیالہ کے علاقہ میں تھے۔

اولاد امجاد حضرت کے چاروں صاحبزادوں کے نام اوپر مذکور ہو چکے، سید مبارک محدث بلگرامی علیہ الرحمہ اپنے نسب نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کی مراجعت واسط کے بعد حضرت کے تین صاحبزادے ہند میں ہی رہ گئے۔ ان میں سے سید ابوالفراس نے کہ جد سادات بلگرام ہیں جاجیز میں اور سید ابوالفضائل نے چھاترود میں اور سید داؤد نے تھن پور میں سکونت اختیار کر لی (شجرہ فص نظم اللالی میں سید معز الدین کو جو اپنے والد ماجد کے ساتھ غزنیں لوٹ گئے بڑا بیٹا اور سید ابوالفراس کو دوسرا (منجھلا) اور سید فضیل (ابوالفضائل) کو تیسرا (منجھلا) اور سید داؤد کو چوتھا (چھوٹا)

ع نظم اللالی میں ایک جگہ یہ نام کنڈل اور دوسری جگہ کنڈلی لکھا ہے مگر جو نسخہ اسوقت ہمارے سامنے ہے اس میں اغلاط کتابت بہت ہیں محمد میاں

ع فص الکلمات و شجرۂ طیبہ میں یہ لفظ اسی طرح آخر میں لفظ دال کے ساتھ لکھا ہے مگر حضرت سید شاہ حمزہ صاحب کے قلم کی لکھی ہوئی ایک یادداشت نیز نظم اللالی میں اس نام کے آخر میں رائے مہملہ لکھی ہے۔ محمد میاں

بیٹا بتایا ہے اور یہ کہ سادات بارھا ان چاروں صاحبزادوں کی اولاد کو چار کھانپ یعنی چہار قاش کہتے ہیں اور ہم بلگرامی جو سید ابوالفراس کی اولاد سے ہیں جاجنری اور فضیل کی اولاد چھاتر ودی اور سید داؤد کی اولاد تھن پوری کہلاتی ہے۔ سید معزالدین جو اپنی اولاد کنڈل میں چھوڑ گئے تھے اور ان تینوں صاحبزادوں کی اولاد اپنے اپنے مواضع میں رہی اور ہندوستان میں اور جگہ جگہ پھیل گئی چنانچہ سادات بارھا کے ساٹھ گاؤں جن میں بارہ بڑے بڑے قصبے ہیں اور بلگرام اور راونام اور بعضے محلات قنوج و سندیلہ وغیرہ وغیرہ و یار و امصار ہند میں یہ سادات پائے جاتے ہیں اور جو سادات صحیح النسب باہر سے یہاں ملک ہند میں آئے انھوں نے یہاں کی عورتوں سے نکاح کر لیے اور اُنسے صاحب اولاد ہوے لہٰذا اُن کی اولاد میں زنان ہند کا میل ہے، برخلاف حضرت سید ابوالفرح واسطی کے جو اپنی مستورات کے اور کنبے قبیلوں والوں کے ساتھ یہاں آئے اور جب حضرت کی اولاد یہاں بڑھی تو بھی اُن کی بیاہ گت اپنے بنی اعمام میں ہی ہوئی، اور ہندی عورتوں کی شارکت اُن کے شرفا اور نجبا میں نہونے پائی۔ اور جن میں ہوئی وہ سریت وال کے نام سے مشہور ہوئے (نظم) الغرض سادات واسطی کو ہمیشہ اپنی نجیب الطرفینی کا بہت لحاظ و پاس رہا، مگر افسوس کہ اب زمانہ دگرگوں ہے اور لوگ پرانی و مفید و غیر مضر پابندیوں سے بھی روز بروز اپنے آپکو آزاد کرتے جاتے ہیں، وصال شریف ایک عرصہ کے بعد جبکہ واسط کا حاکم اپنے فعل سے پشیمان ہوا تو اُسنے پھر حضرت کی طلب میں عریضہ لکھا اور عفو و کرم موروثی اور وطن کی محبت فطری کے سبب حضرت مع ایک صاحبزادہ سید معزالدین کے واسط تشریف لیگئے اور وہیں بآسایش تمام بقیہ عمر شریف گزاری اور وہیں رحلت فرمائی اور وہیں مزار مبارک ہے (نظم شجرہ فص)

حضرت سید ابوالفراس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سید ابوالفرح واسطی کے فرزند ارجمند شجاعت و دلاوری اور جلادت و مردانگی میں اسم بامسمیٰ تھے ابوالفراس بجسر فا و تخفیف رائے مہملہ بعدہ الف و سین مہملہ بروزن کتاب شیر کی کنیت ہے کذا فی القاموس، نیز ابوالفراس کنیت ربیعہ بن کعب صحابی اور فرزدق شاعر کی بھی تھی کذا فی المنتخب (شجرہ و نظم و تبصرہ) نسب نامہ منظوم حضرت میر عبدالواحد قدس سرہ میں اس کے بجائے ابوالفراش بتشدید رائے مہملہ و شین منقوطہ مذکور ہے، غالباً حضرت نے جو زبان عوام پر مذکور تھا وہ نظم فرمادیا ورنہ زبان عرب میں یہ کنیت اُسی طرح آئی ہے جیسے اوپر مذکور ہوئی (تبصرہ)

اولاد امجاد حضرت کے دو صاجزادے تھے، ایک سید محمد کہ لاولد انتقال کر گئے۔ دوسرے سید[ع] ابوالفرح کہ بلقب سید ابوالفرح ثانی ملقب تھے یہ ہمارے جد مکرم تھے عمدۂ اہل زماں و قدوہ اماثل و اقران انوار بزرگی اور آثار نجابت ان کی پیشانی نورانی سے چمکتے تھے (شجرہ فص نظا)

حضرت سید حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سید ابوالفرح ثانی کے خلف ارشد ہمارے جد امجد فضل و فضائل حسنی و حسن و شمائل حسینی میں اپنے آبائے کرام کے خلف صالح اور ارشاد و حدیث شریف امام حسن فلہ ہیبتی و سوددی و اما حسین فلہ جرأتی و جودی کے مظہر تھے (شجرہ نظا)

بعض سوانح شریفہ کہتے ہیں کہ اول جس نے ہمارے اجداد میں سے بلگرام کا قصد کیا وہ حضرت سید حسین بن سید ابوالفرح ثانی ہی تھے۔ جب آپ درویشانہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے نواح بلگرام میں پہنچے تو اپنا خیمہ موضع "پلیٹوئی" میں ایک ٹیلے پر نصب فرمایا، موضع مذکورہ میں ایک مسلمان بھی رہتا تھا جو کسی وقت میں کافروں کی قید میں پڑ کر یہاں آگیا تھا، اُس نے کسی طرح خود کو حضرت کی خدمت میں پہنچایا، اور ایک گائے جو اُس نے نذر حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر رکھی تھی ان آل رسول کی خدمت میں پیش کی، حضرت نے اُسے ذبح فرماکر خود اپنے ہمراہیوں سمیت تناول فرمایا یہ خبر جو بلگرام کے سردار کو پہنچی تو وہ راجہ سانڈی کے پاس فریادی دوڑا گیا کہ مسلمان آگئے اور اُنھوں نے گائے ذبح کرکے ہمارا دھرم ناس کر دیا۔ راجہ سانڈی بھی یہ سنکر بھڑکا اور راجۂ قنوج مسمی ٹورل مل ٹودر کو ساتھ ملاکر حضرت سے معرکہ آرا ہوا اور فریقین میں لڑائی ہوئی مگر چونکہ حضرت کے ساتھ آدمی تھوڑے سے تھے لہٰذا حضرت نے اُس وقت تسخیر و فتح بلگرام کو دوسرے مناسب وقت پر اٹھا رکھنا مناسب جانا (شجرہ)

حضرت سید علی آپکے خلف رشید اور ہمارے جد امجد تھے بمصداق اسم خود شجاعت و سخاوت میں اپنے جد امجد حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی یاد تازہ رکھتے اور ہمیشہ ہمت والا جدال و قتال کفار میں

ع مجموعہ سنوات الاتقیا وغیرہ میں ایک جگہ حضرت جدی سید حمزہ صاحب قدس سرہ کے قلم سے لکھا فقیر کی نظر سے گزرا کہ "از سید ابوالفرح دو پسر بودند یکے سید محمد کہ ایشاں لاولد گزشتند و یکے سید مسعود" الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید ابوالفرح ثانی کا نام سید مسعود تھا منہ

صرف فرماتے، آپکے چار صاحبزادے تھے سید محمد کہ بلگرام میں رہے اور سید جعفر بہ دہلی میں اور سید احمد دھرسہ میں اور سید معزالدین جاجنر میں توطن پذیر تھے کہتے ہیں کہ سید معزالدین کسی بادشاہ کے پیامبر ہو گئے تھے اس لیے اُن کی اولاد کو رسولدار کہا جانے لگا تھا (شج نفا نفص)

حضرت سید محمد صغری قدس سرہ

حضرت سید علی کے فرزند دلبند اسم شریف محمد اور لقب مبارک صاحب الدعوۃ الصغریٰ ہے۔ کثرت استعمال سے جزءِ اول حذف ہو کر صرف جزءِ آخر صغری زبان عوام پر باقی رہ گیا (نفص و مآثر)

فضائل و سوانح

حضرت سادات زیدیۂ بلگرام کے جد اعلیٰ خلاصۂ خاندان مصطفوی سلالۂ دودمان مرتضوی جامع فضائل صوری و معنوی حامی سنت ماحی بدعت عارف باللہ مجاہد فی سبیل اللہ اعلائے کلمۃ اللہ میں قدم راسخ و عزم صادق رکھتے تھے مرید و مستفید حضرت خواجہ قطب الحق والملۃ والدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہ تھے اور مطابق طریقۂ ارباب کمال سلطان شمس الدین التمش کی رفاقت و ملازمت کے پردہ میں اپنے آپ کو نظر عوام سے پوشیدہ رکھتے (فسیح نفا فص) اور نظم اللآلی میں ہے کہ حضرت کو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی سے علاوہ شرف بیعت کے امتیاز خلافت بھی حاصل تھا،

فتح بلگرام

سرزمین بلگرام کو بتکدہ شعائر اسلام بنا دینے کی جو مہم آپ کے جد امجد حضرت سید حسین کے وقت میں ناتمام رہ گئی تھی بامر الٰہی وہ آپنے بحسن و خوبی تمام سرانجام فرمائی، اور بارادہ قلع و قمع کافران بلگرام و اعلائے معالم اسلام فدائیان ملت حضور خیر الانام و غازیان نیک انجام کو "جہاد الکفار" کی دعوت عام دی، اور ترکمانوں اور فرشوری شیوخ صدیقی و دیگر قبائل اہل اسلام کے ایک لشکر کے ساتھ سن چھ سو چودہ ہجری میں بلگرام کے راجہ سری نام پر کہ سپاہ و بنگاہ کی کثرت اور خزانے و مال کی فراوانی سبب نہایت سے نہایت مغرور و خود پسند اور سخت کافر متعصب تھا اپنے مرشد کے حسب الحکم اور سلطان زماں کی اجازت سے چڑھائی کی۔ اور اُسی سن میں بعد جدال و قتال راجہ اور اُس کے مددگاروں راجہ سانڈی و راجہ قنوج کو بعون و نصرت الٰہی ہزیمت فاش دی۔ راجہ سری اپنے اقارب اور اعیان سمیت مارا گیا، اور سواد بلگرام سے ظلمت کفر دور کر کے اُسے انوار اسلام سے روشن کر دیا۔ اس فتح کی تاریخ لفظ "خدا داد" سے برآمد ہوتی ہے۔ بعد فتح حضرت نے وہیں اپنے اعزہ اور اقارب سمیت طرح اقامت ڈالی،

اور ترکمان اور فرشوری شیوخ اور دوسرے قبائل اور اہل حرفہ مثل نقارچی وکر اکیٹ وغیرہ جو حضرت کے ساتھ آئے تھے وہ بھی وہیں آباد ہوگئے۔ چنانچہ اُن کی اولاد اب بھی وہاں آباد ہے، بعد فتح حضرت نے سلطان التمش کو دہلی جاکر اس فتح خداداد کا مژدہ سنایا اور اپنے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے وسیلہ سے سلطان سے حضرت نے فرمان معافی عشر پرگنۂ بلگرام جو اُس زمانہ میں سلطان وقت کا ہوتا تھا باین مضمون حاصل کیا" محصول زمین پرگنہ بلگرام وہ یکے چنانچہ درشرع شریف مقرر است میگرفتہ باشند، اور اس پر اُس وقت سے لے کر زمانۂ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی تک برابر عملدرآمد رہا، اور تمام پرگنۂ بلگرام کا محصول عشر حضرت اور حضرت کی اولاد کو ملتا رہا، چنانچہ میر آزاد نے محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ کا فرمان بابت عشر مذکورکہ مطابق فرامین سابقہ جاری کیا گیا تھا بچشم خود دیکھا تھا جس میں لکھا تھا کہ "چنانچہ درعہد سلاطین ماضیہ عشر عین غلہ دادہ اند ہم بران جملہ بدہند" اور آخر فرمان میں تھا" فی السابع والعشرین من ربیع الآخر سنۃ خمس وثمان مائۃ" اور ان کا طغرا خط ثلث قدیم میں یہ تھا الواثق بتائید الرحمن ابوالمحامد محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ السلطان" یہ محمود شاہ فیروز شاہ مشہور بادشاہ دہلی کا پوتا ہے جو ۷۹۶ھ میں تخت نشین ہوا اور ۸۱۴ھ میں انتقال کرگیا اسی کے زمانہ میں امیر تیمور نے ہندوستان پر تاخت کی تھی، غرض ہر بادشاہ کے وقت سے اس معمول قدیم میں فرق پڑگیا، القصہ بلگرام حضرت کی جاگیر میں مقرر ہوجانیکے بعد ۶۲۷ھ چھ سو ستائیس ہجری میں حضرت نے سلطان شمس الدین کے حکم سے وسط بلگرام میں ایک بلند ٹیلہ پر حاکم بلگرام کے اجلاس کے لیے ایک مختصر قلعہ تعمیر فرمایا جو بعد کو ٹوٹ پھوٹ گیا اور یہ آزاد کے وقت میں اُس کی تاریخ کا پتھر جو سلطان شمس الدین کے نام پر تھا وہاں سے اُٹھاکر معبد سید میاں واقع محلہ سید واڑہ بلگرام کی دیوار شمالی میں لگا دیا گیا تھا صاحب نظم اللآلی لکھتے ہیں کہ اب کہ وہ دیوار بھی گر پڑی وہ پتھر وہیں پڑا ہوا ہے جس پر یہ عبارت درج ہے" حامی البلاد وراعی العباد ذی الامان لاھل الایمان وارث ملک سلیمان صاحب الخاتم فی ملل العالم ظل اللہ فی الخافقین ابوالمظفر ایلتمش السلطان ناصر امیر المومنین ادام اللہ تمکینہ فی شھور سنۃ سبع وعشرین وست مائۃ (انتہی ملخصاً ماثر)

تعریف بلگرام

بلگرام ہندوستان کے صوبۂ اودھ کا مشہور ومعروف تاریخی مردم خیز قصبہ ہے، آجکل ضلع ہردوئی کے توابع میں ہے اس کا طول البلد ایک سو سولہ درجے اور پندرہ دقیقے

اور عرض البلد چھبیس درجے پچپن دقیقے، سمت قبلہ پچپن دقیقے۔ مغرب سے شمال کیجانب مسافت
بلگرام اور مکۂ مکرمہ کے درمیان تینتیس درجے ترپن دقیقے اور فرسخوں کے اعتبار سے فاصلۂ بلگرام
اور بلد الحرام کے درمیان سات سو نواسی فرسخ ہے، اس کا نام پہلے وہاں کے راجہ کے نام پر
سری نگر تھا حضرت شاہ حمزہ صاحب فص الکلمات میں لکھتے ہیں کہ اُس وقت تک بھی یہ نام عوام
اور ہندؤوں کی زبان پر جاری تھا حضرت جدی صاحب البرکات قدس سرہ نے بھی اپنے
ہندی دوہرہ میں فرمایا ہے۔ دوہرہ۔

ہم باسے سری نگر کے آئے بسے سب چھور ہم پور کے بڑبیا جات نبوجھے کوئے	مارہرے سے نگر موں جہاں ساہ نہیں چور جات پات سوبوجھے جو دھر پور کا ہوئے

ہمارے حضرت جد اعلیٰ سید محمد صغریٰ نے فتح بلگرام کو مرکز دائرۂ اسلام بنا کر اس کا نام سری نگر سے
بدل کر بلگرام رکھدیا (فصوص ماثر) اور پھر یہی نام مشہور ہو گیا، یہانتک کہ اب کوئی سری نگر نہیں کہتا،

وجہ تسمیۂ بلگرام

فقیر کہتا ہے شاید اس نام سے موسوم اس لیے کیا گیا ہو کہ بعد والوں کو یہ نام شوکت و
قوت اسلام کی یاد دلاتا اور یہ بتاتا رہے کہ وہ مقام جو "بیل" ایسے دیولعین کا "گرام"
شہر و جائے قیام تھا آج بفضلہ تعالیٰ و بحولہ و قوتہ جل جلالہ بز بتکدہ شعائر اسلام ہے اسلیے کہ یہ نام
مرکب ہے دو لفظوں سے ایک بیل دوسرا گرام بمعنی مقام و شہر و آبادی اور بیل ایک دیو ملعون کا نام
تھا جسے اُس زمانے کے جوگی اور ساحر جو بلگرام میں بہت رہتے تھے کوہستان کشمیر سے پوجا پاٹ
اور جادو کے ذریعہ سے تسخیر کر کے اپنی مدد و اعانت کے لیے یہاں لائے اور اُسے یہاں رکھا تھا
یہ شیطان لعین ایسا زبردست تھا کہ دور دور تک اپنے مخالف کو رہنے دیتا اور سوائے اپنی پوجا کے
اور کسی کی پوجا ہونے دیتا اگر کوئی اُسے نہ پوجتا تو اُسے آزار و اذیت پہنچاتا حضرت خواجہ عماد الدین
بلگرامی قدس سرہ نے حضرت سید محمد صغریٰ کے بلگرام فتح کرنیسے چند سال پہلے اپنی قوت باطنی اور
زور روحانی سے بحول و قوت الٰہی اُس دیولعین کو خاک کر ڈالا جب یہ خبر راجہ بلگرام کو پہنچی اُسنے
چاہا کہ حضرت خواجہ صاحب پر فوجکشی کرے، اُسکے مشیروں نے سمجھایا کہ ہمنے اپنی پوتھیوں میں دیکھا ہے
کہ ایک زمانہ میں اس سب سرزمین پر مسلمان چھا جاوینگے اور جو اُن سے مقابلہ کریگا وہ بجز ذلت و ناکامی
اور کچھ نتیجہ نہ پائیگا، لہٰذا ان درویش سے تعرض نکرنا چاہیے جو ایسے زبردست ہیں کہ جس بیل دیو ملعون کے
بل بوتہ پر ہم کودتے تھے اُسے انہوں نے ایک دم میں نابود کر ڈالا تیری کیا طاقت ہے جو انسے مقابلہ کر سکے گا،

آخر راجہ نے فوج کشی سے باز آکر ایک جوگی کو جو سحر سامری میں طاق تھا حضرت کے مقابلہ میں بھیجا حضرت کے سامنے اُسنے کچھ سحر کے شعبدے دکھائے جنھیں حضرت نے بحول وقوۃ الٰہی دفع کر دیا آخر وہ جوگی مشرف باسلام ہو کر راجہ کے پاس واپس گیا اور اپنے سحر کی بے اثری اور حضرت کے زور باطن اور دین اسلام کی بزرگی وقوت بیان کر کے راجہ کو دعوت اسلام دی اس سے راجہ غصہ ہو کر بولا کہ تو پُرانا رفیق ہے ورنہ میں تجھے مروا ڈالتا، اُس نے کہا تیری کیا طاقت ہے جو تُ مجھے مروا ڈالے میں نے ایسے برگزیدہ حق کا ہاتھ پکڑا ہے کہ تیرے ایسے ہزاروں اُس کے سامنے خس برابر ہیں، اور وہاں سے آکر حضرت خواجہ صاحب سے اُس راجہ مغرور کے تعصب کفر کا حال بیان کر کے اُسکے قلع وقمع کیلیے عرض کیا، حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا، اس بیل دیو لعین کو مار ڈالنا تو فقیر کے ہاتھ سے مقدر تھا جو واقع ہوا، اور اس کافر راجہ کا استیصال بھی کچھ دشوار نہیں، مگر تقدیر الٰہی میں یوں جاری ہو چکا ہے کہ ولایت سے ایک سید مسلمانان اہل عرب کی فوج کے ساتھ آکر راہ حق میں جہاد کرے گا اور ان کافروں کو اُن کے مقر اصلی جہنم میں پہنچائیگا، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت سید محمد صغری نے آکر بلگرام فتح فرمایا اور اُسے اسلام آباد کر دیا (نظم اللالی) جہاں سے بڑے بڑے اکابر اولیا وعلما، وفضلا، وکملا مثل حضرت سید شاہ بڈھ بلگرامی وحضرت میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل وحضرت سید طیب وحضرت سید العارفین شاہ لدھا بلگرامی وحضرت علامہ سید عبدالجلیل بلگرامی وحضرت حسان الہند مولانا غلام علی آزاد وحضرت علامۂ زماں سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی یمنی صاحب تاج العروس شرح قاموس وغیرہم اجلۂ اکابر نامدار اُٹھے جن کے فضائل وکمالات علمی وعملی آج بھی چار دانگ عالم میں مشہور ومعروف ہیں۔ جب ہی تو میر سید محمد متخلص بہ شاعر خلف علامۂ نامی میر عبدالجلیل بلگرامی مدح بلگرام میں فرماتے ہیں،

سیر باید کرد یاران نو بہارِ بلگرام
ہر نفس عطرِ گلستانِ یمن بو می کنند
عطف از فردوس میساز دعنان دیدہ را
اہلِ معنی کسبِ انوارِ سعادت می کنند
نقش جہت تنگست بر جولانِ رخشِ ہمتش
یاد ہندوستان کجا از خاطرِ طوطی رود

بزمِ مرد ناز دارد سبزہ زارِ بلگرام
خوش دماغاں از نسیم مشکبارِ بلگرام
چشم بینائی کہ میگرد دو دو چارِ بلگرام
از سوادِ اعظم دولتمدارِ بلگرام
بر فرازِ عرش تازد شہسوارِ بلگرام
می کند شاعر بجا وصفِ دیارِ بلگرام

اور خود علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل بلگرامی مثنوی امواج الخیال میں جو تعریف بلگرام میں لکھی فرماتے ہیں،

آبِ گل سرکن فیضِ عام است ٭ از خطۂ پاک بلگرام است ٭ سبحان اللہ چہ بلگرامے ٭ کوثر می وآفتاب جامے
خاکش گل نوبہار عشق ست ٭ آتش مئے خوشگوار عشق است ٭ از عشق سرشتہ ایزد پاک ٭ در روز ازل خمیر این خاک
ہر لالہ کز یں دیار روید ٭ تخم دل داغدار روید

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں،

اللہ اللہ عز و شان احترام بلگرام ٭ عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
روز عرس آوارگان دشت غربت کیلیے ٭ مَنّ و سلوٰی ہیں مگر خبز ادام بلگرام
آسماں عینک لگا کر مارہرہ کی دیکھ لے ٭ جلوۂ انوار حق ہے صبح شام بلگرام
تھا بُرِم استجبت یا بلدہ کا پاسخ بالکرام ٭ مرکزی دیں بڑھی ٹھہرایہ نام بلگرام
یادگار اتنک ہیں اس گل کی بہار فیض کے ٭ خندہائے گلرخاں لالہ فام بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل ٭ ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام

(بیاض اشعار اعلیٰ حضرت)

اولاد امجاد حضرت سید محمد مبارک محدث بلگرامی جن کا حال مفصل و مکمل ماثر الکرام وغیرہ میں مذکور ہے اپنے نسب نامہ میں تحریر فرماتے ہیں نیز دوسرے نسب ناموں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت سید محمد صغریٰ کے دو صاحبزادے تھے سید سالار کہ جد اعلیٰ قبائل سادات محلہ سید واڑہ و سادات بیچ بھیہ محلہ میدان پورہ بلگرام کے تھے دوسرے سید عمر کہ جد سادات بھتہ محلہ میدان پورہ و جد سادات محلہ سلہڑہ بلگرام کے تھے (شجرہ) سید سالار کی اولاد کی تفصیل شجرۂ طیبہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ سید عمر ہمارے جد اعلیٰ تھے اُن کی اولاد کا حال آگے آتا ہے۔

وصال شریف بعد فتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ نے وہاں اکتیس برس بعدل و داد و طاعت و عبادت خالق و حکمرانی و کامرانی خلائق میں عمر شریف گذاری۔ اور وہیں بروز دوشنبہ بوقت دوپہر چودہ شعبان المعظم ۶۴۵ھ چھ سو پینتالیس ہجری میں وصال فرمایا۔ مرقد منور بلگرام میں جانب شمال ایک باغ میں جو زمانہ میر آزاد میں سید مبارک کلاں دستار کی اولاد سے تعلق رکھتا تھا۔ اور غالباً اب بھی اُنھیں کے قبضہ میں واقع ہے

اس پر قدیم زمانے میں پتھر کی ایک لوح نصب تھی۔جس پر آیت الکرسی شریف اور تاریخ وفات آنجناب (چہاردہم شعبان روز دوشنبہ سنہ خمس واربعین وست مأتہ) کندہ تھی بعد کو وہ پتھر زیادہ زمانہ گذرنے سے اوکھڑ کر گرگیا۔اور اوائل ۱۱۵۱ھ میں سید محمد محسن مرحوم معروف بہ سید روشن ابن سید محمد سعید نے مزار شریف کو بہ پتھر درست کرایا اور قبر مطہر کو مع چبوترہ اینٹ اور گچ سے پختہ کرا دیا تھا۔فقرۂ امام بلگرام وادی عقبیٰ پیمودہ" سے تاریخ وفات نکلتی ہے حضرت علامۂ عبدالجلیل بلگرامی قدس سرہ السامی آپ کے واقعۂ وفات اور فتح بلگرام کو اپنے نسب نامۂ منظوم میں یوں ذکر فرماتے ہیں۔

جد کلاں محمد صغریٰ کہ تیغ او	بر بلگرام یافتہ فتح و مظفری
شد فتح در زمانہ سلطان التمش	تاریخ آں ز لفظ "خداداد" بشمری
در سال شش صد و چہل و پنج فوت کرد	آسود بر بساط معلائے عبقری
شعبان روز چار دہم ضحوۂ ثنیں	کرد از جہاں بملک تقدس مسافری
باشد بہ بلگرام مزار مبارکش	بر مرقدش کنند ملائک مجاوری

(شجرۂ نص مآثر وغیرہ) حضرت کے صاجزادہ حضرت سید عمر ہمارے جد امجد کے ایک صاجزادہ تھے سید حسین۔

حضرت سید حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے سر سے آپکے والد ماجد کا سایۂ عاطفت بچپن ہی میں اُٹھ گیا تھا مگر چونکہ شجاعت وہمت کے جوہر عالی ورثۂ آبائی تھے لہذا کمر ہمت باندھکر اپنے جوہر ذاتی سے سلطان ناصر الدین محمود شاہ بادشاہ دہلی کے دربار میں رسائی حاصل کی اور اُس کے عہد میں باعتبار و اقتدار تمام عمر گزاری (شجرہ) آپ کے ایک صاجزادے تھے سید نصیر

حضرت سید نصیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ سخاوت وجوانمردی کے صفات خاصۂ سیادت میں بے نظیر زمانہ تھے ،آپکے دو صاجزادے تھے ایک سید علی جنھوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی دوسرے سید حسین ہمارے جد مکرم انکے بھی دو صاجزادے تھے

دونوں صاحب اعقاب کثیرہ اول سید سالار جو محلہ سیدان پورہ بلگرام کے سادات "بھتہ" کے مورث اعلیٰ تھے جن کا زمانہ بعض پرانی دستاویزوں سے سن سات سو بانوے ہجری معلوم ہوتا ہے، ان کے اعقاب کی تفصیل شجرۂ طیبہ وغیرہ میں مذکور ہے دوسرے حضرت سید قاسم جو محلہ سلہڑہ بلگرام اور قصبۂ باڑی و مارہرہ کے سادات زیدی بلگرامی کے جد القبیلہ اور ہمارے جد معظم تھے آپ اپنے زمانہ میں مقتدائے زمانہ تھے میر آزاد لکھتے ہیں کہ میں نے بلگرام کے بعض حکایات و مقدمات کی معتبر دستاویزوں میں آپ کے دستخط و گواہی بچشم خود دیکھی ہے جن کی تاریخ تحریر چار ذی قعدہ سن سات سو بانوے ہجری مرقوم تھی، ان کے صاحبزادے حضرت سید کمال الدین ہمارے جد مکرم تھے (شجرۂ)

اسوۃ الواصلین حضرت شاہ سید بڈھ بلگرامی قدس سرہ

آپ حضرت سید کمال الدین قدس سرہ کے خلف ارشد و اسطی چشتی ہیں آپنے ہمارے خاندان میں سلسلۂ فقرو درویشی کو رواج خاص دیا۔ اور سلسلہ درویشی و مشیخت اس دودمان عالی شان میں سلسل بلافصل اب تک حضرت ہی سے ہے (اث و تذ) آپ اپنے وقت میں مقتدائے زماں مرجع خاص و عام تھے علامہ آزاد بلگرامی ماثر الکرام میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں " سید بڈھ قدس سرہ از اکابر دین و ہداۃ راہ الیقین است قدم در مقام عزلت افشردہ و بسیارے از سالکان طریقت را بمنزل مقصود رسانید" اور شجرۂ طیبہ میں فرماتے ہیں بزرگ عہد و درویش کامل بودہ"۔ آپنے اپنے وطن آبائی بلگرام سے قصبہ باڑی میں جو وہاں سے اٹھارہ کوس ہے تشریف لیجا کر سکونت اختیار فرمائی، اور وہاں خلوت گزینی اختیار فرما کر عمر شریف خالق اکبر کی یاد اور اُس کی مخلوق کو فیض رسانی و ہدایت و ارشاد میں گزاری بہت سے تشنہ کامان ہدایت کو بادۂ عرفان و ولایت سے شادکام فرمایا۔ شیخ محمد متخلص بہ غوثی بن حسن بن موسیٰ مندوی صوفی شطاری رحمۃ اللہ تعالیٰ المتوفی سنہ ۱۰۲۷ھ ایک ہزار ستائیس ہجری مولف کتاب گلزار ابرار نے ترجمۂ شیخ عبد الرحمٰن صوفی سہرندی میں حضرت سید شاہ بڈھ کا تذکرہ ضمناً کیا ہے چونکہ ہمارے بزرگ اس عبادت کا خلاصہ بلفظہا درج کرتے آئے ہیں لہذا ہم بھی اُن کے اتباع سے تبرک لینے کیلیے اسے یہاں نقل کرتے ہیں جس سے ضمناً یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جس شیخ کامل (حضرت شاہ بڈھ) کے ایک مرید مستفید (دہی شیخ عبد الرحمٰن صوفی) ایسے باکمال گزرے ہیں وہ خود کیسا کچھ صاحب فضل و کمال ہوگا

وہ عبارت یہ ہے "شیخ عبدالرحمٰن صوفی سرہندی از گروہ ترین است عاشق منش مبتلا سرشت سوختہ دل حسن پرست فراخ مشرب بہمہ رو جوی بلند ہمت ستودہ خوی گوشہ نشین گرسنگی پرور نیاز گزار آرزو دشمن قناعت دوست کشف خدیو بود ارادت بخدمت اسوۃ الواصلین سید بڈھ بلگرامی داشت رحمۃ اللہ تعالی علیہ چوں از زاد بوم خود بدار السلطنت آگرہ در آمد بخانقاہ مخدومی ضیاء الدین جد غوث الاولیاء شیخ محمد غوث گوالیاری قدس اللہ اسرارہم کلبہ برگزید سید احمد قادری کہ یکے از ہمرازان اوست پیوستہ برگزارد کہ شیخ بدو مراقبہ شب بصبح آوردے واز مردم" زین شناس حب الشہوات" مستغنی بود زیرا کہ ہیچگاہ نظر او بر رنگ آمیزی بساط روزگار از جا نرفتے ودل بر سیلئے ہنگامۂ دہر فریب نخوردے، بلکہ بزبوں ترین خورش وپوشش و داع گرسنگی ودلاسائے برہنگی بکشادہ پیشانی فرمودے در سال نہ صد و نود و پنج آہ چشیجی پیکر بخاک سپردہ باصلی موطن باز گشت (نفس واث وماثر)

اولاد امجاد حضرت سید شاہ بڈھ قدس سرہ کے دو صاجزادے تھے ایک سید فتح محمد جد سید نظام الدین عرف "مدہ نایک" کے دادا تھے جو بلگرام ہی میں رہے دوسرے حضرت سید ماہرو ہمارے دادا جو اپنے والد ماجد کے ساتھ باڑی چلے گئے تھے (مآثر وغیرہ)

نخبۃ الکاملین حضرت سید شاہ ماہرو شہید قدس سرہ

آپ اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ بڈھ قدس سرہ سے سلسلۂ عالیۂ چشتیہ میں مرید ومستفید تھے (اثر نظم)

سوانح شریفہ حضرت منجانب حکومت وقت پرگنہ "سرہ" کے حاکم ہو کر بلگرام سے وہاں تشریف لیگئے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی اور عمر گرامی طاعت وعبادت اور مخلوق کی فریاد رسی و حکومت میں بسر فرمادی بادشاہ وقت کیطرف سے قصبۂ سرہ مع آس پاس کے چوبیس گانوں کے حضرت کے انعام وجاگیر میں مقرر ہو گیا۔ قصبہ سرہ کے متصل ماہر دکھیڑہ حضرت کے نام سے مشہور تھا جہاں حضرت نے ایک مختصر قلعہ بھی بنایا تھا جسکے بارہ میں میر آزاد مآثر الکرام میں لکھتے ہیں کہ اسکے کچھ کھنڈر اس وقت تک موجود تھے (مآثر ونظم وغیرہ)

عہ اس سلسلہ سے سید نظام الدین مدہنایک بن سید علاء الدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہاں بن سید علاؤ الدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد (سرو آزاد) ان سید نظام الدین کا حال فضل وکمال سرو آزاد علامہ آزاد میں دیکھنا چاہیے۔ محمد میاں قادری عفی عنہ ۱۲

حضرت نے تین صاحبزادے چھوڑے تھے جن میں سے ایک سید حامد جد سادات باڑی

اولاد امجاد تھے، دوسرے کا نام فقیر کی نظر سے اب تک نہیں گزرا، تیسرے حضرت سید قطب الدین (جن کا نام نظم اللآلی میں سید محمد بتایا ہے) جد سادات سلطرہ بلگرام و مارہرہ (ماثر و شجرہ و نظم وغیرہ)

حضرت نے ایک عرصہ سرہ میں بعبادت و ریاضت و حکومت و امارت قیام فرمایا اور اس

شہادت درمیان میں وہاں کے زمینداروں میں سے کسی کا ایک لڑکا حضرت کے دست حق پرست پر شرف اسلام سے مشرف ہو گیا، یہ امر کفار کو ناگوار ہوا، اور گنواروں کی گھار نے بلوہ کرکے حضرت کو مع بعض اولاد شہید کر دیا، اس واقعہ کے بعد حضرت کی بقیہ اولاد مع دیگر متعلقین قصبۂ سرہ سے گنگو گھاٹ میں آکر رہنے لگی، مگر جب وہاں بھی قدم نہ جم سکے تو مجبوراً قصبۂ سانڈی میں کہ بلگرام سے چار کوس ہے آکر سکونت اختیار کی۔ وہاں حضرت کے احفاد میں سے ایک صاحب نے بعد تحصیل علوم رسمی حکومت وقت سے قصبۂ باڑی عملۂ پرگنۂ سرہ کی سند منصب قضا حاصل کی، اور اس تقریب سے حضرت کے دو صاحبزادوں کی اولاد باڑی میں جا رہی اور عہد اکبر بادشاہ میں تمام قصبہ باڑی ان کے انعام و جاگیر میں مقرر ہو گیا۔ مگر ہمارے جد حضرت سید قطب الدین سانڈی ہی میں رہے (ماثر و نظم) اور نظم اللآلی سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر وہ قنوج چلے گئے اور مدتوں انکی اولاد اور وہ وہاں رہے مرقد مطہر حضرت سید ماہرو کا سواد قصبہ[عہ] باڑی میں فیض بخش انام ہے (شجرات) حضرت کی جو اولاد باڑی میں جا رہی تھی انکی نسل اب بھی وہاں ہے اور وہاں کے منصب قضا و عہدۂ چودھری و ریاست و زمینداری کے کچھ نہ کچھ آثار اب بھی ان میں پائے جاتے ہیں۔ اس نسل کی تفصیل نظم اللآلی اور فقیر کے رسالہ انساب خاندان برکات وغیرہما میں ہے۔

سید السالکین حضرت سید شاہ محمد قطب الدین قدس سرہ

آپ حضرت سید ماہرو شہید کے خلف رشید حنفی مذہب چشتی مشرب حافظ کلام اللہ عارف خدا آگاہ اتباع شریعت غرا اور ورع و طاعت و تقویٰ میں یگانہ غیر حق سے بیگانہ ترک و تجرد میں یکتائے زمانہ تھے

عہ میر آزاد نے شجرۂ طیبہ میں مزار حضرت سید ماہرو کا باڑی میں اور ماثر الکرام میں قصبہ سرہ میں بتایا ہے اور صاحب آثار احمدی نے غالباً ان دونوں میں توفیق دینے کیلیے سواد قصبہ باڑی لکھا ہے اسلیے کہ یہ دونوں قصبہ قریب قریب تھے یا یہ کہ صاحب آثار احمدی کے زمانے میں جو میر آزاد سے متاخر تھے باڑی کا قصبہ وہاں تک بڑھ گیا ہو اس لیے ہم نے اسی قول متاخر کو اختیار کیا۔ منہ۔

ایک لحظہ اس مطلوب تحقیقی اور محبوب حقیقی کی طلب و محبت میں درد و سوز سے خالی نہ رہتے، حضرت شیخ مبارک گوپاموی قدس سرہ سے بیعت و خلافت رکھتے تھے (اث تذ)

اولاد امجاد آپکے دو صاحبزادے تھے، حضرت سید ابراہیم جد فقیر، اور حضرت سید محمد طاہر عرف سید طٰہٰ (مآثر و تذکرہ و آثار) حضرت سید محمد طاہر بھی بڑے باکمال سید والانسب عالی حسب تھے جن کا ترجمہ مآثر الکرام میر آزاد میں مندرج مطبوع و شایع ہے آپ کے برادر زادہ حقیقی حضرت سند المحققین میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف کے سنبلۂ اولیٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں چند مغل ہمارے پیر دستگیر حضرت شیخ صفی قدس سرہ سے شرف نیاز حاصل کرنے حاضر ہوئے، اثنائے کلام میں صحت سیادت کی بحث آپڑی مغل کہتے تھے کہ ہندوستان میں کوئی سید صحیح النسب نہیں ہے، اور اگرچہ حضرت مخدوم انھیں ہر طرح سمجھاتے تھے اگر وہ کسی طرح قائل نہ ہوتے اور یہ کہتے تھے کہ ہماری ولایت میں ایسے صحیح النسب متقی دیندار عابد زاہد سادات ہیں جن کی سیادت کی یہ واضح علامت ہے کہ اگر ان کا کوئی بال دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے جب بھی نہیں جلتا، حضرت مخدوم نے فرمایا ہندوستان میں بھی ایسے سادات موجود ہیں انھوں نے گمان کیا کہ حضرت مخدوم براہ سخن پروری یہ فرما رہے ہیں اور عرض کیا کہ اچھا ایسے سیّد کو طلب فرمائیے، حضرت مخدوم نے فقیر کے چچا سیّد طاہر کو جنھیں لوگ سید طٰہٰ کہتے تھے طلب فرمایا چونکہ حضرت بمقتضائے نام خود سراپا پاک و طاہر تھے ایک لٹ ان کے بالوں کی کاٹ کر آگ میں دیر تک رکھی مگر وہ ذرہ بھر نہ جلی اور جب اسے آگ سے نکالا تو ویسے ہی ٹھنڈی تھی گرم تک نہوئی تھی یہ دیکھ کر منکر شرمندہ اور پشیمان ہوکر کبھی حضرت مخدوم کے پانوں چومتے تھے اور کبھی ہمارے چچا صاحب کے قدموں پر گر کر بہت کچھ عذر معذرت کرتے تھے رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

وصال شریف حضرت سید شاہ قطب الدین قدس سرہ کا وصال شریف ۱۰۹۰ھ میں ہوا (اث تذ)

سیّد المقربین حضرت سیّد شاہ ابراہیم قدس سرہ

سید پاک اعتقاد درویش نہاد اکابر عظام اور فقرائے عالی مقام میں سے تھے عمر گرامی یاد حضرت الٰہی اور اد جناب رسالت پناہی سے معمور رکھتے اور محبوب حقیقی کے سوز عشق و محبت میں بادل بریاں و چشم گریاں رات سے دن اور دن سے رات کر دیتے اور ایک لحظہ اس مطلوب حقیقی

کی یاد سے غافل نہ رہتے حضرت مخدوم شیخ صفی قدس سرہ سے سلسلہ چشتیہ میں شرف بیعت حاصل فرمایا
اور بعد مجاہدہ تمام و ریاضت بلاکلام حضرت مخدوم ہی سے خلعت خلافت سے بھی امتیاز پایا حضرت مخدوم
شیخ حسین خلیفہ ارشد حضرت مخدوم شیخ صفی قدس سرہما اور حضرت سید ابراہیم کے درمیان بہت
الفت و محبت تھی اور ایک دوسرے نہایت اخلاص اور تپاک کا برتاؤ کرتے تھے (اثر سبع ستہ)
وصال شریف ۹۳۴ھ (شب پنجم ماہ رمضان المبارک) میں وصال فرمایا (تذاث) مجموعہ اوراد
حضرت میر عبدالواحد قدس سرہ میں ایک ورق پر خود حضرت میر عبدالواحد قدس سرہ کے دست قلم
مبارک کا لکھا فقیر نے دیکھا کہ "وفات بندگی والد سید ابراہیم شب پنجم از ماہ رمضان" نیز دیکھا "وفات بندگی
والدہ بست ششم ماہ شوال"

سند المحققین حضرت میر سید شاہ عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی

آپ حضرت سید شاہ ابراہیم کے خلف ارشد، قدوۂ انام، زبدۂ سادات کرام خطۂ بلگرام حنفی سنی مذہب
چشتی مشرب تھے (شجرہ فص ماثر وغیرہ)
ولادت شریف میر آزاد نے شجرہ طیبہ میں آپکا سن ولادت ۹۱۲ ہجری بتایا ہے مگر خود حضرت نے
اپنے شیخ حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ کی تاریخ وصال فقرۂ "شیخ پاک" میں جس کے اعداد ۹۳۲ ہیں
فرمائی ہے (ماثر وغیرہ) اور حضرت کا ایک شعر ہمارے جد امجد سید شاہ حمزہ صاحب نے ذکر کیا ہے کہ

سال عمرم رسید تا دہ وہشت — کز سرم پیر و والدین گذشت

اور صاحب تبصرۃ الناظرین اسی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت اٹھارہ برس کے تھے جو
والدین نے حضرت کے وصال فرمایا نیز میر آزاد لکھتے ہیں کہ حضرت اٹھارہ برس کے تھے کہ
حضرت مخدوم صفی نے وصال فرمایا، اس شعر کے مضمون کو اس فقرے کے اعداد سے ملاکر دیکھنے
سے حضرت کی ولادت سن نو سو پندرہ یا سولہ ہجری میں ٹھہرتی ہے واللہ اعلم بالصواب
سوانح شریفہ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت سید شاہ بڈھ قدس سرہ کے زمانے سے آپ کے اجداد کرام
بلگرام سے چلے گئے اور باڑی سانڈی وغیرہ میں رہنے لگے تھے حضرت کی بھی عمر شریف کا ایک کثیر حصہ
باڑی سانڈی قنوج وغیرہ میں گذرا، اور ماشاء اللہ آپ کے آبائے کرام سب ارباب فضل وکمال
ظاہر و باطن تھے لہذا دستور عام کے مطابق قیاس چاہتا ہے کہ آپ کی بھی ابتدائی تعلیم و تربیت علوم

ظاہری و باطنی اپنے اکابر کرام کے آغوش شفقت و کنار عاطفت میں ہوئی، نیز اپنے پیر بیعت حضرت مخدوم شیخ صفی قدس سرہ الوفی کے بھی آپ مورد التفات خاص رہے اور اپنے شیخ اجازت حضرت مخدوم شیخ حسین سکندرآبادی سے بھی آپ نے تربیتہائے فراواں پائیں اور ان سے اکتساب فیوض و علوم ظاہری و باطنی فرمایا (سبع و ماثر وغیرہ) اور حضرت مخدوم شیخ صفی سے حضرت نے انکے وصال کے بعد بھی بطریق روحانی اکتساب فیوض و کمالات ظاہری و باطنی فرمایا و بطریق مکاشفہ جس مشکل مسائل شریعت و طریقت کے حل فرمائے ہیں، چنانچہ میر آزاد ماثر الکرام میں خود حضرت کے رسالہ حل شبہات سے اس کا واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ابتدائے عمر کوک میں علوم شریعت و طریقت کے بعض مشکل مسائل ہم علمائے کبار اور مشائخ نامدار سے دریافت کرتے اور انکا جواب شافی نہیں پاتے تھے، یہاں تک کہ ہم نے یہ ٹھان لیا کہ تمام عالم میں پھرنا چاہیے کہیں تو کسی مرد خدا سے ملاقات ہوگی جس سے یہ مشکلات حل ہوجائیں گی، آخر جب ہم چل کھڑے ہوئے تو پہلی ہی منزل میں قیلولے کے وقت حضرت پیر دستگیر مخدوم شیخ صفی کو خواب میں اپنے اوپر بہت کچھ التفات و عنایت فرماتے دیکھا اس سے ہمارے دل میں یہ گزرا کہ اب تو حضرت مخدوم تشریف فرما ہی ہیں سفر کی کیا حاجت ہے (انھیں سے سب مشکلات حل کرلو) پس براہ ادب کہ خدمت مرشد میں عرض معروض باوضو ہوکر کرنا چاہیے) نیا وضو کرنے کی نیت سے حضرت مخدوم کے سامنے سے اٹھے کہ قاضی الہداد قدوائی کہ حضرت مخدوم کے مریدوں میں سے تھے ہمارے پیچھے سے آئے اور کہا کہ حضرت مخدوم تمھیں طلب فرماتے ہیں اور یہ ارشاد کرتے ہیں کہ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ فلاں شخص (یعنی خود حضرت میر عبدالواحد) کسی دوسری جگہ (اپنی مشکلات) حل کرنے جائے فقیر جلدی سے پلٹ کر ملازمت شریف میں حاضر ہوکر عرض رساہوا کہ قاضی الہداد نے حضور کا یہ فرمان مجھ سے کہا ہے حضرت مخدوم نے فرمایا ایسا ہی ہے (یعنی صحیح کہا ہے) اب جو ہم خواب سے بیدار ہوئے تو سفر کرنے نکرنے میں تردد پیدا ہوگیا، آخر یہ قرار دیا کہ اگر دوبارہ ایسا ہی خواب دیکھیں گے تو سفر چھوڑ دیں گے دوبارہ پھر یہی خواب دیکھا، اب لامحالہ سفر چھوڑ کر خانقاہ شریف میں حضرت مخدوم کے پائیں مبارک چالیس روز کم و بیش چلہ کیا اور (حضرت مرشد برحق سے) ان سب مشکلات علوم شریعت و طریقت کو حل کرکے جواب شافی لے کر ان سوالوں جوابوں کو اس رسالے (حل شبہات) میں درج کردیا، مترجمًا

عبرت اس واقعے میں ہم مدہوشان خمار غفلت و سرشان بادہ جہالت کیلئے خصوصیت سے ایک موثر سبق عبرت ہے، یہ واقعہ تحصیل علم دین کے اس ذوق و شوق کا ایک نمونہ ہے جو ہمارے برگزیدہ اسلاف میں عموماً پایا جاتا تھا، یہ طلب علم دین کا وارفتگانہ جذبۂ صادقہ ہی تو تھا جس نے اول تو حضرت کو ان مشکلات علوم کے حل کے لیے پہلے تو جگہ جگہ کے علمائے کبار و مشائخ نامدار کی خدمت میں حاضر کرایا اور وہاں سے سیری نہ ہونے پر اسی جذبۂ صادقہ نے اب سے چار سو برس پہلے کے زمانے میں جس زمانے کے سفر کی دشواریوں اور مصیبتوں کے لحاظ سے مشہور ضرب المثل "سفر نمونۂ سقر" آج بھی زبان زد خلائق ہے، چند مسائل علم دین کے حل کامل کیلئے حضرت کی نظر میں تمام عالم کے چکر کو نمونۂ سقر کے بجائے موجب ظفر دکھاکر سرور دل و جگر بنا دیا، ایک ہم ہیں کہ گھر سے چار قدم پر عالم دین اپنی مجلس وعظ میں وہ ضروری مسائل دین بتاتا ہوتا ہے جنکا جاننا ہر خاص و عام پر ضروری ہے اور ہمیں اس مجلس خیر و برکت کی شرکت کے لیے بارہا بلایا بھی جاتا ہے مگر ہمارے پائے طلب اس قدر کوتاہ اور تحصیل علم دین کے جذبات ایمانی اس قدر افسردہ ہو چکے ہیں کہ ان ضروریات دین کا علم حاصل کرنیکے لیے بھی گھر کے دروازہ سے قدم باہر نہیں نکلتے ؎ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا، اور اس پر یہ ہمیں ہوس ہے اور یہ گھمنڈ کہ ہم انھیں برگزیدگان خدا کے جانشین ہیں، اور جو عزت و وقعت عالم و عالمیان میں انھیں ان کے مالک و مولائے کریم نے دے رکھی تھی وہی ہمارے لیے بھی ہونی چاہیے، حالانکہ "میراث پدر خواہی علم پدر آموز" بھی حقیقت ہے ؎

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

فضائل مبارکہ خالق کریم نے حضرت کو علم و فضل کے گھرانے میں پیدا کیا، بچپن ہی سے آنکھ کھولی تو خدا والوں کی گود میں انھیں خدا کے برگزیدہ بندوں میں آپ کی نشو و نما ہوئی جنکی ایک ایک سانس اس مالک دو جہان کے ذکر سے خالی نہیں نکلتی تھی اور جنکا کوئی لمحہ اس محبوب حقیقی جل مجدہ کی یاد سے غفلت میں نہیں گزرتا تھا پھر خدا نے آپ کو طلب علوم ظاہری و باطنی کا شوق اور اکتساب فیوض و کمالات صوری و معنوی کا ذوق ایسا کامل اور مستقل عطا فرمایا تھا جسکی ایک جھلک ابھی اوپر کے واقعے میں ہمارے ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے، ان مواہب رحمانی و عطیات یزدانی نے حضرت کی ذات والا صفات کو صوری و معنوی کمالات سے آراستہ اور دینی و دنیاوی فضائل و

برکات سے بہرا شہ کرکے ایسا مرجع انام اور مفیض ہر خاص و عام کردیا تھا کہ ایک جہان آپ کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتا اور اپنے اور پرائے معاصرین و متاخرین آپ کی مدح و توصیف میں رطب اللسان رہتے۔ شیخ عبدالقادر بداؤنی سے سخت ناقد اور صاف کھری کھری کہدینے والے مورخ عہد اکبری جن کی سخن تنقید اور صاف گوئی ان کی تصنیف منتخب التواریخ سے روشن ہے اسی کتاب میں ہمارے حضرت کی نسبت لکھتے ہیں شیخ عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب فضائل و کمالات و ریاضت و عبادات است واخلاقِ سنیّہ و صفات رضیّہ دارد و مشرب او عالی است درین ایام خود را از ہمہ گزرانیدہ و در سال نہ صد و ہفتاد و ہفت کہ فقیر از لکھنؤ بہ بلگرام رسیدہ شبے بعیادت آمد و آں ملاقات اول بار بود کہ حکم ری ہم داشت و گفت این ہمہ گلہاے عشق است و مخدومی شیخ عبداللہ بداؤنی نیز اتفاقاً چوں رجال الغیب از بداؤں ہماں جا تشریف آوردند و یقین شد کہ اگر شب قدر دریافتہ باشم آں شب خواہد بود (ملخصاً از ماثر الکرام) اور میر علاء الدولہ بن میر یحییٰ سیفی قزوینی نفائس الماثر میں لکھتے ہیں میر عبدالواحد از اکابر سادات قنوج است و خالی از نشاء فقر و درویشی نیست (از ماثر الکرام) اور شیخ محمد غوثی منسروی کتاب گلزار ابرار میں لکھتے ہیں سید عبدالواحد بن سید ابراہیم قنوجی[۵] خداوند مجاہدہ و مشاہدہ صاحب صحت حال و فصاحت مقال الخ (از ماثر الکرام) اور شیخ بدرالدین ابن شیخ ابراہیم سہرندی مجددی کتاب سنوات الاتقیا میں جو انھوں نے ۱۰۴۰ھ میں تالیف کی لکھتے ہیں سید عبدالواحد بن ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ عارف ربانی و محرم حریم سبحانی بودہ صاحب کرامات و خوارق عادات جامع میان علوم ظاہری و باطنی و اصل ایشاں از سادات حسینی واسطی بلگرامی است مذہب حنفی مشرب چشتی داشت و در حقائق و معارف مصنفات کثیرہ در سلک تحریر کشیدہ و در عہد خود بغایت معتقد فیہ طوائف انام بود و نواب مرتضیٰ خاں و نواب صدر جہاں خاں پہانی مرید وے بودہ الخ ملخصاً اور سید کمال محمد واسطی سنبھلی مرید حضرت خواجہ خورد ابن حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہما اللہ تعالیٰ نقشبندی اپنی کتاب اسراریہ میں

[۵] یہ حضرت کو شیخ باعتبار شیخیت و بزرگی لکھتے ہیں جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضور غوث پاک کو کہتے ہیں کذا فی ماثر الکرام منہ عفی عنہ ان دونوں صاحبوں نے حضرت کو قنوجی اس وجہ سے لکھا کہ حضرت سید نے قنوج میں عقد فرما لیا اور ایک عرصے وہاں تشریف رکھی تھی چنانچہ ملا عبدالقادر بداؤنی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں در قنوج توطن می داشت کذا فی ماثر الکرام منہ۔

جو انھوں نے ۱۱۶۸ھ میں تصنیف کی ضمن تذکرۂ شیخ جمال بلگرامی میں لکھتے ہیں "شیخ جمال بلگرامی
وے شائخ بسیارے را در یافتہ و با میر سید عبد الواحد بلگرامی صحبت داشتہ و مرزوق شدہ و سید از
مشائخ کبار بود و اہل ذوق و وجد و صاحب سخن" الخ اور میر سید محمد صاحب بلگرامی تبصرۃ الناظرین
تاریخ بلگرام میں فرماتے ہیں میر عبد الواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب برد اللہ مضاجعہم و نور مراقدہم
از اعیان سادات و بزرگان با نام مقام بلگرام بودند درویش کامل و صاحب حال و فضیلت بر کمال
داشتند و کرامات و خوارق عادات بسیار از ایشاں بظہور رسید اور مورخ نامی علامۂ گرامی میر
غلام علی آزاد بلگرامی ماثر الکرام میں لکھتے ہیں میر عبد الواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین
بن سید ماہرو بن سید شاہ بڈھ قدس اللہ اسرارہم قطب فلک ولایت مرکز دائرۂ ہدایت بود
صاحب آیات ظاہرہ و کرامات باہرہ" اور سرو آزاد میں فرماتے ہیں "عمرے دراز مسند ارشاد را
بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید و سالکان مناہج حق پرستی را بسر البستان کبریا رسانید" اور
شجرۂ طیبہ میں فرماتے ہیں" او یگانۂ وقت خود بودہ صاحب کرامات و علامات باہرات جامع
میان علوم ظاہری و باطنی بسیارے از سر گشتگان وادی طلب را بسر منزل مقصود رسانیدہ"
الخ ملخصًا مولوی رحمٰن علی صاحب کے تذکرۂ علمائے ہند میں ہے "شیخ عبد الواحد بلگرامی شاہدی تخلص
صاحب فضائل و کمالات و ریاضت و عبادات بود اخلاق مرضیہ و صفات رضیہ داشت نام پدرش
ابراہیم" الخ غرض حضرت قطب فلک ولایت مرکز دائرۂ ہدایت قدوۂ اولیائے کرام افتخار سلف و
خلف خطۂ بلگرام علم صوری و معنوی میں فائق انام مظہر اسرار الٰہی منبع انوار نا متناہی عالم عامل فاضل
کامل صاحب آیات ظاہرہ و کمالات باہرہ خداوند مجاہدۂ صوری و مشاہدۂ معنوی مدارج عرفان
و محبت و مراتب عشق و مودت میں کامل العیار اطوار مشیخت و بزرگی میں صاحب اعتبار علوم ظاہر و باطن
میں یگانۂ روزگار فیض رسانیٔ خلائق میں روش غریب اور طاعت و عبادت خالق میں حالت عجیب
اور خوارق عادات و کرامات میں شان عظیم اور مرتبۂ رضا و تسلیم میں قدم راسخ و مستقیم رکھتے تھے مرتبۂ عظمیٰ
استقامت میں سر آمد زمانہ تھے، جب سے ہوش سنبھالا اس دن سے یوم وصال تک ایک روش مستقیم
پر عمر شریف گزاری کوئی تغیر حالت شریف میں داخل نہ ہوا، صائم الدہر تھے اور قائم اللیل اس مرتبے کے
کہ رات کو دو مراقبوں میں صبح کر دیتے مشاہیر اولیائے خطۂ بلگرام سے تھے وہاں کے حضرت کے معاصر
جملہ اولیائے کرام حضرت کے فیض یافتہ اور علمائے زمانہ اس خرمن علم کے خوشہ چین تھے ارشاد تذ

ظرف اس قدر عالی اور حوصلہ اس درجہ بلند تھا کہ ہر چند کوئی آپ کو ستاتا آپ اس سے آزردہ نہ ہوتے، بہت بڑے مرتاض تھے، کوئی کسی قدر آزار آپ کو پہنچائے آپ اسے سخت کلمہ نہ فرماتے اور دعائے بد نہ دیتے، اگر آپ کے خلفاء کی زبان سے کبھی کسی کو دعائے بد یا کلمۂ سخت نکل جاتا تو جب آپ کو اس کی خبر لگتی آپ انھیں منع فرماتے، قناعت و توکل کا یہ حال تھا کہ ایک بار حاکم وقت کے اہل کاروں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ پروانۂ ملکیت ہمیں دیا جائے اس کی نقل دفتر میں درکار ہے، حضرت کو یہ اس قدر ناگوار ہوا کہ اسی وقت پروانہ کو نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے ہاتھ میں دے دیا اور اب اس دن سے حضرت اور اہل عیال کی گزر بسر محض توکل پر ہونے لگی، مدت کے بعد بادشاہ وقت نے حضرت کے فرزندوں کی مدد معاش زبردستی مقرر کی (مراۃ المبتدئین)

اتباع شریعت شریعت غرائے مصطفویہ علی صاحبہا الف الف صلوۃ و تحیۃ جو اصل الاصول طریقت و معرفت و ذریعہ فلاح و نجات دنیا و آخرت ہے، حضرت اس کے احکام اوامر و نواہی فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کی تعمیل و بجا آوری میں جد و کد بے نہایت فرماتے اور اسے اصل مراد و غایت کار جانتے مجلس شریف میں بلکہ خانقاہ مبارک میں کوئی شخص نشے کا نام بھی زبان پر نہ لاتا، اگر کوئی شخص کسی حکم شریعت کی بجا آوری میں ذرا بھی قصور کرتا تو حضرت ہرگز اسے اپنی خانقاہ شریف میں نہ آنے دیتے، مزاج اقدس ہمہ تن حفظ حدود شریعت میں مصروف رکھتے، اور مطابق الحب للہ والبغض للہ اگر کسی سے ذرا بھی کوئی امر خلاف شریعت سرزد ہو جاتا حضرت اس سے سخت ناراض ہو جاتے اور اگر وہ شخص اس سے توبہ کی توفیق پا کر اتباع حکم شریعت غرا کرنے لگتا تو حضرت اُس پر پہلے سے زائد عنایات اور نوازشیں فرماتے (تذ) حضرت کا فرمان ہے کہ بندہ آں زماں از غفلت برہد کہ درانچہ مامور ست مشغول ماند و انچہ منہی عنہ است کنارہ گزیند بانفس خود ہمیشہ محاسبہ می گرفتہ باشد (دم) بندہ غفلت سے جب رہائی پاتا ہے کہ جو خدا و رسول کے حکم ہیں ان کے بجا لانے میں مشغول رہے اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے دور رہے اور اپنے نفس سے ہمیشہ محاسبہ (امر و نہی کی تعمیل کی جانچ پڑتال) کرتا رہے یہ حکایت جو شیخ مہربان اللہ کمبوہ مارہری نے اپنے تذکرے میں اپنے مرشد زادۂ حقیقی حضور سیدنا آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کی نقل فرمائی ہوئی درج کی ہے اس سے حضرت

سند المحققین کی حرارت اتباع شریعت وپاس حرمت دین نبوی کا اندازہ لگتا اور معلوم ہوتا ہے کہ
کہ ذرا سے امر خلاف ادب شریعت سے مزاج گرامی کس قدر متغیر ہو جاتا تھا حضور اچھے میاں صاحب
فرماتے ہیں کہ سید سلطان نامی ایک بڑے درویش خدا رسیدہ حضرت میر عبدالواحد صاحب کے
دوستوں میں تھے جن سے حضرت کو بھی ایک خاص محبت تھی اور خواجہ حنبل ان کی ایک کرامت
دراں کی قوت باطنی کے تصرف سے ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہو گئے تھے، ان سید سلطان
کی ایک لڑکی خورد سالی میں انتقال کر گئی تھی ایک دن انھیں یہ خیال گذرا کہ اُن کی قبر پر چل کر فاتحہ
پڑھیں اور دیکھیں کہ اُن کا کیا حال ہے خواجہ حنبل بھی ساتھ تھے اتفاقاً پہلے ان کا گزر ایک درشخص
کی قبر پر ہوا، انھوں نے فاتحہ پڑھا اور اُس کی طرف متوجہ ہوئے تو بقدرت کردگار عالم قبر پھٹی
اور صاحب قبر سرخ رنگ جیسے آگ بغیر دھوئیں کی (یعنی جیسے لوہا آگ میں تپ کر سرخ ہو جاتا ہے)
قبر سے نکل کر سید موصوف کے پاؤں پر گر پڑا اور بعجز وزاری تمام عرض گزار ہوا کہ اگرچہ میں سخت
گناہ گار روسیاہ، تباہ کار اور اپنے کیے سے اس عذاب میں گرفتار ہوں، میں اتنا بڑا گناہ گار تھا
کہ جو بھی مجھے سزا دی گئی وہ سو میں سے ایک بھی نہیں تھی مگر اب جلنے کی طاقت نہیں، خدا کے لیے
خدا سے عرض کر کے مجھ گناہ گار گم کردہ راہ کو بخشوائیے، سید موصوف کو اس کے حال زار اور عجز و
زاری پر رحم آیا اور درگاہ غفور رحیم میں بہ تضرع و نیاز تمام اس کی بخشش کیلیے عرض کیا کہ اے
غفور رحیم اسے مجھے بخش دے، غفار الذنوب وستار العیوب نے اپنے کرم و رحمت سے اس گناہگار سے
وہ عذاب اٹھا لیا اس کے بعد سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھا اور وہاں
بھی متوجہ ہوئے وہ قبر بھی پھٹ گئی اور لڑکی اپنے والد ماجد کو دیکھ کر دوڑی دوڑی انکے پاس آئی
اور گلے سے لپٹ کر کہنے لگی کہ بابا جان مجھے کیوں بلایا میں تو جنتی بچیوں کے ساتھ جنت میں کھیل رہی
اور وہاں بہت اچھی طرح خوش تھی، سید صاحب نے فرمایا ہمارا بھی مقصود اسی قدر تھا کہ یہ معلوم
کریں تم کیسی ہو، خواجہ حنبل نے جو یہ دونوں واقعے اپنی آنکھ سے دیکھے تو وہ مسلمان ہو گئے، مقصود
اس حکایت سے یہ ہے کہ یہ سید سلطان جو ایسے صاحب کرامت اور حضرت کے دوست بھی تھے
ایک بار بلگرام میں حضرت کی ملاقات کے لیے آئے تھے، حضرت بھی ان سے ملنے تشریف لے گئے، وہ
اُس وقت فرض نماز ادا کر رہے تھے مگر اس طرح کہ سر پر صرف ٹوپی پہنے تھے عمامہ نہ تھا اور
رومال دونوں مونڈھوں پر بطریق سدل اس طرح ڈال رکھا تھا کہ گردن پر اس کا کوئی حصہ نہ تھا

حضرت سند المحققین نے جو انھیں نماز پڑھتے اس طرح دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا اور بغیر ان سے ملے واپس تشریف لے گئے، جب بعد فراغ انھیں حضرت کے تشریف لانے اور بغیر ملے تشریف لیجانے کی اطلاع ہوئی انھوں نے حضرت کی خدمت میں رقعہ لکھ کر عذر کیا، ہرچند انھوں نے حضرت سے ملنا چاہا مگر حضرت نہ ملے، اور آخر تحریر فرمایا کہ آپ مقتدا اور رہنما ہیں آپ کو زیبا نہیں کہ بغیر رخصت و اجازت شرعی ذرہ بھر بھی کوئی کام کیجیے اس لیے کہ عوام کا ہدایت پانا آپکی پیروی سے متعلق ہے لہذا آپ کو جملہ جزئیات امور میں احتیاط برتنا اور مطابق شریعت چلنا لازمی ہے تاکہ عوام یہ حجت نہ پکڑیں کہ ہمارے پیر اس طرح عمل کرتے تھے، مناسب مقام ایک حکایت یاد آئی جو رسالہ قشیریہ امام ابوالقاسم قشیری وغیرہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص بسطام میں بڑا صاحب کرامت مشہور تھا، ایک دن خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ اس سے ملنے تشریف لے گئے وہ شخص حجرے سے باہر آیا اور قبلے کی طرف منھ کر کے تھوکا، حضرت خواجہ بغیر ملاقات فوراً واپس پلٹ آئے اور فرمایا جو شخص آداب شریعت سے واقف نہیں طریقت کو کیا پہچانے گا، اے عزیز یہ ان برگزیدگان خدا کے ارشادات ہیں جن کی غلامی سے آج کل کے بڑے بڑے اور اچھے اچھے بنے اور خدا والے ہوے ہیں، غور سے دیکھ کہ وہ آداب شریعت مصطفویہ کی حفاظت میں جن کا کرنا شریعت مطہرہ نے فرض و لازم نہیں قرار دیا کسقدر اہتمام فرماتے ہیں، یہاں سے اندازہ لگاؤ ان جھوٹے کھوٹے طمع کے بنے ہوے متصوفان زمانہ کی جھوٹی کھوٹی باطل طریقت اور جھوٹے کھوٹے تصوف کی حقیقت کا جنھوں نے شریعت غرا کی مخالفت بلکہ اس سے صریح عناد و عداوت کو اپنا شعار بنالیا اور اس کے آداب و سنن کا تو ذکر کیا واجبات و فرائض تک کو پس پشت ڈال دیا، صریح محرمات ملعونہ کا ارتکاب کرتے اور بنام توحید خالص کفر الحاد و اتحاد بکتے اور خود اپنے نفس کثیف اور چنیں چناں کو خدا بتاتے اور کہتے ہیں کہ ہمیں شریعت سے کیا کام ہم تو طریقت حقیقت والے ہیں اور وہ شریعت سے غیر، حالانکہ شیخ الکل فی الکل سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں طریقت اور حقیقت میں کوئی چیز مخالف شریعت نہیں ہے، نیز فتوح میں ارشاد فرماتے ہیں جس حقیقت کی گواہی شریعت نہ دے وہ زندقہ ہے (برکات قادریت) اے عزیز شریعت غرائے محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ و تحیۃ ہی میزان طریقت اور معیار حقیقت ہے جو طریقت اس ترازو میں پوری اترے اور جو حقیقت اس کسوٹی پر کھری نکلے وہی سچی اور حقیقی خدا والی ہے ورنہ باطل و مردود اور شیطان تک پہنچانیوالی ہی

خود اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے اور اس سے زیادہ کس کا قول سچا ہو ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا" نیز فرماتا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام نیز فرماتا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین ط

مپندار سعدی کہ راہِ صفا	خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ	کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

تواضع و انکسار آں فضل و کمال وجاہ و اقبال خودی و خود نمائی سے حضرت کو احتراز کلی اور اجتناب قطعی تھا، مولیٰ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اگرچہ فضائل صوری و معنوی سے آراستہ و پیراستہ کر رکھا تھا لیکن حضرت اپنے آپ کو انکساراً بہت حقیر جانتے اور غرور اور تکبر کو پاس نہ آنے دیتے چنانچہ شیخ مہربان اللہ صاحب اپنے تذکرے میں حضرت جدی سید شاہ حمزہ صاحبؒ نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار ہمارے دادا حضرت سید میر عبدالواحد قدس سرہ کے دل میں ذکر جہر کے درمیان میں یہ خطرہ گذرا کہ فرمان قرآنی ہے فاذکرونی اذکرکم اور کلمات قدسی میں بھی وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ، آیا ہمارا ذکر بھی مثمر ذکر حق تعالیٰ ہوگا یا وہ ذاکر دوسرے ہیں، پھر یہ خاطر شریف میں گزرا کہ ہم کہاں اور یہ قرب اور مقبولیت کہاں کہ ہمارا اسے یاد کرنا اس محبوب حقیقی و مطلوب تحقیقی کے ہمیں یاد فرمانے کا مثمر ہو مگر چونکہ حضرت کا ذکر دل سے ہوتا تھا لہٰذا اس خیال کے ساتھ ہی باطن سے یہ آواز آئی کہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (جس میں اس کی بشارت تھی کہ تم بھی ان میں ہو جن کا ذکر مثمر و منتج ذکر حق تعالیٰ ہے) مگر چونکہ ہمت عالی رکھتے تھے لہٰذا اس آواز باطن پر بھی نفس کو پھولنے نہ دیا اور تواضع و انکساری میں اور آگے قدم بڑھا کر اسے بھی اس پر محمول فرمایا کہ یہ آواز نفس کی ہے نہ کہ دل کا راز اس لیے کہ اسکے ساتھ خودی اور تکبر کی بو پائی جاتی ہے (کہ ہم بھی اس لائق ہوے کہ نیک کام کریں اور اس کے اجر کے متوقع رہیں) نیز اسی تذکرے میں ہے کہ حضرت سلطان المحبوبین سید شاہ حمزہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا کہ جب حضرت مخدوم شیخ حسین قدس روحہ نے حضرت جدی سید عبدالواحد قدس سرہ کو خلعت خلافت پہنایا تو حضرت جدی مدت مدید اسی حیرت اور فکر میں رہے کہ یہ اکابر دین کا لباس اس نالائق غافل کو نہ معلوم کس مصلحت سے حضرت مخدوم نے عطا فرمایا ہے اور چونکہ حضرت مخدوم

حضرت کے پیر تھے اور حضرت اپنے آپ کو ان کا محکوم اور تابع فرمان جانتے تھے، لہذا یہ بھی قدرت نہ رکھتے تھے کہ اسے نہ پہنیں، آخر خاطر شریف میں یہ قرار دیا کہ جب پیر و مرشد نے یہ خرقہ پہنایا ہے تو اہل معرفت کے اس لباس خاص کے آثار و خواص ہم میں آگے چل کر پیدا ہو جائیں گے گر تمام عمر گزرنے پر آئی اور انظر کسر نفس حضرت کو کوئی اثر بزرگی و فضیلت اپنی ذات سراپا برکت میں نہ دکھائی دیا تو فرمایا ؎

سبزہ بر سنگ نہ روید چہ گنہ باراں را

یعنی

نہیں اگتا ہے گر پتھر پہ سبزہ ابر کی ہی کیا خطا

اے عزیز تواضع وانکسار وہی مردان خدا کرتے ہیں جو فضل و کمال سے گراں بار سراپا بار ہوتے ہیں

	تواضع کند ہوشمند گزیں	نہد شاخ پر میوہ سر برزمیں	

حضور قلب و استغراق اطاعت و عبادت میں حضور قلب و ذوق و شوق و محویت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلطان المحبوبین سید نا شاہ حمزہ فرماتے ہیں کہ جدی میر سید یحیی قدس سرہ اپنے رسالہ میزان الاعمال میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر دستگیر حضرت میر عبد الواحد قدس سرہ نماز کی دوسری رکعت میں اکثر سورۂ اخلاص شریف پڑھا کرتے فقیر نے چند مرتبہ عرض کیا کہ اسمیں کیا بھید ہے کہ حضرت دوسری سورت کم پڑھتے ہیں فرمایا ہمیں تو (ایسا کرنا) خیال نہیں پڑتا اور (اگر ایسا ہم کرتے بھی ہوں تو) تم غیر مکرر سورت پڑھا کرو، آخر ایک مرتبہ لطف و کرم کے ساتھ فرمایا کہ چونکہ اھدنا الصراط المستقیم سوال اور دعا ہے اللہ تعالی سے صراط مستقیم پر ہدایت دینے کی، لہذا سورۂ اخلاص پڑھنے میں ایسا ہمیں معلوم ہوتا ہے گویا اس معبود حقیقی کی جانب سے جواب میں یہ خطاب ہو رہا ہے کہ قل ہو اللہ احد" الخ (یعنی اگر سیدھی راہ کی ہدایت طلب کرتے ہو تو کہو کہ اللہ ایک ہی الخ) اس لیے بے اختیار سورۂ اخلاص ہی مکرر بار بار پڑھی جاتی ہے ہمیں اس میں معذور جانو ختم ہوا کلام صاحب میزان الاعمال کا (تنہ) یہاں سے قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت سند المحققین کی طاعت و عبادت اور اس کے ذوق و شوق و حضور قلب کا کیا مرتبہ تھا جو جانتے ہیں وہ جانتے ہیں ہم جیسے نا اہلوں کی کیا مجال کہ اس کی تشریح کر سکیں، الحق انھیں کی نماز نماز ہے اور انھیں کی عبادت شرف قبول سے ممتاز، ورنہ ؎

نہ ہمیں شستن و برخاستن ہست نیاز	دل چو حاضر نبود جنبش بیکار چہ سود

حضرت فرماتے ہیں برائے معرفت حق ہر کہ عالم ست دلیل می باید و دلیل عارف در شناختن حق ذات حق است وا مروے زمراۃ المتبدین ہیں معرفت حق تعالیٰ کے لیے جو عالم ہیں دلیل چاہتے ہیں اور اہل معرفت کی دلیل حق تعالیٰ کی معرفت میں خود اس کی ذات پاک ہی ہے اور اس کا حکم بیعت و خلافت حضرت کو بیعت سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت مخدوم شیخ صفی قدس سرہ سائی پوری سے تھی مگر چونکہ حضرت کی کم سنی ہی میں جبکہ عمر شریف اٹھارہ برس تک ہی پہنچی تھی حضرت شیخ صفی وصال فرما گئے، لہٰذا خرقہ خلافت حضرت مخدوم کے خلیفۂ ارشد حضرت شاہ حسین سکندرآبادی نے پہنایا، چنانچہ خود حضرت میر قدس سرہ المنیر سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں "ایں فقیر مرید مخدوم شیخ صفی است و خلافت از مخدوم شیخ حسین دارد و مخدوم شیخ حسین را با پدر ایں فقیر الفتے و محبتے تمام بود و میان یک دیگر اخلاصے و اختصاصے کلی داشتند و پدر ایں فقیر نیز خلیفۂ مخدوم شیخ صفی بود بدیں سبب ایں فقیر رجوع بہ مخدوم شیخ حسین کرد و مخدوم شیخ حسین نیز عنایتہا و نوازشہا فراواں ازانی داشتند کہ یار زادہ ماست و جامۂ خلافت نیز پوشانید اگرچہ فقیر را لیاقت ایں جامہ نبود اما شکرانۂ درگاہ باری تعالیٰ می گزاریم کہ پیوند بیعت بایشاں درست داریم بیت

عہد ما با لب شیریں دہناں بست خدائے	ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند

سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے علاوہ حضرت کو حضرت مخدوم شاہ حسین سکندرآبادی قدس سرہ نے اجازت و خلافت سلسلۂ عالیہ قادریہ و سلسلۂ مبارکہ سہروردیہ میں بھی عطا فرمائی، یہ تینوں سلسلے بفضلہ تعالیٰ اس وقت بھی ہمارے خاندان میں معنعن موجود ہیں اور سلاسل قدیمہ آبائی کے نام سے موسوم ہیں ان تینوں شجروں کے اسمائے پیران کرام درج ذیل ہیں۔

سلسلۂ طیبۂ عالیۂ قادریہ قدیمہ

مخدوم سید عبدالواحد بن سید ابراہیم مخدوم شیخ حسین بن محمد مخدوم شیخ عبدالصمد بن علم الدین المعروف بہ شیخ صفی مخدوم شیخ سعد بدہس مخدوم شیخ محمد قطب المعروف بہ شیخ مینا مخدوم شیخ سارنگ مخدوم خواجہ ابوالفضل محمد بن احمد بن الحسین الحسینی البخاری المعروف بہ سید راجو قتال مخدوم جہانیان قطب العالم جلال الحق والدین حسین بن احمد بن الحسین الحسینی البخاری مخدوم شیخ نورالدین علی بن

عبداللہ الطوسی مخدوم شیخ مجذوب صالح بریدی مخدوم شیخ کمال الدین کوفی مخدوم شیخ سعد الدین
ابی الفتوح البغدادی مخدوم غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی مخدوم شیخ احمد الاسود الدینوری
مخدوم شیخ ممشاد الدینوری مخدوم شیخ ابی العباس النہاوندی مخدوم شیخ عبداللہ خفیف مخدوم خواجہ
ابوالقاسم جنید البغدادی مخدوم خواجہ سری سقطی مخدوم خواجہ معروف کرخی مخدوم خواجہ داؤد طائی
مخدوم خواجہ حبیب عجمی مخدوم خواجہ حسن بصری مخدوم امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
مخدوم خواجہ کائنات فخر موجودات سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آلہ و اصحابہ
و عترتہ (مجموعہ اوراد و النور والبہا)

شجرۂ چشتیہ قدیمہ

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی، حضرت مخدوم شیخ حسین ابن محمد سکندرآبادی حضرت مخدوم شیخ صفی
عبدالصمد سائی پوری حضرت مخدوم شیخ سعد الدین بدھن خیرآبادی حضرت شیخ محمد مینا لکھنوی حضرت
شیخ سارنگ حضرت شیخ سید محمد بن احمد معروف بسید راجو قتال حضرت مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری
حضرت سید نصیر الدین محمود چراغ دہلی حضرت سید سلطان نظام الدین اولیا محمد بدایونی حضرت
خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی حضرت سید قطب الدین بختیار اوشی کاکی حضرت خواجہ خواجگان
سلطان الہند سید معین الدین چشتی اجمیری سنجری حضرت خواجہ عثمان ہارونی حضرت حاجی شریف زندنی
حضرت مخدوم خواجہ قطب الدین مودود یوسف چشتی حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی
حضرت مخدوم خواجہ محمد بن ابی احمد چشتی حضرت خواجہ ابو احمد قدوۃ الدین فرشانہ ابدال چشتی
حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری حضرت خواجہ ہبیرۂ بصری
حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی خواجہ فضیل بن عیاض خواجہ عبدالواحد بن زید
حضرت مخدوم خواجہ حسن بصری حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضور سید المرسلین
خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم اسبع وکاشف وغیرہ

شجرۂ سہروردیہ قدیمہ

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی مخدوم شاہ حسین بن محمد سکندرآبادی مخدوم شیخ صفی الدین عبدالصمد سائی پوری
مخدوم شیخ سعد الدین بدھن خیرآبادی شیخ محمد مینا لکھنوی شیخ سارنگ سید راجو قتال سید جلال الدین بخاری

معروف بہ مخدوم جہانیاں شیخ رکن الدین شیخ صدرالدین شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی خواجہ وجیہ الدین ابی حفص عمر خواجہ محمد معروف بہ عمویہ خواجہ ابی احمد اسود دینوری خواجہ ممشاد دینوری سیدالطائفہ جنید بغدادی حضرت سری سقطی خواجہ معروف کرخی خواجہ داؤد طائی شیخ حبیب عجمی خواجہ حسن بصری امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سیدالمرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ وسلم (کاشف والنور والبہا وغیرہ)

پیری و مریدی میں احتیاط باوجودیکہ حضرت کے مرشد حضرت شاہ حسین قدس سرہ نے حضرت کو خلیفۂ مجاز فرمایا مگر بغایت انکسار و نہایت احتیاط حضرت نے اپنے آپکو پیر بننے کا اہل نہیں جانا اور ایک عرصۂ دراز کسی کو بیعت میں نہیں لیا چنانچہ خود حضرت کا ارشاد سبع سنابل شریف سے گزرا خلعت خلافت سے مشرف ہونے کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ فقیر کو اس جامۂ متبرک کی لیاقت نہ تھی اور حضرت جدی شاہ حمزہ صاحب سے یہ بھی منقول ہو چکا کہ عطائے خرقۂ خلافت کے بعد حضرت ایک مدت مدید اس تحیر و تفکر میں رہے کہ نہ معلوم مجھ ایسے شخص کو حضرت مخدوم نے خرقۂ خلافت کس مصلحت سے عطا فرمایا اس حکایت کے آخر میں حضرت جدی شاہ حمزہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت مخدوم شاہ حسین نے ہمارے حضرت سے پوچھا کہ آیا کسی نے آپ سے بیعت و انابت بھی کی آپ نے عرض کیا، نہیں تو اس پر حضرت مخدوم نے زور دے کر پوچھا کہ آیا کوئی شخص آپ سے رجوع ہی نہیں لایا، یا آپ نے اپنی طرف سے کسی کو قبول نہیں کیا، حضرت نے عرض کیا بعض لوگ رجوع تو ضرور لائے تھے مگر میں نے اپنی نالیاقتی دیکھ کر کسی کو بیعت میں نہ لیا، اب تو حضرت مخدوم چلائے اور فرمایا کہ ہم نے تو ایک کام پیران عظام کے فرمانے کے بموجب تمہارے حوالے کیا تھا تم ابھی تک اپنی لیاقت اور نالیاقتی کو ہی دیکھ رہے ہو تمہیں ان زائد اور فضول باتوں سے کیا کام تھا، اور پیروں کے فرمان کے سامنے اور انکی حکومت اور تصرف میں دیر لگانے کا کیا اختیار، خبردار زنہار اب اس کے بعد سے آئندہ جو کوئی طالب صادق تم سے بیعت کرنا چاہے ہرگز انکار نہ کرنا اُس کی ارادت قبول کر لینا، اس کے بعد (حضرت کی تسکین و اطمینان خاطر اور حل شبہ کیلیے) نرمی اور ملائمت سے فرمایا کہ اے نیک بخت مرشدان عظام کا طالبان صادق کو اپنے سلسلۂ بیعت میں داخل کرنے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ان کی نجات اپنے ذمے لازم کر لیں (تاکہ اپنی اہلیت و نااہلی کا فیصلہ پہلے کرنا پڑے) بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے دینی

احباب بہت سے بنالیں تاکہ اس گروہ کثیر میں سے جو لوگ اللہ کے مقبول بندے نجات پانیوالے ہوں ان کے طفیل میں ہم بھی نجات پاجائیں بعون اللہ تعالیٰ وفضلہ جل مجدہ بس اس کام (سچے طالبان حق کو داخل سلسلۂ بیعت کرنے) میں دیر نہ کرنا چاہیے (تذ) بعد کو یہ واقعہ خود حضرت میر کی سبع سنابل میں بھی نظر سے گزرا،

مشائخ زمانہ کیلیے ایک مفید سبق یہاں سے ہمارے زمانے کے وہ مدعیان مشیخت و متصدیان صدارت سند ارشاد سبق لیں جنھوں پیری مریدی کو بھی دنیا کمانے کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے اور محض اسلیے کہ ہمارے نام نہاد دست گرفتوں کی مردم شماری زائد ہو اور ہمیں ان سے مال وزر اینٹھنے اور دوسری اغراض دنیا دیہ میں مدد ملنے کا ایک ذریعہ اور یہ فخر جتانے کا موقع ہاتھ آئے کہ ہمارے اس قدر مرید ہیں اپنی قطعی نااہلی بلکہ بہت مواقع میں سلسلہ تک صحیح پاس نہونے کے باوجود ایسوں تک سے ہاتھ ملانا اور انکے نام نہاد مرید ہو جانے پر فخر جتانا شروع کر دیا ہے جو کھلے ہوے گمراہ بدمذہب بلکہ مرتد اور کھلے ہوے کافر مشرک ہیں، اور اس نام نہاد مریدی کے بعد بھی اسی اپنی ضلالت و بددینی و کفر و ارتداد پر قائم رہتے بلکہ اُن پیر صاحب کے نام کو بہت سے جاہلان بے خرد کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کا ذریعہ بناتے اور ان کی نام نہاد دست گرفتگی کی آڑ میں اپنی بدعت کفر و ضلالت کی اشاعت کرتے ہیں حالانکہ جو سچے پیر تھے وہ حضرت میر قدس سرہ المنیر کی طرح صاحب فضل و کمال ظاہری و باطنی ہونیکے باوجود محض براہ تواضع وانکسار اوّل تو خود کو اس کار بزرگ کیلیے نااہل جان کر خود پیر بننے اور لوگوں کو داخل بیعت کرنے سے وہ احتیاط برتتے تھے اور جب حکم مرشد سے مجبور ہو کر بیعت لیتے بھی تھے تو ان طالبان صادق سے جن کے طفیل میں اپنی بھی بخشش ہو سکے اور بعد بیعت اپنے دست گرفتوں کی ظاہری و باطنی اصلاح حال بہ دل و جان سے کوشش کرتے تھے بہر حال اُن کی بیعت لینے کا مقصد اپنی ذات سے ان کے لیے اور ان سے اپنے لیے دارین کی بھلائی اور فلاح کے حاصل کرنے میں ملنا، اور اپنے اور انکے لیے نجات آخرت کا سامان مہیا کرنا ہوتا تھا نہ محض نمائش نام و نمود و حصول مال و زر

مرشدان عظام سے عقیدت اہل باطن حضرات صوفیۂ کرام کے یہاں اپنے مرشد سے عقیدت اور اس کی فرمانبرداری اہم المہام اور عمدۃ المرام ہے، اکابر کرام برابر اس کی سخت تاکید اور نہایت اہتمام فرماتے آئے ہیں، ہمارے حضرت کو اپنے مرشدان عظام سے نہایت عقیدت اور دلی نیازمندی تھی، چنانچہ اپنی مبارک تصنیف سبع سنابل شریف کے ختم میں فرماتے ہیں "حمد خداوند عزوجل را کہ رسالہ

سنابل بر ذکر مناقب پیراں مرتب شد امید دارم چنانکہ حیات من برباد پیراں است ممات من نیز
برباد پیراں باشد" الخ اسی عقیدت و نیازمندی کے باعث اپنے شیخ اجازت حضرت مخدوم شیخ حسین
قدس سرہ سے شرف قدمبوسی حاصل کرنے برابر بلگرام سے سکندرآباد تشریف لے جاتے تھے،
مارہرے سے تعلقات اسی سفر کے دوران میں حضرت کا گذر ہمارے قصبۂ مارہرہ سے بھی ہوتا تھا
اور دوران سفر میں حضرت یہاں سادات بخاری کے محلے میں (جو اس کے متصل تھا جہاں اب
حضرت سید شاہ عبدالجلیل صاحب ہمارے مورث اعلیٰ حضرت کے صاحبزادۂ اکبر کی درگاہ شریف ہے)
کچھ روز قیام بھی فرماتے تھے اور یہاں کے کچھ لوگ حضرت کے سلسلۂ بیعت میں بھی داخل ہو گئے تھے،
چنانچہ حضرت سیدنا اچھے میاں صاحب قدس سرہ اپنی بیاض احمدی میں تحریر فرماتے ہیں "حضرت
میر سید عبدالواحد اکبر کہ از بلگرام برائے سعادت قدمبوس مرشد خود بہ سکندرآباد می رفتند از ہمیں راہ
شمس آباد و سکیٹ مارہرہ و بلرام قصبۂ جلالی و کول و خورجہ شدہ تشریف می بردند چنانچہ ازاں وقت
مردمان ایں دیار بہ سلک بیعت بدست آں جناب مشرف بودند و در محلہ سادات بخاریاں دو چار روز
در قصبہ تشریف می داشتند" آستانہ مرشد پر حضرت کی یہ حاضری برسوں جاری رہی، اور بعد وصال مرشد
بھی حضرت ان کے عرس شریف میں شرکت کے لیے تشریف لے جایا کیے، چنانچہ ملا عبدالقادر بدایونی
صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں، بہرہ تمام از صحبت شیخ حسین سکندرہ یافتہ و ہر سالے از بلگرام
بجہت عرس شیخ می آمد اکنوں کہ ضعف بسر پیدا کردہ نمی تواند رفت" یہاں سے واضح ہے کہ مارہرے
والوں کے ہمارے خاندان کے ساتھ تعلقات نیازمندی و عقیدت حضرت میر عبدالجلیل قدس سرہ کے
یہاں تشریف لا کر مستقل قیام فرمانے سے بھی پہلے سے ہیں،

تصانیف پر تبصرہ ان بیانوں سے ہمارے حضرت کے فضل و کمال اور جوہر ذاتی و صفاتی و سیرت کریمہ کی کافی وضاحت
ہوتی ہے اور اس سے زائد وضاحت اور مزید تفصیل حضرت کے جوہر ذات و صفات اور سیرت بابرکات کی خود حضرت کی
تصانیف عالیہ سے ہوتی ہے لہذا ہم مختصر طور پر انہیں بھی علیحدہ علیحدہ تبصرہ کر دینا چاہتے ہیں فصل الکلمات و کاشف
الاستار و ماثر الکرام و تذکرہ علمائے ہند وغیرہا کتب تحریرات حضرت سید شاہ حمزہ و میر غلام علی آزاد بلگرامی
و مولوی رحمٰن علی صاحب وغیرہ سے ہمارے حضرت کی حسب ذیل تصانیف و تحریرات کا پتہ چلتا ہے
(۱) تفسیر مغیض المحبت (۲) ساقی نامہ (۳) شرح گلشن راز (۴) شرح مصطلحات دیوان حافظ (۵) دیوان اشعار
(۶) حقائق ہندی (۷) مناظرۂ ابنۂ خربزہ (۸) مکاتیب ثلاثہ (۹) شرح معما قصۂ چہار برادر

(۱۰) شرح کافیہ ابن حاجب (۱۱) حل شبہات (۱۲) شرح غوثیہ (۱۳) شرح نزہۃ الارواح (۱۴) سبع سنابل، اور حضرت سید شاہ حمزہ صاحب نے کاشف الاستار میں حضرت کی ایک کتاب بنام رسالہ منظومہ در بیان معانی مصطلحات سلوک ذکر فرمائی ہے، اور آثرالکرام کے ہمارے پرانے خاندانی نسخہ میں ایک اور تصنیف بنام رسالہ نظم ہندی کا ذکر ہے ان کتابوں میں سے تفسیر بفیض المحبت[۵]، ساقی نامہ شرح گلشن راز، شرح مصطلحات دیوان خواجہ حافظ ہمارے پاس نہیں اور حضرت شاہ حمزہ صاحب کے کاشف الاستار میں شرح مصطلحات دیوان خواجہ حافظ کو نہ ذکر کرنے اور اس کی بجائے رسالہ منظومہ در بیان معانی مصطلحات سلوک ذکر کرنے سے یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ دونوں نام ایک ہی کتاب کے ہوں، اگر آثرالکرام کا جو قلمی نسخہ خاندانی ہمارے پاس دوم رجب ۱۲۸۹ھ کا لکھا ہوا اسوقت پیش نظر ہے اور جس کا منقول عنہ اور اس سے بھی پرانا قلمی خاندانی نسخہ ہے اس میں اور شرح مصطلحات دیوان

[۵] نظر ثانی کے دوران میں حضرت جدی اچھے میاں قدس سرہ کی کتاب آئین احمدی جلد چہارم میں تفسیر بفیض المحبت سے ایک اقتباس نظر سے گذرا نیز اس کا پورا نام تفسیر بفیض المحبت و مورث المعرفت معلوم ہوا اور یہ کہ وہ تفسیر حسینی سے مقتبس ہے ہم آئین احمدی سے اس کی عبارت یہاں نقل کرتے ہیں آیۂ کریمہ اللہ نور السموات والارض الآیہ کی تفسیر میں حضرت فرماتے ہیں امام فخرالدین رازی در اسرار التنزیل فرمودہ کہ مراد از نور ایمان است کہ حق سبحانہ تشبیہ کردہ سینۂ مومن را بمشکوٰۃ و دل او را در سینہ بقندیل و زجاجہ در مشکوٰۃ و ایمان را بچراغے افروختہ در قندیل و قندیل را بکوکبے درخشندہ و کلمۂ اخلاص را بشجرہ مبارکہ کہ از تاب آفتاب خوف و ظلال نوال رجا بہرہ دار د و نزدیک کہ نیض کلمہ بے آنکہ بر زبان مومن گذرد عالم را منور کند چوں اقرار باں بر زبان جاری شد و تصدیق آں نمود از گشت نور علیٰ نور ظہور رسید و ہم از کلمات امام است قدس سرہ کہ نور ایمان را بچراغ تشبیہ کرد بجہت آنکہ در خانہ کہ چراغ بود دزد پیرامون آن نگردد و ہم چنیں در ہر دل کہ ایمان باشد شیطان را بدو راہ نیست یا آنکہ بچراغ داخل خانہ روشن شود و از روزن ہا پرتو بر خارج افتد و آں را بنر روشنی بخشد ہمیں منوال نور ایمان دل را روشن گرداند و از انجا شعاع معرفت بر او زن ہائے حواس افتادہ انوار طاعات بر اعضا و جوارح پدید آید سیماہم فی وجوہہم مصرع سیماے ہر کس از دل او مید ہد خبر و گفتہ اند آں نور نور معرفت اسرار الٰہی ست یعنی چراغ معرفت در زجاجہ دل عارف در مشکوٰۃ سینہ او افروختہ از برکت زیت تلقین شجرہ وجود مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ نہ شرقی است نہ غربی است بلکہ مکی است و کمرہ عالم و از فراگرفتن عارف آں اسرار از تعلیم سید ابرار سر نور علی نور معلوم تواں کرد و در عین المعانی آوردہ کہ نور محبت حبیب با نور خلت خلیل نور علی نور است ؎

بدر نور و پسر نور ست مشہور ٭ ازینجا فہم کن نور علی نور

خواجۂ حافظ کو گنانے کے بعد اسے اس کے علاوہ بنام "مصطلحات شعر بطور صوفیۂ گنایا ہے مگر مطبوعہ چونکہ نسخۂ ماثر الکرام میں سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں، پر نہیں رسالۂ نظم ہندی بھی اسی قلمی نسخۂ ماثر الکرام میں حقائق ہندی کے اوپر گنانے کے باوجود الگ مذکور ہے جس سے یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ دونوں الگ رسالے ہوں اور چونکہ خود حقائق ہندی جو ہمارے پاس موجود ہے اس میں بھی انھیں الفاظ میں معانی مصطلحۂ حضرات صوفیہ کا بیان ہے جو ہندی نظم میں واقع ہوتے ہیں اس لیے گمان گزرتا ہے کہ اسی کو میر آزاد نے اس نام رسالہ نظم ہندی سے بعد کو گنایا ہو اور اسی لیے اسے مکرر دیکھکر مطبوعہ نسخہ میں ساقط کر دیا گیا ہو، ہمارے اس خیال کی تائید مزید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر یہ رسالہ نظم ہندی کوئی علٰحدہ مجموعہ نظم ہندی ہوتا تو سرآزاد سروآزاد میں ہمارے حضرت کو شعرائے ہندی میں کیوں گناتے انھیں وجوہ کی بنا پر ہم نے ان دونوں[۱] رسالوں کو علٰحدہ حضرت کی تصانیف میں نہ شمار کیا، لیکن حضرت ہندی میں نظم فرماتے ضرور تھے، چنانچہ بعض دوہرے وغیرہ حضرت کے ہم آگے ذکر کرینگے نیز ملا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ کی یہ عبارت "پیشتر ازیں بچند سال نقش وصوت ہندی می بست ومی گفت وحال می ورزید" (ماثر) بھی اس کی مؤید ہے کہ حضرت ہندی میں نظم فرماتے تھے، اور میر آزاد کا حضرت کو شعرائے ہندی میں نہ ذکر کرنا شاید اس لیے ہو کہ انھیں حضرت کا ہندی کلام سرے سے یا کسی معتد بہ مقدار میں نہ ملا اب بقیہ تصانیف پر نمبروار تبصرہ ملاحظہ ہو۔

دیوان اشعار بزرگان دین کی توجہات کا مشغلۂ اصلی ومصرف شبانہ روزی تو علوم ومعارف شریعت وطریقت کی تحصیل وتکمیل ہوتی ہے جس سے مقصود اصلی ومطلوب حقیقی رضائے مولی وخوشنودی خالق جل وعلی بفضلہ تعالیٰ حاصل ہو کر وہ خدا کے برگزیدہ بندے خدا والے ہوجاتے ہیں، یہی حقائق و معارف وواردات قلبیہ کبھی کبھی غلبۂ حال میں ان کے زبان وقلم سے بھی تراوش کرتے اور موزونیت طبعی انھیں نظم کے لباس دل پسند وسامعہ نواز میں جلوہ گر کر دیتی ہے، شعر وشاعری ان کا مقصود اصلی وماےۂ ناز تو ہوتا نہیں، جو وہ اپنے گراں بہا اوقات گل وبلبل یا غرور دل مشوقان دنیا کے ناز وانداز ہجر ووصل وغیرہ کے فرضی قصے سنانے کے نذر کر دیں اور انھیں نظم کا لباس پہنانے میں اپنے شعروں پر واہ واہ کے ڈونگرے برسوانے کے لیے دماغ سوزی اور جگر کاوی کریں، اس لیے انھیں جمع وتدوین دواوین کا کوئی ایسا خاص شغف ہوتا ہے، کسی بڑے مشہور زباں شاعر غزل اسے نسبت تلمذ کی فکر

[۱] یعنی رسالہ منظومہ در بیان معانی مصطلحات سلوک و رسالہ نظم ہندی ۱۲

اور اس پر فخر، انھیں تصنع و تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی جو وہ پر شکوہ و شوکت الفاظ و عبارات اور نازک و دقیق استعارات و تشبیہات وغیرہ کی آورد سے اپنی فکر کی فرضی اور خیالی بلند پروازی و دور رسی کا مظاہرہ کریں مگر اس سب کے باوجود چونکہ ان کا کلام دل کی نکلی بات اور بے تکلف آمد ہوتا ہے لہذا سننے والے کے دل ہی میں جاکر بیٹھتا ہے، اور ان کے سادہ الفاظ اپنی سلاست و نفاست سے اس کے دل میں اچھی طرح جاگزیں ہوتے ہیں ہمارے حضرت کا یہ دیوان اسوقت ہمارے پاس نہیں ایک مجموعے میں جس میں حضور صاحب البرکات کا دیوان بھاشا مسمیٰ بہ پیم پرکاس بھی شامل تھا جلد بندھا ہوا تھا، یہ مجموعہ حضرت والد ماجد قبلہ نے سیتاپور میں ایک عرصہ کثیر دراز گزرا موضع پینتے پور ضلع سیتاپور کے رہنے والے ایک ہندو ہندی داں کو اسلیے دیا کہ وہ پیم پرکاس کو ہندی ناگری خط میں لکھ دیں اور پھر وہ مجموعہ انھیں کے پاس رہ گیا ہمیں اب تک واپس نہیں ملا، اور اس طرح حضرت کا یہ دیوان بھی ہمارے پاس سے جاتا رہا، مگر سرو آزاد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غزل کا ایک مختصر دیوان فارسی زبان میں تھا اور شاعری کی حیثیت سے کلام اپنے زمانے کے شعرا کی روش پر حضرت شاہدی تخلص فرماتے تھے، اور فن شعر میں کسی شاعر سے حسب دستور شعرا تلمذ نہیں نہ رکھتے تھے، بلکہ اس فن میں آپ تلمیذ معنوی حضرت خواجہ حافظ شیرازی کے تھے چنانچہ خود اپنے رسالہ حل مشتبہات میں فرماتے ہیں" این کس در فن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ و خواجہ نیز بہ شاگردی خود مرا قبول کردہ وگویا این ضعیف ایما نمودہ

هر کہ در طور غزل نکتہ بحافظ آموخت یار شیریں سخن و نادرہ گفتار من است

(سرو آزاد وغیرہ) لیکن شعر و شاعری سے خاص شغل نہ رکھنے اور اس فن میں کسی سے رسمی تلمذ نہ رکھنے کے باوجود حضرت کی طبع سلیم و فکر مستقیم کے جواہر آبدار اس فن میں بھی اپنی آب و تاب دکھاتے اور قدر دانوں سے خراج تحسین وصول کر لیتے تھے چنانچہ عہد اکبری کے مشہور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ میر طبع نظم بلند دارد اور میر علاء الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر لکھتے ہیں میر سلیقۂ شعر خوب دارد (سرو آزاد وغیرہ) اور خود میر آزاد سرو آزاد میں لکھتے ہیں" اچانا پنا پیر زوری طبع گوہر قافیہ می سنجید وطلاے خوش عیار سخن بر می کشید دیوان تو حضرت کا ہمارے پاس اسوقت سے نہیں، دوسری کتابوں اور مجموعوں یادداشتوں سے حضرت کا جو ایسا منظوم کلام اس وقت ہمیں ملا ہے جو حضرت کی کسی مستقل تصنیف کا جزو نہیں اسے ہم تلف سے محفوظ رکھنے کے لیے

یہاں درج کرتے ہیں ہمارے ناظرین اس میں دقیق استعارات، تشبیہات اور پرشکوہ الفاظ اور
مشکل تراکیب کی شاعرانہ جدت طرازیاں اور عبارت آرائیاں ہی تلاش کرنے پر اپنی نظر مقصور
نہ رکھیں بلکہ یہ غور کریں کہ سلیس الفاظ میں کارآمد مطالب ظاہر کرنے اور قائل کے دلی جذبات اور قلبی
واردات کا سادہ لفظوں اور سہل عبارت کے ساتھ سامع کے دل نشین کرنے کے صفات ان میں کہاں تک
موجود ہیں اسلیے کہ محض لفظی شان و شکوہ اور فضول چہ میگوئیاں تو بزرگان دین سے بہت دور رہتی ہیں

غزل[۱]

دل و جاں تا کہ بمہر رخ تو باختہ ام
توسن ہمت خویش از دو جہاں تاختہ ام

جلوۂ قد ترا سدرہ و طوبی خجل است
تا منم از تو بفردوس نپرداختہ ام

واعظا پند مغز ما من سودا زدہ را
خانمان خرد از طرح بر انداختہ ام

از سر وقت من دل شدہ بگذر زنہار
زانکہ من چارۂ مخلص ز جنوں ساختہ ام

دمبدم تاختہ بر شاہدی افواج غمت
تا کہ در عالم عشقت علم افراختہ ام

رباعی[۲]

یارب کہ فزوں رفتہ گنہ از عدوم
بد را شمرم نیک از آں نیک بدم

پیوستہ قرین صفت دیو و ددم
باشد کہ رسد از کرمت یک مددم

قطعہ[۳]

شاہدی صبر کن کہ می گذرد
لیکن از سیرت بزرگاں نیست

راحت و رنج ہر چہ آید پیش
رنج غیرے برائے راحت خویش

قطعہ[۴]

نم ہر دیدہ برائے غم جاناں نبود
راہ مرداں نبود سرسری اے دل ہشدار

اے بسا غم کہ بجز ماتم دوراں نبود
رفتن از خویش و بخویش آمدن آساں نبود

فرد[۵]

واحد مدار عمر دریں تن بس دم است
زاں زود گفتہ اند فقیراں کہ دم مدار

[۱] تا [۳] از تبصرة الناظرین [۴] از نفس الکلمات [۵] از تبصرة الناظرین ۱۲

فرد

[1] زده بجنگ چو ادل به صلح آمده — دے به لطف نفیس تا زخوبش برجرم

فرد

[2] زگر به خانهٔ مردم خراب خواهم کرد — خیال غیر تو نقشے براب خواهم کرد

فرد

[3] گو تو چه کنم قصه زلف تو درازست — بورا نتوان بست درین نافه که بازست

فرد

[4] مرا از ہر ہاے او پرازپر گشت ہر پہلو — کنوں پر داز خواہم کرد سوئے آں کماں ابرو

فرد

[5] دانی که خوشنویسی ما از براے جبیت — ابہم دا سطی دستلم بنزد اسطی است

فرد

[6] سال عمرم رسید تا ده دہشت — کز سرم پیر د دالدین گذشت

فرد

[7] چو عبدالواحد ابراہیم نام است — که ہشر ده پشت او در بلگرام است

سوال شیخ فتح الله

شعر

شنم سورے بدریاے فتاده — که برہم می زنم دستے و پائے
نه آں دریاے پرخوں را کناره — نه ایں بیچاره را کس آشنائے

جواب از میر سید عبدالواحد بلگرامی

نخواہد مرد دریا آشنائے — نجنباند غریقش دست و پاے
چو فرعون غرق رود نیل است — کلیم آسا وراں دریا سبیل است

فرد

[8] نقطهٔ علمی که می بینی حجاب اکبر است — از سر ایں نقطه چوں پرکار بیاید گذشت

[1] مراة المتبدعین و مجموعهٔ قلمیه مصنفات میر عبدالواحد [2] از سرو آزاد وغیره [3، 4] از خط حضرت شاه حمزه صاحب [5] از مجموعهٔ قلمیهٔ مصنفات میر عبدالواحد [9] از شجرهٔ طیبه

از نفائس المآثر و سرو آزاد ۱۲

[6، 7] از سرو آزاد وغیره ۱۲

نسب نامهٔ منظوم

زمرهٔ سادات را خفظ حساب نسبت به — گفت عبد الواحد ابراہیم ابن قطب ابن مقال
میر سید قاسم دانگہ حسین ابن نصیر — ہم علی ابن حسین اے دل شمار فاش دال
واسطی بوالفرج بن داؤد انگہی سشمر — باز زید ابن علی ابن حسین آمد بدید
باز زین العابدین ابن حسین ابن بتول — تا نگر دد پیش کس ابن پاکر گوہر سبب
بن محمد طاہر و بن شاہ بدہ بن کمال — بن حسین ابن عمر ابن محمد با دگیر
وانگہے بوالفرج را بن ابوالفوارس دال — باز از بر کن حسین و یحیی و زید و عمر
ہم علی ابن محمد عیسی و زید شہید — بس بتول فاطمہ دانستہ بنت رسول

شجرهٔ پیران چشت قدس اللہ تعالی سرہم

اے الہ از حرمت اسرار این پیران چشت — آں حسین بن محمد دان صفی عبد الصمد
آں ملک سارنگ ششم راجو ست بن احمد کبیر — آں نظام الدین فرید الدین قطب بختیار
آں شریف زندنی و قطب دین مودود چشت — قدوۃ الدین ابو احمد ابو اسحاق شام
ہم حذیفہ نیز ابراہیم ادہم اہل جود — ہم حسن البصری و ہم حیدر امیر المومنین
انتباہے دہ بعبد الواحد از کرد از زشت — شیخ سعد و شیخ مینا ں رہبر راہ احد
داں جلال الحق بخاری ہست شیخ محمود نصیر — داں معین الدین و آں عثمان ہارونی شمار
ناصر بو یوسف و ناصر محمد بود چشت — آں علو دینوری و بصری ہبیرہ نیک نام
ہم فضیل و نیز عبد الواحد ابن زید بود — ہم رسول نامور صلوا علیہم اجمعین

شجرهٔ پیران سہرورد قدس اللہ تعالی اسرارہم

اے الہ از حرمت این خواجگان سہرورد — آں حسین ابن محمد داں صفی عبد الصمد
ہر خطائے کاں ز عبد الواحد آمد در نورد — شیخ سعد و شیخ مینا ں رہبر راہ احد

۱ و ۲ از مجموعہ اوراد حضرت میر عبد الواحد ۳ و ۵ از مجموعہ اوراد حضرت میر سید عبد الواحد قدس سرہ

آں ملک سارنگ محمد احمد[1] و بہ جلال — ہم کبیر[2] احمد جلال الدین بخاری خیر آل
آں بہاء الدین شہاب الدین ضیا ابو نجیب — واں وجیہ الدین ابو حفص عمر ہر زعجیب
ہم محمد عرف عمو بہ است آں مرد تمیز — واں ابو احمد با سود مشہر ممشاد نیز
ہم جنید و ہم سری سقطی کہ بودہ خال وے — نیز معروف است کرخی حضرت داؤد وطے
ہم حبیب و ہم حسن حیدر امیر المومنین — ہم رسول سرور صاد علیہم اجمعین

تاریخ[4] وصال حضرت شاہ حسین سکندر آبادی قدس سرہٗ

مقتداے واصلان حق حسین — کرد چوں رحلت بجنار ارہبر زمن
جست تاریخ وصالش دل ز عقل — شد ندائے غیب، رحمت بر حسین
۱۰۰۶ھ

دوہرہ[5]

ہن تیرد کو کرنی گناں جب دتی بانہہ — ہن تو سبھی بکاریاں تو ہیں سنواری ناتھ

پاپی[6] اد دھن پاپی داسن — باپ کو رم کہیں ہم کاسن
پاپ کرت اونچی سب بن — پاپ بناں سب سیواسن
پاپ تمھیں سب پاپی دھوئی — پاپھ بولا یو جھی کوئی
پاپ تمھیں وہی پنتھ ہم دیکھا — پاپی سرگ نباری لیکھا

[1] نام حضرت سید راجو قتال [2] نام والد ماجد حضرت راجو بوجہ ضرورت شعری نغا ابن محذوف ہے یعنی وہ محمد جو احمد کے بیٹے ہیں محمد میاں [3] نام والد ماجد حضرت سید جلال بخاری و حضرت راجو قتال اصل میں احمد کبیر تھا ضرورت شعری سے تقدیم و تاخیر اجزا کی گئی، اور معنی بظاہر یہ ہیں کہ وہ احمد کبیر جن کی بہتر آل حضرت جلال بخاری ہیں اس مناجات سے معلوم ہوتا ہے کہ شجرۂ سہروردیہ قدیم میں حضرت احمد کبیر بھی آتے ہیں مگر یہی شجرہ جو حضرت شاہ حمزہ صاحب نے نثر میں ذکر کیا ہے اس میں حضرت جلال بخاری مخدوم جہانیاں کے بعد ان کے والد ماجد کا نام نہیں آتا اور اسکی بجائے حضرت سید رکن الدین اور ان کے بعد حضرت سید صدر الدین کے نام ذکر فرمائے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ شجرہ ان دونوں طریقوں سے ہو اور حضرت مخدوم جہانیاں کو اپنے والد ماجد سے بھی اجازت ہو اور اس سلسلے میں یہ دونوں بزرگ نہ آتے ہوں [4] از تذکرہ شیخ مہربان اللہ کمبوہ [5] از مجموعہ مصنفات حضرت میر عبدالواحد [6] کاشف الاستار

پاپھ پاپ دین جب دیکھاں
پاپ کی پاپ بل بسیھ کا دی
واحد جن پاپھ تھیں برنس

نمسکار سب دیو بن کیھاں
پاپ لینسہ پیکھوں چھاوی
تاسی پاپ بناستی سر بس

ن کے علاوہ حضرت کے مجموعہ اوراد اور مجموعہ مصنفات میں اور بھی فارسی ہندی کا منظوم کلام
رباعیات واشعار دوہرے وغیرہ پائے جاتے ہیں جو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے مصنفہ ہیں
گر چونکہ اس پر کافی اطمینان ہمیں حاصل نہ ہوا لہذا ہم نے انھیں یہاں درج نہیں کیا،
حقائق ہندی حضرت شاہ حمزہ صاحب کاشف الاستار میں اس کی نسبت فرماتے ہیں"
از جملہ تصانیف آں حضرت حقائق ہندی است کہ الفاظ ہندی متداول سرود را در معانی تصوف
رقام ساختہ وعجیب تاویلات بکار بردہ بر معانی تصوف فرود آوردہ" یہ کتاب بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس
موجود ہے" اس میں ہندی نظموں اور گیتوں میں جو کلمات متداول ومعروف ہیں ان میں سے
بعض کے وہ معانی واشارات بیان کیے ہیں جو ان حضرات باطن مراد لیتے ہیں" ان کی تشریح
تفصیلی مختصر القانا میں نہایت پاکیزگی سے فرمائی ہے، اس کتاب کی تین فصلیں ہیں سال تصنیف
جمادی الاول سنہ ۹۷۴ھ ہے، شروع یوں ہوا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ رب قد اتیتنی
من الملک وعلمتنی من تأویل الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ
توفنی مسلما والحقنی بالصالحین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ اجمعین
این ضابطہ اشارات معانی است بعض کلمات ہندوی را کہ متداول است در سرود" او رختم اس پر ہوا ہے
عمر بہ عشرت وصحبت در دمن آخر نہ شد" شب بپایاں شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را
اس وقت کے عام رواج کے مطابق زبان فارسی ہے ہم اس کے بعض اقتباسات مع قدرے
تشریح کے فائدہ عامہ کے لیے یہاں ذکر کرتے ہیں، ابتدائے کتاب میں حضرت فرماتے ہیں"
بداں کہ در اصطلاح اہل تحقیق ہر کلمہ را صورتے ست وآں اعتبار تقید اوست بہر وجہیکہ باشد
ومعنی است وآں اعتبار اطلاق اوست بہر وجہیکہ باشد و وجود تقید و اطلاق از نسب و اعتبارات
برخیزد و نسب و اعتبارات واحد و نہایت نیست بضرورت ہر صورتے را معانی بسیار باشد
وہر معنی را صورتے شمار از یں جہت ہیچ کلمہ را ضابطہ کلیہ نبود ؎

معانی ہرگز اندر حرف ناید ٭ کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

و وجوہ ناشائستہ کہ باطن مستمعاں را پراگندہ گرداند اشارات ایں طائفہ ازاں ہمہ منزہ باشد مثنوی

سخن عشق چوں معمائیست		کہ نہ ادراسیت نے پائیست	
ہر چہ در طبع تو نیاید راست		تو ندانستۂ مگو کہ خطاست	

و بدانکہ مستمع بسیار است و ذائق اندک و ہر کہ ذائق نیست استماع ایں معنی را لائق نیست ؎

گزاف اے دوست ناید زاہل تحقیق		مرایں را کشف باید یا کہ تصدیق	

ترجمہ اہل تحقیق یعنی حضرات اہل باطن کی اصطلاح میں ہر کلمے کے لیے صورت ہے اور وہ اسکے تقید و تعین کا اعتبار ہے جس وجہ سے بھی ہو اور معنی ہے اور وہ اسکے اطلاق کا اعتبار ہے جس وجہ سے بھی ہو اور تقید و اطلاق کی وجہیں نسبتوں اور اعتباروں سے پیدا ہوتی ہیں اور نسبتوں اور اعتباروں کیلیے کوئی حد و نہایت نہیں، لامحالہ ہر صورت کیلیے بہت سے معنی ہوتے ہیں اور ہر معنی کیلیے صورتیں بے شمار، اس وجہ سے کسی کلمے کیلیے کوئی ضابطۂ کلیہ نہیں معانی ہرگز حروف میں منحصر نہیں ہو سکتے، اسلیے کہ بحر قلزم کسی پیالے میں سمانہیں جاتا اور وہ وجوہ ناشائستہ جو سننے والونکے ذوق باطن کو پراگندہ کریں گروہ صوفیہ کے اشارات ان سب سے منزہ و مبرا ہیں عشق کی باتیں معمے کی طرح ہیں کہ ناواقفوں کو اُن کا سر اور پاؤں معلوم نہیں ہوتا، پس اپنے قصور فہم کے سبب اہل عشق کی جو بات تمہارے نزدیک ٹھیک نہ معلوم ہو بے جانے بوجھے اُس پر خطا ہونے کا حکم نہ لگا بیٹھو اور یہ بھی جان رکھو کہ سننے والے تو بہت ہیں اور ان کی فہم کا ذوق رکھنے والے تھوڑے اور جو شخص ذوق باطن نہیں رکھتا وہ اہل اشارات کے کلمات سننے کی لیاقت نہیں رکھتا، اہل تحقیق ڈینگ نہیں مارا کرتے اُن کا کلام سمجھنے کیلیے کشف درکار ہے (جو مغز سخن تک پہنچاوے) یا تصدیق (کہ سننے والا یہ جانکر کہ یہ ان کا کلام ہے جو کوئی ناشائستہ اور بمعنی بات منہ سے نہیں نکالتے اس کی تصدیق کرے کہ جو ان محبوبان خدا کی مراد ہے اگرچہ میری فہم وہاں تک نہ پہنچے مگر وہ حق و صواب ہے تشریح اِس عبارت کے اس حصے پر خصوصیت سے غور کیجیے جس کے اصل و ترجمے پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے جب حضرات صوفیۂ کرام کے کلمات کے ان کی اصطلاح میں بہت سے معانی و اشارات ہیں جو ان میں تو متداول و متعارف ہیں مگر اُن کے غیر ان سے ناواقف اور بے خبر ہیں اور وہ سب معانی ناشائستگی اور شناعت سے قطعاً مبرا و منزہ ہیں تو بعض حضرات صوفیۂ کرام سے اپنے حقائق ذوقیہ اور واردات قلبیہ کے بیان میں جو بعض ایسے الفاظ و کلمات غلبۂ حال یا بیخودی میں نکل گئے ہیں جنکا

ظاہر خلاف شرع و مخدوش ہے انھیں دیکھ کر ان حضرات ائمۂ باطن و اولیائے مستندین پر اعتراض جماد بنا اور ان برگزیدگان بارگاہ کی شان میں معاذ اللہ طعن و تشنیع کی زبان کھولنا شرعًا وانصافًا ہرگز جائز نہیں، ان کے کلمات کو متعارف عوام مخدوش و خلاف شرع معانی پر حمل کرنا تو ناواقفوں کے قصور فہم و قلت علم کی ایجاد ہے، حضرات ائمۂ باطن و ارباب اشارات کی وہ کب مراد ہے

چو نشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست ؞ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

امام جلال الدین سیوطی اپنے رسالے تنبیہ الغبی تبرئۃ ابن العربی میں فرماتے ہیں "ان الصوفیۃ تواطئوا علی الفاظ اصطلحوا علیھا وارادوا بھا معانی غیر المعانی المتعارفۃ منھا بین الفقہاء فمن حملھا علی معانیھا المتعاد فقد کفر نص علی ذالک الغزالی فی بعض کتبہ" الخ (کمافی رد المحتار) یعنی صوفیۂ کرام میں بعض ایسے الفاظ متداول و متعارف ہیں جو ان کے مخصوص اصطلاحی ہیں اور جن سے انھوں نے وہ معانی مراد لیے ہیں جو ان کے ان معانی سے جو فقہا کے یہاں (عام محاورے میں) متعارف ہیں جداگانہ ہیں تو جو شخص ان الفاظ کو ان کے عام متعارف معانی کفریہ ہی پر بولے وہ کافر ہو جائے گا صوفیہ کے امام اجل غزالی نے اپنی بعض تصانیف میں اس کی تصریح فرمائی بعض اکابر ارباب باطن کے بعض کلمات بظاہر مخدوش دیکھ کر نہ ہمیں ان پر طعن کی اجازت نہ خود ان کلمات کو کہنے کی فقیر غفر لہ المولی القدیر عرض کرتا ہے کہ تشریح مذکورہ بالا سے ایک طرف تو حضرات صوفیۂ کرام کے خاص ارشادات کا عرف عوام کے محاورات پر قیاس کر کے انھیں عام محاورات کے احکام مصطلحات مخصوصۂ صوفیہ کرام پر بھی لگا دینے کا دروازہ بند ہو گیا اور دوسری طرف صوفیۂ کرام کے اس حکم کی حکمت بھی روشن ہو گئی کہ "ہر کہ ذائق نیست استماع این معنی را لائق نیست" اسلیے کہ جسکا ذوق باطن کامل نہیں۔ اور صوفیۂ صافیہ کے کلمات مخصوصہ کے معانی صحیحہ مصطلحۂ صوفیہ پر اسے علم و وقوف حاصل نہیں اسے اس کی یہ ناواقفیت صراط مستقیم در راہ راست سے دور ڈال دے گی صوفیۂ کرام کے وہ کلمات مخصوصہ جن کے عوام میں متعارف معنی مخدوش و خلاف شرع ہیں وہ انھیں اپنے قصور فہم و قلت علم سے مخدوش و خلاف شرع متعارف عام معانی پر حمل کر کے یا تو بزرگان دین و اولیائے کاملین رحمہم اللہ تعالے کی شان میں گستاخانہ زبان طعن دراز کرے گا جس کا نتیجہ محرومی و بے برکتی ہے یا انھیں متعارف عام معانی مخدوش و خلاف شرع کا اعتقاد کر کے ان کی قباحت و شناعت اور اگر وہ کفر و ضلالت ہوئے تو معاذ اللہ کفر و ضلالت میں مبتلا ہو جائے گا اور آج کل کے بہتسے جھوٹے جاہل بنے ہوئے کھوٹے صوفیوں کی طرح

خود صریح کفر و ضلال بکتا اور بہت سے جہال کو گمراہ بیدین کرتا پھرے گا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من الکفر والضلال
انھیں مہلکوں سے حفاظت کے لیے اکابر طریقت نے اپنے خاص رموز و حقائق علم باطن کی کتب دیکھنے
تک سے اپنے غیر کو منع فرمادیا خود امام الصوفیہ مقدام الطریقہ شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ الملکی نے
فرمایا "نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا" نقلہ الامام جلال الدین السیوطی فی تنبیہ الغبی یعنی ہماری حقائق و اسرار تصوف
کی کتابیں ہمارے غیر کے لیے دیکھنا حرام ہیں بلکہ بعض اکابر صوفیہ نے اپنے حقائق و دقائق طریقت و
معرفت کے بیان کیلیے ایسے الفاظ اصطلاح کر لینے کی جو اپنے عوام میں متعارف معنی کے لحاظ سے مخدوش
و منکر معلوم ہوتے ہوں وجہ ہی یہ بتائی کہ ان الفاظ کی ظاہری شناعت و نکارت دیکھ کر نااہل ہماری
کتب اسرار و حقائق دیکھنے سے باز رہیں اور نالائق ہمارے علم کے مدعی نہیں اور ناقص و قاصر لوگ
ہمارے علوم و مواجید میں بیجا دخل و معقولات سے احتراز کریں، تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن العربی میں ہے
قد سأل بعض اکابر العلماء بعض الصوفیۃ ما حملکم علی انکم اصطلحتم علی ھذہ الالفاظ
التی یستشنع ظاھرھا فقال غیرۃ علی طریقنا ھذا ان یدعیہ من لا یحسنہ ویدخل فیہ
من لیس اھلہ والمتصدی للنظر فی کتبہ او اقرائھا لم ینصح نفسہ ولا غیرہ من المسلمین
ولاسیما ان کان من القاصرین عن علوم الظاھر فانہ یضل ویضل وان کان عارفا
فلیس من طریقتھم اقراء المریدین لکتبھم ولا یؤخذ ھذا العلم من الکتب" الخ ملخصا الکافی در المختار
بیشک بعض اکابر علماء نے بعض حضرات صوفیہ سے پوچھا تمھارے لیے ایسے الفاظ اصطلاح کر لینے پر کیا
باعث ہوا جنکا ظاہر (اپنے عام متعارف معنی کے لحاظ سے) شنیع معلوم ہوتا ہے انھوں نے جواب دیا اسکا
باعث ہماری اپنے طریقے پر یہ غیرت ہے کہ جو لوگ اس کے ماہر نہیں وہ اس کے مدعی نہیں اور
ناقص و قاصر لوگ اس میں بیجا دخل نہ دیں (اپنی نااہلی کے باوجود) جس نے خواہ مخواہ ہماری اسرار
و حقائق تصوف کی کتابیں خود دیکھیں یا دوسرے نااہلوں کو پڑھائیں اس نے نہ اپنے لیے بھلائی کی
نہ دوسرے کے لیے اچھائی کی خصوصاً جبکہ وہ علوم صوفیہ میں ناقص ہونے کے ساتھ) علوم ظاہر میں
بھی پورا ماہر نہ ہو، پس بلاشبہ ایسا شخص تو خود گمراہ ہو جاتا اور دوسروں کو گمراہ کرنے لگتا ہے
اور اگر یہ عارف ہے تو عارفوں کا طریقہ اپنے مریدین کو صوفیہ کی کتب حقائق و معارف پڑھانا نہیں
نہ یہ علم محض کتابوں سے لیا جاتا ہے یعنی علم باطن کیلیے مرشد کامل ماہر حاذق کی توجہ قلبی اور اسکی تعلیم عملی
ضروری ہے محض کتابیں دیکھنے یا پڑھانے سے یہ علم نہیں آتا، سچے صوفیۂ کرام کو تو عقائد مسلمین کی

حفاظت اس درجہ مدنظر تھی کہ باوجودیکہ انکی اصطلاح کی رو سے ان کے سب کلمات کے معنی ہر ناشائستگی تک سے پاک وصاف تھے مگر پھر بھی اپنے خاص علوم ومعارف کی کتب جن میں ایسے الفاظ وکلمات وعبارات آتے ہیں جو اپنے متعارف عام معانی کے لحاظ سے بظاہر مخدوش وشنیع معلوم ہوتے ہیں ان کے دیکھنے سننے تک سے ان لوگوں کو صاف صاف منع کردیا جو علم ظاہر وباطن میں کامل ماہر اور اور اہل باطن کی مصطلحات خاصہ سے اچھی طرح واقف نہیں، لیکن آج کل کے جاہل جھوٹے کھوٹے مدعیان صوفیت ومتصدیان مشیخت ہیں جنھوں نے صوفیت ہی اسے ٹھہرا رکھا ہے کہ کھلم کھلا نہایت بے باکی سے خالص کفریات اور الحاد وزندقہ بکتے پھریں انھیں کی اپنے جاہل دام افتادہ عوام کو تلقین کرتے ہیں اور پھر غضب یہ کہ جب امر دین میں ان کی سخت بیقیدی اور بیباکی پر گرفت کی جاتی ہے تو محض ظلماً اپنا الزام اگلے بزرگان کرام وصوفیۂ عظام قدست اسرارہم پر پیٹتے ہیں کہ ان کی بھی یہی روش رہی ہے، حالانکہ یہ ان کا ان اکابر کرام پر افترائے ناکام ہے ؎

ولے از منقری نتواں برآمد	کہ او از خود سخن می آفریند

ان سچے صوفیوں کی تقویٰ وطہارت دین وسنت پر وہ سخت ترین مضبوطی واستقامت عقائد الحق میں ان کا وہ تصلب اور شدت اور ان کی بزرگی اور پاکیزگی پر اجماع واتفاق سواد اعظم امت ان الفاظ میں جن کا ظاہر ہمیں اپنے متعارف معانی کے لحاظ سے مخدوش وخلاف شریعت معلوم ہوتا ہے ان اکابر اہل باطن کے ان خاص معانی کے اصطلاح کے دعوے کی سچائی کیلیے جو ہر شناعت سے پاک ہیں کافی اور عادل شہادت اور ہمارے ان پر زبان طعن وتشنیع کھولنے سے احتراز واجتناب تام برتنے کی وجہ موجہ ہیں لیکن آجکل کے ان جھوٹے کھوٹے مدعیان مشیخت کا حال بالکل اس کے برعکس ہی جنکے یہاں تقوے وطہارت کے بجائے دین کے واجبات وفرائض ضروریہ تک سے سخت بے پروائی بلکہ قصداً احتراز تام ہے اور دین وسنت آزادی اور بے قیدی اور کھلے کھلے کفریات اور اتحاد کھلم کھلا نہایت بیباکی سے بکتے پھرنے کا نام انکا اپنے ان کھلے کھلے واضح وصریح ناقابل تاویل وتوجیہ اقوال ملعونہ کفر وضلالت میں کسی اپنی من گڑھت فرضی باطل اصطلاح کا دعویٰ ہرگز ہرگز مقبول ومسموع نہیں ورنہ شریعت اور دین سے قطعاً یکسر امان اٹھ جائے دنیا کے پردے پر کبھی کوئی شخص اگرچہ کیسے ہی ناقابل تاویل وتوجیہ کفریات واضحہ فاضحہ صریحہ ملعونہ بکتا پھرے کافر نہ ہو سکے کفر اور اسلام کافر اور مسلمان کا امتیاز یکسر مٹ جائے کھلے کفار پکے مسلمان اپنا مدار قرار پائیں کیسے ہی شدید اشد

کفریات کا ارتکاب کریں ہر وقت بہکیں جب گرفت ہو اپنی کسی من گھڑت فرضی باطل اصطلاح موہوم کی آڑ لے کر بھر دیسے ہو کے دیسے بڑے بنے مسلمان ایمان کے ٹھیکیدار بنے رہیں حاشا اسے نہ کوئی شریعت جائز رکھے نہ کوئی طریقت چونکہ تحقیق مذکورہ بالا میں الفاظ کے معانی بطور عرف عام و مصطلح صوفیۂ کرام میں فرق کا ذکر آیا ہے، اس لیے ہم اس کی چند امثلہ سے تائید و توضیح حضرت میر عبدالواحد قدس سرہ کی اسی کتاب حقائق ہندی سے کرتے ہیں کتاب مذکور کی پہلی فصل میں جس میں دوہرہ پر واقع ہونے والے بعض الفاظ کے معانی مصطلحۂ صوفیہ بیان ہوئے ہیں حضرت فرماتے ہیں اگر در کلمات ہندوی ذکر سیندور و غیر ہا آنچہ لوازم آراستگی مانگ باشد واقع شود محمول بود بر نشانۂ قبول از حق سبحانہ و تعالیٰ و اگر ذکر ٹیکا و تلک واقع شود اشارہ افتد بر نور صلاح کہ در روئے پیدا آید سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود " ملخصاً یعنی مانگ سنوارنے کے لوازم جیسے سیندور وغیرہا ہیں صوفیہ کی اصطلاح میں ان الفاظ سے سالک کا نشان مقبولیت بارگاہ الٰہی مراد ہوتا ہے اور الفاظ ٹیکا و تلک سے ارباب اشارات اس نور کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو برکت تقویٰ و صلاح و عبادت سے سالک کے چہرے میں ہویدا ہوتا ہے بمصداق آیہ کریمہ سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود۔

اب دیکھیے کہ حضرات صوفیۂ کرام تو ان الفاظ سے یہ معانی مراد لیتے اور اس طرف اشارہ کرتے ہیں اور عرف عام میں جو ان الفاظ سے مراد ہے وہ سب جانتے ہیں کہ ان سے کس قدر فرق رکھتا ہے پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اس کتاب اور علیٰ ہذا القیاس دوسری بعض کتابوں میں جو بعض الفاظ کے معانی بطور صوفیہ بیان ہوئے ہیں وہ کلمات صوفیہ کے محاورات میں کچھ انہیں معانی میں محصور نہیں اور بھی بہت معانی پر صوفیہ انہیں بولتے ہیں کتابوں میں بطور نمونہ چند معانی و اشارات ذکر کردیے ہیں چنانچہ خود ہمارے حضرت اسی کتاب کی ابتدا میں اس پر متنبہ فرما چکے ہیں جیسا کہ اوپر گذرا اور آخر میں پھر تصریح فرماتے ہیں کہ " زنہار ندانی کہ ایں کلمات مذکورہ محصورہ برہمیں اشارہ و معانی است بلکہ آں را معانی و اشارات بسیار است کہ نبشتہ نشد تا دراز نگردد و نیز ضبط آں معنی میسر نبود و بسیار از معانی و اشارات او لطیف تر و نازک تر بود کہ غالباً با حوصلۂ دانش مستمعان مسامحت نکردے در جحود و انکار افتادندے بضرورت متابعۃ الاسلاف فرو گذاشتہ شد " یعنی ہرگز نہ جاننا کہ یہ کلمات انہیں معانی و اشارات میں محصور ہیں، بلکہ ان کے لیے اور بہت سے معانی و اشارات ہیں جو لکھے نہیں گئے کہ کتاب طویل نہ ہو دوسرے ان سب کا ضبط و حصر دشوار کام تھا، پھر ان میں سے بہت سے معانی و

اشارات بہت لطیف و نازک ہیں کہ غالباً سننے والوں کی فہم و دانش کی رسائی وہاں تک نہوتی اور وہ ان پر رد و انکار کر بیٹھتے ان وجوہ کی بنا پر اتباعاً للاسلاف انھیں ذکر نہیں کیا گیا،

ارباب باطن کا کلام سمجھنے کیلئے کن باتوں کی ضرورت ہے

فقیر غفرلہ المولی القدیر عرض کرتا ہے حق یہ ہے کہ اسرار باطن و مکنونات اہل اشارات کے حقائق تک رسائی کے لیے صرف چند کتابوں کی ورق گردانی کافی نہیں نہ علم باطن کے حصول کا یہ طریقہ بلکہ اسکے لیے نظر غائر فہم ثاقب فکر صائب ذوق سلیم عقیدہ مستقیم صرف ہمت علوم ظاہر میں مہارت اور ان سب کے علاوہ مرشد کامل کی صحبت و خدمت اور اس کی توجہ قلبی و نظر عنایت اور ان سب پر بالا تائید غیبی و لطف ربی درکار ہے جو مکنونات ارباب باطن و دقائق حقائق پر سے الفاظ و عبارات کا پردہ طالب صادق کے سامنے سے ہٹا کر انکے قال حال کو اس کے قلب پر حال کردے اور مکائد شیطانی و وساوس نفسانی و عقبات سلوک سے سالک کو محفوظ و سلامت رکھکر واصل منزل مقصود فرمادے اللہ عزوجل ہم سبکو اپنی معرفت اور اپنی اور اپنے حبیب کریم رؤف و رحیم علیہ و علی آلہ و اصحابہ الف الف صلاۃ و تسلیم کی سچی کامل محبت اور سچا اتباع عطا فرمائے اور وساوس و مکائد شیطانی سے بچائے آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ و علیہم و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم و علینا و معہم و لھم اجمعین

مناظرۂ انبہ و خربزہ

خربزہ اور آم کا بزبان حال اپنی اپنی صفتیں بیان کرنا اور آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا سہل فارسی زبان میں نظم فرمایا ہے پھر دونوں بے زبانوں کے اس نزاع کا فیصلہ حضرت نے فرمایا اور خربزے کو جتادیا ہے آدمیوں کی چھری کے تلے بے چون و چرا سر رکھدینے والے ان دونوں بے زبان اور زیر دست و با پھلوں کی ایکدوسرے پر بڑھ چڑھ کر رہنے کے خاطر میدان فکر میں یہ پر لطف معرکہ آرائی اور عالم خیال میں یہ دلچسپ مناظرہ باذاق ناظرین کے لیے ایک دل بہلاؤ کا سامان اور متعلمین اور مترشدین کیلیے عالمانہ نکتہ سنجیوں اور صوفیانہ موشگافیوں میں لگاتار محنت اور مصروفیت سے پیدا ہو جانے والی انقباضی کیفیت کو دور کرکے طبیعت میں پھر سے انبساط اور جولانی روانی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس خیالی مناظرے کے ضمن میں جہاں انکسار و تواضع اور دوسروں کو نفع رسانی وغیرہ صفات پسندیدہ کی بہتری و برتری پر روشنی پڑتی ہے وہاں دوسری طرف یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ تیز زبان اور چالاک مد مقابل کس طرح اپنی چالاکی اور تیز زبانی سے اپنے مخالف کو اسکی مسلم برتری و بہتری کے باوجود نیچا دکھانے

اور اس پر اپنی فوقیت جتانے کے پہلو نمایاں کر دکھاتا اور اس کی صفات پسندیدہ میں بھی ذم کے پہلو ڈھونڈھ نکالتا ہے، صاحب تذکرۂ علمائے ہند اس مناظرے کی نسبت لکھتے ہیں "از منظوماتش مناظرۂ انبہ وخربزہ باہل مذاق شیرینی وچاشنی می دہد" ہم اس مختصر اور پر لطف مناظرے کو بجنسہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں

مناظرۂ انبہ وخربزہ از حضرت میر عبد الواحد قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از دو میوہ بشنو این رد و بدل
لائق تحسین وفائق در مزہ
گاہ آزادم چو سرو از بارہا
ظل آسائش کساں را گسترم
در نہد از حیف بر من اژدہٗ
خانہا پوشم مدام از چوبہا
ناں خورشہا چوں کنند این ترش
گاہ شربتہا وگہ آچار ہا
خربزہ گفتا کہ من سر بر زمیں
من ہمہ مغزم تو آخر خستہٗ
چند سالے از چہ تو می ایستی
ورنہ چوں من رخت سوئے طمس نہ
آں دو ماہ عید عیش با منست
تو پس از دہ سال من بعد از دو ماہ
تا نگردد طبع از غفلت اسیر
با منت ہرگز خصومت کے رسد
خفتنت در خاک از بدحالی است
من کہ سنگم مغز بد بخشم ثمر

انبہ گرد دار د میان خود جدل
میوہا دارم ہمہ علوی صفت
گاہ چوں نخلم بود انبارہا
گر مرا بزند از تیغ و تبر
خاطر آزردہ ندارم ذرّہٗ
خود بسوزم تا پزم ناں در تنور
می بود ہر طبع را مطبوع خوش
منفعت دارم بسے از ہر سرے
می نہم ہموارہ چوں مردان دیں
اے زنخوت روئے نخوت زیر نگہا
ہمچو من در ہر ولایت نیستی
من بوقت میوہ میگردم پدید
دہ سہ دو نو بارم از پیرا نشست
تو ہمہ بدہاضم و من ہاضم طعام
شربتے از خوردہ باید یا کہ شیر
انبہ گفت اے طعمہ موش و شغال
چند لافی چوں در ذلت خالی است
ہمچو قول طیب تشو نماست

انبہ می گوید منم اے خربزہ
شیوہا دارم چو اہل معرفت
بر تر از آلائش خشک و ترم
سایۂ خود بر نہیدارم ز سر
گرچہ تبر اشنند از اشوابہا
زحمت سرما کنم از خلق دور
دارم از لذت بسے آثار ہا
در فضیلت نیست چوں من دیگرے
تو کہ خود را بر بلندی بستۂ
میخوری ہر دم ز مردم سنگہا
چوں شجر داری ثمر دائم بدہ
در ہمہ آفاق ہر سالے چو عید
تو ہمہ چوب درشتی من گیاہ
اندروں از غل و غش شویم تمام
میوۂ من زود پے در پے رسد
اے لگد کوب وحوش و پائمال
من چو آدم در جہاں میوں شجر
اصل من مضبوط و فرعم در سماست

خربزہ گفتش کہ گر نغز ک توئی
خام در گور افگنندت ہر کسے
ختم کن اے انبہ بحث و ماجرا
تا ئب از شطامی ماضی شویم
آمدند آں ہر دو تن در بلگرام
اے فرید عصر اشرح بینا
فیصلہ بر قول پیغمبر نہم
سر فرو آرد بر و طبع سلیم
سیّد دارین احمد مصطفیٰؐ
کہ بہارا متم بطیخ ہست

در حقیقت کار بے مغز ک توئی
من اگر دہ باشم و تو از دو صد
حاکمے باید کنوں ما ہر دو را
انبہ گفت آرے کہ ایزد شاہد ست
پیش ماگویاں زبا ہست کدام
گفتم اے نغز ک تو نغز گوش کن
از حدود شرع ہر گز نگذرم
عائشہ صدیقہ ام المومنین
با رطب میخورد او بطیخ را
چوں پسندیدہ محمد مصطفیٰؐ

چوں درشتی ترشیے داری بسے
در عدد کم گیر بیشم و صد د
تا بحکمش ہر دو تن راضی شویم
حاکم ما میر عبدالواحد ست
اے وحید دہر اصلح بیننا
قصۂ فکر بفکرت نوش کن
آنچناں آرم دلیل مستقیم
آمدہ از روے روایت اینچنیں
نیز فرمود آں شہ بیدار بخت
ہست کافی فضل ایں بطیخ را

انبہ داد آخر بتسجیق رضا
خربزہ ہم عفو کردش ماجرا

مکاتیب ثلثہ۔ حضرت کے تین مکتوبات کے مجموعے کو فقیر نے اس نام سے موسوم کیا ہے ان میں سے ایک مکتوب بنام مفتی شیخ الہ داد دانشمند ہے، دوسرا بنام شیخ عبدالعزیز مفتی قنوج، تیسرا بنام نواب صدر جہاں، پہلا مکتوب مفتی شیخ الہ داد دانشمند کے نام. فارسی زبان میں معرکۃ الآرا مسئلہ سماع میں ہے شیخ الہ داد دانشمند مفتی ساکن لکھنؤ اس مسئلے میں سخت انکار رکھتے تھے ہمارے حضرت نے مفتی صاحب قدس سرہ کو یہ خط تحریر فرما کر نہایت وضاحت و خوش اسلوبی سے افراط و تفریط دونوں سے علٰحدہ اپنے مسلک محقق و احوط "نہ انکار می کنم و نہ ایں کار می کنم" یعنی سکوت کی تحقیق بطور صوفیہ و ارباب ذوق قرآن مجید و حدیث حمید و ائمۂ ظاہر و باطن کے نصوص و ارشادات کی سندوں سے ان کی روشنی میں فرمائی ہے۔

اگلے زمانے کا سماع اور اس کے سننے والے

حضرت نے اس مکتوب میں اپنے مسلک کے دونوں جزوں پر کافی و شافی بحث فرمائی ہے اس کے پہلے جز نہ انکار می کنم کی ضمنی بحث میں یہ امر بھی روشن ہو جاتا ہے کہ جس سماع کو اکابر کرام نے مباح جانا وہ کیسا ہوتا تھا اور اس کے سننے والے کیسے برگزیدگان خدا ہوتے تھے، چنانچہ حضرت اس مکتوب کے اول ہی میں فرماتے ہیں عن کان یرید حرث الآخرۃ

لے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ [illegible] اللمعات میں [illegible]

نمودہ نبی حرثہ قومے کہ عمل بر حدیث الدنیا مزرعۃ الاخرۃ دارند یعنی برکشت زار انئدہ تخم محبت خداوندی می کارند باران ایشان فیض عنایت ست وحاصلات ایشاں خرمن ہدایت ثمرات ایشاں احوال محبت وسنبلات ایشاں مقامات معرفت زمین قلوب ایشاں پاک و شاخہائے اعمال صالحہ بر افلاک والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لایخرج الا نکدا حالات بواطن شان قویست وحرکات قلوب شان معنوی وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب جنید رحمۃ اللہ علیہ در معنی ایں آیت فرمودہ کہ اولیا برسر حد رسوم ومعاملات واقف اند وخلق از حرکات بواطن شان خبر ندارند کہ ہر زمانے عالمے طے می کنند چہ ہر ذرہ از ذرات اکوان بحکم وان من شی الا یسبح بحمدہ محرک ایشان ست پس ہمیشہ بباطن در حرکات معنوی ہستند مثنوی

دمے از سر خوشی در عالم ناز گہے از سرخودئی بر سر دار بہر نغمہ کہ از مطرب شنیدہ	شدہ چوں شاطران گردن افراز گہے اندر سماع شوق جاناں برو وجدے ازاں عالم رسیدہ	گہے از درد سیاہی رو بدیوار شدہ بے پا و سر چوں چرخ گرداں سماع جان نہ آں صوت حرفست
	کہ در ہر پردہ سرے دیگرست	

روئے ہمت از نفس طاغوت تافتہ ومزابل شہوات را از دل باز کافتہ چنیں طائفہ را رقص وسماع مسلم باشد

رقص وقتے مسلمت باشد ؛ کاستیں بر دو عالم افشانی

یعنی ارشاد خداوندی ہے جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں وہ لوگ جو اس حدیث پر کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے عمل رکھتے ہیں یعنی دلوں کی کھیتیوں میں محبت خداوندیکا بیج بوتے ہیں ان کے لیے بارش فیض عنایت الٰہی ہے اور ان کی پیداوار ہدایت کے انبار ان کے پھل احوال محبت اور ان کے خوشے مقامات معرفت ان کے قلوب کی زمین پاک ہے اور ان کی شاخہائے اعمال صالحہ آسمانوں پر پہنچی ہوئیں بفحوائے مضمون آیۂ کریمہ والبلد الخ یعنی اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل ان کے باطن کے حالات قوی ہیں اور ان کے دلوں کی (منازل ومدارج محبت و معرفت کی طرف) حرکات معنوی ہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ میں وارد ہوا کہ "اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال" جنید رحمۃ اللہ علیہ نے

اس آیت کی تفسیر یوں بیان فرمائی کہ اولیاء اللہ بظاہر سر حد رسوم و معاملات پر کھڑے معلوم ہوتے ہیں اور لوگ ان کی باطن کی حرکتوں سے لاعلم ہیں کہ وہ ہر زمانے میں ایک عالم طے کرتے ہیں کہ ذرات عالم میں سے ہر ذرہ بنجوائے آیۂ کریمہ وان من شی الخ اور کوئی چیز نہیں جو اُسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ان کا محرک ہے پس وہ ہمیشہ باطن میں حرکت معنوی کرتے رہتے ہیں، وہ کبھی تو (اپنے مولے کریم کے فضل و رحمت پر نظر رکھتے ہوئے) عالم نازمیں شاطران گردن افراز کی طرح سر بلند ہوتے ہیں اور کبھی اپنے آپ کو (بنظر انکسار و تواضع) رد وسیاہ جان کر دیوار سے منہ چھپاتے ہیں اور کبھی بر سر دار سر خرد ہوتے ہیں کبھی ذکر جاناں کے شوق سماع میں بے سر و پا آسماں کی طرح گردش میں ہوتے ہیں، ہر نغمہ جو وہ گانے والے سے سنتے ہیں وہ ان پر ایک تازہ وجد عالم بالا سے لاتا ہے اس لیے کہ جان کا سماع محض آواز اور حروف نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ہر پردے میں ایک نادر اور عمدہ راز چھپا ہوتا ہے، وہ نفس سرکش کی طرف سے اپنے ہمت کا منہ موڑے اور نفسانی خواہشوں کے مزبلے اپنے دلوں کی زمین سے اکھیڑ پھینکے ہوئے ہوتے ہیں ایسے گروہ کیلیے وجد و سماع مسلم ہے، وجد و سماع اسوقت تمھارے لیے مسلم ہوگا جب تم دونوں عالم پر آستین جھاڑ کر صرف خالق عالم کے ہو رہو فقیر غفرلہ القدیر عرض کرتا ہے ایسے خودی سے گزرے ہوئے عارفان باخدا کے وجد و سماع کی نسبت کیا مقتضائے ادب و احتیاط کم از کم یہ نہیں کہ ہم ان پر رد و انکار سے اپنی زبان روکیں اور یہی واضح کرنا اس بیان کا اصل مقصود ہے **اہلیت سماع کی بحث** اس بیاں سے جہاں ان عارفان باخدا کے سماع جان پر رد و انکار سے زبان روکنا احوط و اسلم ٹھہرتا ہے وہیں ضمناً یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہمسے نفس پروران پُرہوا کا اپنے آپ کو ان پاک نفسان باصفا پر قیاس کر کے خود بھی یہ کام کرنے لگنا پرخطر اور نفس کے دھوکے میں پڑنا ہے اس بیان کے آخری حصے میں اس پہلو کو خود حضرت اس طرح صراحۃً واضح فرماتے اور اہلیت سماع کی تفصیل اور خود اپنے زمانے کے لوگوں میں اس کی قلت و ندرت کا اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ این اہلیت دریں زمانہ مفقود ست و این قابلیت درینوقت معدود ہیہات آفتاب سعادت بمغرب رسید مکارم اخلاق مندرس شد و معالم صحبت منطمس گشت بیشتر یاران اخوان العلانیہ شدہ اند کمترین علامات اہلیت آں باشد کہ اگر اہل سماع را گویند کہ تو نااہلی و ترا سماع سرود درست نیست چوں ازیں سخن و امثال آں بر نجد و تفاوتے در باطنش رسد

ویا تغیرے در ظاہرش ظاہر گردد بالیقین داند کہ نا اہل ست داو را سماع و رقص حرام مثنوی

سماع اے برادر بگویم کہ چیست فرشتہ فرو ماند از سیر او	اگر مستمع را بدانم کہ کیست و گر مرد لہوست بازی و لاغ	گر از برج معنی پرد طیر او قوی تر شود دیوش اندر دماغ

واگر بجہت ثبوت اہلیت خویش حجت پیش آید اقرار کردہ باشد بر نااہلیت خویش کہ من مدح نفسہ فقد ادی زکاۃ حمقہ الخ بقدر من التلخیص یعنی سماع سننے کی یہ اہلیت اس زمانے میں بہت کم ہے اور یہ قابلیت اس وقت گنتی کے لوگوں میں رہ گئی ہے افسوس افسوس آفتاب سعادت غروب ہونے پر آیا اور اخلاق وصفات پسندیدہ ناپید ہونے پر اور فیض صحبت صالح کے تمغے مٹ گئے بہت سے ہم اہی صرف ظاہر دار ہو کر رہ گئے ہیں کم سے کم علامت اہلیت سماع کی یہ ہے کہ اگر اہل سماع سے یہ کہیں کہ تو سماع کا اہل نہیں اور تجھے گانا سننا درست نہیں اس بات اور اسی طرح کی اور باتوں سے اگر وہ رنجیدہ اور اس کے دل میں اس سے کوئی کبیدگی آئے یا اس کے بشرے پر کوئی ملال ظاہر ہو تو یقیناً جان لو کہ وہ نااہل ہے اور اسے سماع و وجد حال حرام سماع کا حال سننے والے کا حال معلوم ہونے کے بعد بتایا جا سکتا ہے، اگر اس کا طائر فکر برج معنی سے پرواز کرتا ہے (یعنی اگر سماع سے اسے محبت محبوب حقیقی پیدا ہوتی اور اس کی طرف اس کا دل رجوع ہوتا ہے) تو فرشتہ اس کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور اگر سننے والا نفس پرور دنیا کے کھیل کود لغویات میں مشغول آدمی ہے تو سماع سے اس کے دماغ میں اور شیطان قوی ہوتا ہے اور اگر اپنی اہلیت ثابت کرنے کے لیے حجت پیش کرے تو یہ اس کا خود اقرار ہے اپنی نااہلیت اس لیے کہ جو اپنے منہ اپنے نفس کی تعریف اور مدح کرے، وہ اپنی حماقت کا ٹیکس ادا کرتا ہے، اپنے کرامت نامے کی تمہید میں اس مسلک احتیاط "نہ انکاری کنم و نہ ایں کار می کنم" کے دونوں جزوں کو اس طرح واضح فرمانے کے بعد حضرت مسئلہ سماع میں اکابر صوفیہ کے اختلاف کا حوالہ دیتے ہیں اور اس سے بھی اسی مسلک کی تائید اس طرح فرماتے ہیں "اصوب آں می نماید کہ نہ رد کنند و نہ قبول نہ اقرار کنند و نہ انکار، واحتیاط دریں باب سکوت تصور خواہند فرمود ایں مسئلہ ایست مختلف اگر از کلام شیخ ضیاء سنامی رحمۃ اللہ علیہ یا غیرہ وجہے دیگر معلوم می شود از کلام حجۃ الاسلام مجتہد امام محمد غزالی وجہے دیگر حاصل می شود بعضے ترک کردہ اند بر عدم اتیان آں اہتمام نمودہ کہ مسئلہ میان جواز و ناجواز دائر ست آنجا ترک اولی زیرا کہ ترک جائزے جائز باشد

واتیان ناجائزے ناجائزا اما آں را منع ہم نکردہ اند کہ عمل بر روایتے دارد وبعضے مباح لاہلہ گفتہ اند
والہیت شرط گرفتہ وہمچنیں سخن دریں باب بسیار واقع شدہ است" الخ یعنی زیادہ صواب یہ معلوم ہوتا ہے
کہ سماع کا نہ رد کریں نہ قبول نہ اقرار کریں نہ انکار اور احتیاط اس بارے میں سکوت کو جانیں اسلیے
کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اگر شیخ ضیاء سنامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے کلام سے ایک حکم معلوم ہوتا ہے
تو امام مجتہد امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے دوسرا حکم معلوم ہوتا ہے بعض اکابر نے سماع
ترک فرمایا اور اسی ترک پر التزام واہتمام فرمایا ہے اسلیے کہ وہ جواز وناجواز میں دائر ہے اور ایسے
مسئلے میں ترک اولیٰ ہوتا ہے اس لیے کہ جائز اگر ترک بھی کر دیا جائے تو جائز ہے اور ناجائز کا کرنا
ناجائز، لیکن ان بعض نے بھی سننے والوں کو منع نہیں کیا اسلیے کہ وہ بھی ایک روایت پر عمل رکھتے ہیں
اور بعض اکابر نے سماع کو اسکے اہل کیلیے مباح فرمایا اور اہلیت کو شرط قرار دیا ہے غرض اسی طرح اس
باب میں کلام بہت ہے۔ اس کے بعد حضرت اسی مسلک احتیاط کی تائید مستمع (سننے والے) کی اس طرح
تصویر کشی کر کے فرماتے ہیں "فاما اگر سوداز دہٴ رسوا تبہ کارے پر ہوا سیاہ دلے فرسودہ گریباں چاکے
دامن آلودہ دردمندے نامرادے از منزل آخرت بے زاد ناہموار ی نفس پرست مغرورے از شراب غفلت
مست ناگاہ از شنیدن سازے ویا از استماع خوش آوازے معصیتہاش یاد آید و فریاد برآرد واشک ندامت
از دیدہٴ عبرت ببارد وبتاسف ایام بطالت گریہا کند ودستہا افشاند ومضطرب گردد وحرکتہا براند باد تواں گفت
کہ تو مصر معصیت باشی وتخم جرائم می پاشی ایں نالہٴ وفریاد تو بے ساز ست وایں گریہٴ تو ممنوع وناجواز
کہ او بوسیلہٴ جاروب آوازے از صحن دل خاشاک جرائم را می روبد وحلقہٴ مغفرت می زند ودر رحمت میکوبد
چگونہ مانع وزاجر تواں بود دمعۃ من دموع العاصین تطفی غضب الرب وان اللہ تعالی یحب کل قلب
حزین وہرچند ایں اہلیت دریں زمانہ عزیز ست لیکن حکم بر اہلیت وناہلیت کسے بالقطع کردن نشاید
چہ آں از صفات قلوب ست ودر عیوب قلوب بجز علام الغیوب مطلع نیست پس احتیاط دراں باشد کہ بحکم
ظنوا بالمومنین خیرا زبان اعتراض باز کشند وبر مکنونات دل حکم نہ کنند کہ اگر مستمع نیک مردے واہل باشد
او را نااہل وزشت پنداشتن زشت بود واگر از نااہلے بحسن ظن درگزرند ہیچ وبال نبود بلکہ در زمرہٴ
ستودگان آیند واذا مروا باللغو مروا کراما داخل گردند وحسن ظن از مکارم اخلاق اسلام ست
پس سکوت دریں جا بہتر می نماید" الخ ملخصاً، یعنی اگر کوئی سودا کا مارا ہوا رسوا تبہ کار بُرا ہوا سیاہ دل
گریباں چاک دامن آلودہ دردمند نامراد توشہ آخرت سے خالی ہاتھ ناہموار نفس کے پھیر میں پھنسا ہوا

مغرور شراب غفلت سے مخمور ناگاہ کسی ساز یا کسی خوش آواز کے سننے سے اپنے گناہ یاد کرکے آہ و فریاد
مچائے اور ندامت کے آنسو عبرت کی آنکھوں سے برسائے اور کف افسوس ملے اور بےچین ہوکر پچھاڑیں
کھانے لگے تو اس سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تو گناہ ہی پر مصر ہے اور جرم کا بیج بو رہا ہے تیری یہ آہ و
زاری بیکار اور تیرا یہ رونا پیٹنا ناجائز ہے اسلیے کہ وہ آواز کی جھاڑو سے دل کے صحن سے گناہوں کا
کوڑا کرکٹ جھاڑتا اور مغفرت کا حلقہ پکڑتا اور رحمت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اسے کس طرح اس سے
باز رکھا جائیگا، گناہگاروں کے آنسوں میں سے ندامت کا ایک آنسو اللہ عزوجل کے غضب کو
ٹھنڈا کرتا ہے اور بیشک وہ رحیم و کریم جل مجدہ ہر غمگین دل کو دوست رکھتا ہے اور اگرچہ یہ اہلیت
اس زمانے میں نادر الوجود و کمیاب ہے لیکن کسی کی اہلیت و نااہلیت پر حکم قطعی کرنا بیجا ہے اسلیے کہ وہ
صفات قلوب سے ہے اور قلب کے عیبوں پر غیبوں کا جاننے والا الٰہی خبردار ہے پس احتیاط ہمیں ہے
کہ مسلمانوں پر نیک گمان رکھتے ہوئے (بغیر دلیل قطعی کے) زبان اعتراض نہ کھولیں اور دل کی
چھپی ہوئی باتوں پر حکم نہ لگائیں اسلیے کہ اگر وہ سننے والا اسماع کا اہل ہے اور نیک مرد ہے تو اسے
نااہل اور برا سمجھنا برا ہے، اور اگر کسی نااہل سے (جس کی نااہلیت بھی ہماری نظر سے پوشیدہ ہے
ہمیں اس کا علم قطعی نہیں) بوجہ حسن ظن درگزر کرینگے کچھ وبال نہ ہوگا بلکہ آیہ کریمہ واذا مروا باللغو
مروا کراما کے سراہے ہوئے لوگوں میں داخل ہوں گے اور نیک گمان اسلام کے مکارم اخلاق سے ہے
پس سکوت اس جگہ بہتر معلوم ہوتا ہے فقیر عرض کرتا ہے غفرلہ القدیر اس بیان سے بھی جہاں یہ واضح
ہوتا ہے کہ ایسا سماع جو ایسے اچھے نتیجے دکھائے اور ایک غافل معصیت کوش کو اسکے معاصی پر آگاہ
کرکے ان سے توبہ و ندامت پر لائے اس پر انکار کرنے سے زبان روکنا ہی مقتضائے احتیاط ہے
وہیں ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آدمی اگرچہ دوسرے پر انکار سے باز رہے مگر خود اپنی پاک
نفسی پر گھمنڈ کرکے کہ ہمارا گانا سننا بھی ایسے ہی نیک نتائج لائے گا گانا سننے نہ لگے کہ یہ سماع کا
کوئی خاصۂ لازمہ نہیں اور نفس کے مکر سے نڈر ہوجانا عاقل کا شیوہ نہیں" وما ابرئ نفسی
ان النفس لامارۃ بالسوء" قرآن مجید نے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام سے
برگزیدہ معصوم نبی اللہ کا قولہ نقل فرمایا ہے، پھر ہما شما کا ذکر کیا ہے،

انتباہ ضروری اشد ضروری اس مکتوب میں جو حضرت نے سماع خود نہ سننے کے ساتھ ہی اس پر
انکار سے زبان روکنے کو احوط واصوب بتایا اور اسپر زور دیا ہے اس سے ہمارے زمانے کے وہ

بنے ہوئے صوفی جنھوں نے امردوں رنڈیوں کے ناچ گانے کو اپنا مشغلۂ شبانہ روزی بنا رکھا اور
رونق بازار مشیخت سمجھ لیا ہے اس گھمنڈ میں نہ پڑیں کہ ہمارا یہ ناچنا گانا بھی اس حکم کے تحت میں آتا اور
ہم بھی انھیں کے زمرے میں ہیں جن کے سماع پر انکار سے زبان روکنا احوط و اصوب ہے، حاشا و کلا
نہ ان نفس پرستان پُر ہوا کو ان پاک نفسان با خدا سے کوئی نسبت نہ ان کی ہوس رانی کو انکی نفس کشی سے
کوئی علاقہ اور ہم حضرت کے اصل الفاظ و عبارات پیش کر چکے ہیں جن کی صراحت سے یہ روشن ہو کہ حضرت
نے ان برگزیدگان خدا کے سماع پر زبان طعن کھولنے سے منع فرمایا جو اپنی خودی سے گزرے ہوئے
ہوا و ہوس نفسانی سے دور محبوب حقیقی کی محبت میں چور اس کے مشاہدے اور تجلیات و انوار کے لاحظ
میں محو و مستغرق ہوتے تھے، جنکا سماع آواز اور حروف تک مقصور نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کے پردے میں
آواز و حروف کے پیدا کرنے والے سے راز و نیاز ہوتے تھے اور عالم بالا سے ان پر تجلیات و انوار اترتے
تھے، یا اگر زبان انکا ترجمان حال نہو تو بھی اکم از کم وہ ہوتے تھے جن کا سماع انھیں خواب غفلت سے
جگاتا اُن کی خطائیں اور لغزشیں یاد دلا کر ان سے ان پر ندامت اور توبہ کراتا تھا جن کی نااہلیت
کی علت اگر کوئی ہوتی بھی تو محض قلبی ہماری نظروں سے مخفی،

اب اس کے بالمقابل یہ دیکھیے کہ ہمارے **ہمارے زمانیکہ سماع اور اُسکے سُننے سُنانیوالے**
زمانے کے سماع سننے سنانیوالوں اور انکے
سماع کی کیا حالت ہے سماع کا جلسہ عوام جہال مرد عورت امرد نوجوان کا گھال میل کا مجمع ہے
جس میں کھلے فساق فجار داڑھی منڈوں شراب خواروں جواریوں وغیرہم بلکہ کھلے ہوے
بدمذہبوں بدینوں نیچریوں وہابیوں وغیرہم مرتدین و کفار و مشرکین تک کی بندش نہیں
خود پیر صاحب جو صدر نشین مجلس سماع ہیں انھیں اگرچہ علوم باطن اور اسرار تصوف کی تو ہوا بھی
نہیں لگی بزرگان دین کے اوراد و وظائف و معمولات طاعت و ریاضت و مجاہدہ ادا کرنا تو ان سے
کالے کوسوں دور رہا نماز پنجوقتہ جو خدا نے ہر مسلمان پر فرض قطعی کی ہے اسے تک یہ ادا نہیں کرتے
بلکہ خدا جھوٹ نہ بلائے تو بہت سے ایسے بھی ہیں جنھیں اس کا صحیح شرعی طریقے پر ادا کرنا آتا تک نہیں مگر
جاہل عوام میں اپنی جھوٹی کھوٹی مشیخت کا بازار گرم کرنے اور ان سے ٹکے سیدھے کرنے کیلیے گانا سننے
میں ہر وقت انہماک کا یہ عالم ہے کہ خود انھیں اور ان کے دام افتادوں کو گانا سننے کے سامنے نہ
ترک مستحبات و سنن کی پروا نہ فوت واجبات و فرائض کا غم، نماز جائے، مسجد چھوٹے جماعت جائے مگر

گانا سننا نہ چھوڑے سنانیوالے دیکھیے تو مجوسیوں کی صورت مونچھیں جیسے موٹی موٹی گھونسیں داڑھی
صفاچٹ کھونٹی تک کا پتہ نہیں، کیسا ہی فاسق و فاجر ہو گر خوش آوازی تال سم سرسے گانے میں
ماہر ہو اسکی بڑی چاہ ہے اور اگر کہیں اس کے ساتھ ہی امرد نوخیز ہو تو پھر تو اور بھی واہ ہی واہ ہی
بلکہ بعض اس چودھویں صدی کے مسند نشینان مشیخت تو مشہور حسن فروش بام نشینان بازار کے
ناچ گانے کے مجرے جہال کے پھانسنے اور اپنی مشیخت شیطانی کی دوکان چمکانے کیلیے کراتے ہیں
انہو شہر کے حسن پرستوں کے ان کے جلسوں میں بڑے ہجوم لگتے تماشبینوں میں انکی بڑی دھوم
مچتی ہے، سارنگی ستار طبلے ڈھولک مجیرے وغیرہ آلات شیطانیہ الگ لازم غیر منفک ہیں وہ کہاں
ساتھ چھوڑتے ہیں حال کھیلنے والے کھلاڑی جنکا قرآن مجید سنکر کبھی دل نہ پسیجا ذکر الٰہی سے وہ
کوسوں دور بھاگتے ہیں وقت کے منتظر لگے رہتے ہیں ادھر جلسہ کچھ کچھ جمنا شروع ہوا اور انھوں نے
اپنا ناچ حاضرین جلسہ کو دکھانا شروع کیا خوب خوب گھومتے تھرکتے اچھلتے کودتے چیختے چلاتے ہیں
سنائے جاتے ہیں بیقید شعراء کے کفریہ اشعار فسقیہ غزلیں جس میں رندی بیقیدی تعلیمیں شریعت و
طریقت پر کھلے اور ڈھکے حملے سچے علماء اور حقیقی مشائخ پر ظاہر اور پوشیدہ چوٹیں ملائکہ کرام سے
بے ادبیاں انبیاء رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مخفی وعلانیہ گستاخیاں بلکہ خود رب العالمین
جل مجدہ کی بارگاہ اقدس میں زبان درازیاں ہوتی ہیں، جہال متصوفہ کی کفریہ جبریہ توحید کی نظمیں گائی
جاتی ہیں جن سے بہتیرے جہال کے عقائد وایمان بگڑتے نفسانی خواہشات بھڑکتے شیطانی جذبات
اور ترقی پکڑتے ہیں عین مجلس سماع میں امرد پرستی کے زور بام نشینان بازاری سے آنکھیں لڑانے
اشارے کنایے کرنے کے شور اور طرح طرح کے فسق و فجور کی گرم بازاریاں ہوتی ہیں کیا ایسے
نفس پرستوں بیقیدوں کے ایسے مجموعۂ فسق و فجور بلکہ صریح کفریات وضلالات پر مشتمل سماع کو کوئی مرد
مسلمان دیندار جائز رکھ سکتا، اور بقدر وسعت وطاقت اس پر رد وانکار کو ناجائز وممنوع بتا
سکتا ہے، حاشا وکلا خود حضرت ہی اسی مکتوب میں ان سے بدرجہا اچھے ان سننے والوں کی نسبت
جن سے یہ کہا جائے کہ تم نااہل ہو اور تمھیں گانا سننا درست ورونہیں اور وہ اس کہنے سے رنجیدہ
ہوں یا ان کے ظاہر یا باطن میں اس سے کوئی تغیر آئے، صاف فرما چکے کہ ایسوں کیلیے گانا سننا حرام ہے

سماع کے بارے میں اگلے مشائخ کرام کے چند ارشادات جو آجکل کے بزعم خود غلط مدعیان تصوف و مشیخت اپنی جھوٹی کھوٹی مشیخت

وادعائے اتباع طریقت کے غرہ میں اگر حضرات علمائے دین وارثان حضور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ
وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نہ سنیں تو اکابر مشائخ طریقت کے ارشادات تو سنیں گے جن سے اپنا انتساب
کرتے ہیں خصوصاً حضرات اکابر مشائخ سلسلۂ عالیہ چشتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جنپر
خصوصیت سے اپنی طرح ایسے مجموعۂ مناہی ومعاصی سماع میں انہماک کی ناپاک تہمت رکھتے ہیں
کان کھول کر سنیں سردار سلسلۂ علیہ چشتیہ بہشتیہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ المشائخ محبوب الٰہی نظام الحق
والدین محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، "چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود مسمع ومستمع ومسموع
وآلۂ سماع مسمع یعنی گوینده مرد تمام باشد کودک نباشد وعورت نباشد ومستمع آں کہ می شنود
از یاد حق خالی نباشد[ع] ومسموع آنچہ بگویند فحش ومسخرگی نباشد وآلۂ سماع مزامیر ست چوں چنگ ورباب
ومثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست (مقال عرفا) یعنی سماع مباح ہونیکے لیے
چند چیزیں ضروری ہیں مسمع یعنی سنانیوالا پورا مرد ہو لڑکا اور عورت نہو مستمع یعنی سننے والا
ضروری ہے کہ یاد حق سے خالی نہو اسکا باطن یاد حق سے بھرا ہوا ہو مسموع جو سنایا جاتا ہو (مثلاً
غزلیں وغیرہ) اس میں فحش اور مسخرہ پن نہو آلۂ سماع مزامیر طبلہ سارنگی ستار وغیرہ موجود نہوں ایسا
سماع حلال ہے، ایکبار حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے عرض کی آجکل بعض خانقاہ
دار درویشوں نے مزامیر کے مجمع میں وجد کیا فرمایا "نیکو نکردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است"
(مقال) اچھا نہ کیا جو بات شرع میں ناروا ہے وہ کسی طرح پسندیدہ نہیں، کسی نے عرض کی
جب وہ لوگ وہاں سے باہر آئے ان سے کہا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا وہاں تو مزامیر تھے تم نے وہاں
کیونکر قوالی سنی اور وجد کیا وہ بولے ہم ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں مزامیر کی خبر ہی نہوئی، حضرت
شیخ المشائخ نظام الحق والدین نے فرمایا "ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید (مقال
ولفظ فوائد الفواد "آں سخن در جملہ معصیتہا بیاید نوشت) یہ جواب بھی محض مہمل ہے سب گناہوں میں یہی
حیلہ ہو سکتا ہے یا (چونکہ یہ بمعنی حیلہ کی آڑ سے گناہ پر اصرار ہے) اسے بھی گناہوں کی فہرست میں
لکھ لیا جائے حضور کے یہ سب ارشادات سیر الاولیاء اور حضور کے ملفوظات خاص فوائد الفواد شریف
میں مذکور ہیں جو حضور کے محبوب ومرغوب مرید وخلیفۂ خاص حضرت سیدی حسن علاء سنجری نے جیسا کہ
خود انھوں نے آخر میں تصریح کی خود حضور کے ارشاد سے جمع فرمائے اور جسکی نسبت حضرت شیخ محقق

[ع] لفظ فوائد الفواد ایں است "مملو از یاد حق باشد"

عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں "میر حسن را کتابیست مسمی بفوائد الفواد را آنجا ملفوظات شیخ را جمع کردہ در غایت متانت الفاظ ولطافت معانی آں کتاب درمیان خلفا ومریدان شیخ نظام الدین دستور ست" حضرت میر حسن کی کتاب فوائد الفواد جس میں انھوں نے اپنے شیخ کریم کے ملفوظات نہایت متانت الفاظ اور پاکیزگی معانی کے ساتھ جمع فرمائے ہیں یہ کتاب خلفا ومریدان حضور سلطان المشائخ کا دستور العمل ہے اور سنیے ایک بار کسی نے عرض کی کہ فلاں موضع میں بعض یاروں نے مجمع کیا اور مزامیر وغیرہ حرام چیزیں موجود تھیں حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیاں نباشد نیکو نکردہ اند، میں نے منع فرما دیا ہے کہ مزامیر اور محرمات درمیان نہوں ان لوگوں نے اچھا نہ کیا (مقال بحوالہ سیر) حضور کے خلیفہ شیخ محمد بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت محبوبیت منزلت نے اس باب میں نہایت شدت اور سخت تاکید سے ممانعت فرمائی یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور جماعت میں کچھ عورتیں بھی ہوں امام کو سہو واقع ہو مرد تو سبحان اللہ کہکر امام کو مطلع کریں عورت بتانا چاہے تو کیا کرے سبحان اللہ تو کہیگی نہیں کہ اُسے اپنی آواز سُنانی نچاہیے پھر کیا کرے پشت دست برکف دست زند کف دست برکف دست نزند کہ آں لہومی ماند تا ایں غایت از ملاہی وامثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع بطریق اولی کہ ازیں بابت نباشد" (مقال) ہتیلی کی پیٹھ ہتیلی پر مارے ہتیلی ہتیلی پر نہ مارے کہ وہ تالیاں بجانے سے مشابہ ہے اس حد تک کھیلوں سے اور ان کے امثال لغویات سے پرہیز چاہیے پس سماع میں بطریق اولی ایسی کوئی بات نہونی چاہیے شیخ مبارک فرماتے ہیں یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع است (مقال) امام کو دستک سے خبردار کرنے میں اسقدر احتیاط آئی ہی تو مزامیر کے سماع میں بطریق اولیٰ منع ہے، سبحان اللہ جو بندگان خدا تعالیٰ کو ناجائز جانیں بندگان نفس ان کے سر ستار اور ڈھولک کی تہمت باندھیں حضور کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہ نے حضور کے زمانے میں حضور کے حکم سے درباره سماع ایک رسالۂ عربیہ مسمی بہ کشف القناع عن اصول السماع تالیف فرمایا اس میں فرماتے ہیں" اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبری عن ہذہ التہمۃ و ہو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالیٰ" یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے پاک ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی کی خبر دیتے ہیں (مقال عرفا) حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی

جواجلہ خلفاے حضرت سلطان المشائخ واکابر مرشدان خاندان عالی شان چشت سے ہیں قدست اسرارہم
انکی نسبت حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی مجموعہ مکتوبات موسومہ المکاتیب و الرسائل الی ارباب الکمال
والفضائل میں ہے "منتسبان سلسلۂ مخدوم شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ تعالیٰ سرہ غایت اجتناب و
احتراز از شنیدن مزامیر دارند وایشاں میگویند کہ شیخ فرمودند کہ ہر کہ سماع مزامیر کند از عقد بیعت و
مریدی ما برآید" حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمد قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے سلسلے والے نہایت احتراز
اور پرہیز مزامیر کا گانا سننے سے رکھتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت شیخ نے فرمایا ہے جو کوئی مزامیر کا
گانا سنے گا وہ ہماری بیعت و مریدی کے سلسلے سے نکل جائے گا، نیز حضرت شیخ محقق اسی مجموعہ
مکاتیب میں فرماتے ہیں" از سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ می آرند کہ در مبادی حال سماع کردے
و با اہل سماع نشستے و در آخر ترک کرد گفتند چرا سماع نکنی و نشنوی فرمود از کہ شنوم و با کہ شنوم اشارت کرد
بفقد اخوان و یاراں کہ از انہا می شنید و با نہامی نشست زیرا کہ سماع ایشاں از اہل بود و با اہل بود
چہ اختیار مشائخ سماع را در جائیکہ کردہ اند بشروط و آداب بود کہ در کتب ایشاں مذکور و مسطور ست گاہ
گاہے بود نہ بر طریق استمرار و عادت و چوں جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک سماع در زمان خود بجہت
فقد اخوان و شرائط کرد دیگر چہ تواں گفت یعنی حضرت سید الطائفہ سرگروہ سلاسل صوفیہ صافیہ
حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداے حال میں سماع سنتے اور اہل سماع کے ساتھ
بیٹھتے آخر میں چھوڑ دیا لوگوں نے عرض کیا آپ کیوں سماع نہیں سنتے حضرت نے جواب دیا کس سے
سنوں اور کس کے ساتھ سنوں شیخ محقق فرماتے ہیں اس میں حضرت نے اپنے دوستان طریق اہل سماع
کے جاتے رہنے کی طرف اشارہ فرمایا جن سے آپ سماع سنتے اور جن کے ساتھ بیٹھکر سنتے تھے اسلیے کہ
ان حضرات کا سماع سنانے والے بھی اہل ہوتے تھے اور اہل ہی کے ساتھ بیٹھکر ہوتا تھا اسلیے کہ مشائخ کرام
نے جہاں بھی سماع سنا ہے وہ اسکے شرطوں اور آداب ہی کے ساتھ سنا ہے جو انکی کتابوں میں مذکور ہیں
اور کبھی کبھی سنا ہے نہ ہمیشہ اور عادت کے طور پر شیخ محقق فرماتے ہیں جب حضرت سید الطائفہ جنید

لہ چنانچہ لطائف اشرفی میں حضرت مخدوم سلطان اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے "ہر چند کہ خلفاے حضرت سلطان المشائخ
ہمہ بر مسند شیخوخیت و ارشاد و بر سجادۂ تربیت و انقیاد بودند اما حضرت شیخ نصیر الدین محمود را حق تعالیٰ ولایتے کرامت کردہ بود کہ بداں مرتبہ ہیچکس از خلفا نتوانند رسید
و آں مقدار از ابتلا بہ کرامت و انوار ہدایت و عظامت کہ از حضرت شیخ نصیر الدین ظہور پیوست از ہیچکس ظاہر نشد کہ در ہمہ ہندوستان ہیچ صاحب ولایتے
مقاومت ایشاں نتوانست منتسبان سلسلۂ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ و بعض منتسبان سلسلۂ اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور ہندوستان کی اور دوسری خانقاہوں کے بھی متوسل
اکثر اور بیشتر چشتی حضرت چراغ دہلی ہی کی سرکار ابد قرار سے انتساب رکھتے ہیں۔ محمد میاں عنہ اسلیے کہ کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین حال حضرت سید شاہ
ابو احمد محمد علی حسین صاحب دام بالکرم کو حضرت چراغ دہلی قدس سرہ کے سلسلہ میں انتساب تین جگہوں سے حاصل ہوا ایک ہمارے یہاں سے ایک بواسطہ جد منظم
خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ دوسرے شاہجہانپور سے بواسطہ جناب حافظ احمد حسین صاحب اور تیسرے صفی پور سے بواسطہ جناب شاہ خلیل احمد صاحب (دیکھو خود شاہ علی حسین صاحب کا دیوان تحائف اشرفی نیز رسالہ کوائف اشرفی) ۱۲

بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد مبارک میں (حضرت کا وصال شریف سن ۲۹۷ھ میں ہوا کما فی الرسالۃ القشیریۃ) سماع کے اہل لوگوں کے جاتے رہنے اور اس کے شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا تو دوسرے لوگ بعد والے کیا کہہ سکتے ہیں، فقیر کہتا ہے عفر اللہ تعالیٰ لہ خصوصاً اس چودھویں صدی میں جبکہ فسق و فجور کی یہ کثرت اور زور ہے، اور خود سماع اور سننے اور سنانے والوں سب کی وہ حالت جس کا مختصر بیان اوپر گزرا کون عاقل ایمان دار اس میں ایک لمحے کیلیے تامل کر سکتا ہے کہ یہ سماع قطعاً سخت اشد حرام اور یہ لوگ سماع کے قطعاً نا اہل ہیں۔

حضرت کا دوسرا مکتوب بنام قاضی عبدالعزیز خطۂ قنوج بھی فارسی زبان میں ایک مختصر سا مکتوب ہے اور ہمارے پاس موجود ہے اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اور قاضی صاحب کے درمیان بعض مسائل تصوف میں کچھ مذاکرہ ہوا، اور اسی کے سلسلے میں حضرت نے یہ تحریر فرمایا ہے اس میں آیات کریمہ ولکل وجھۃ ھو مولیھا" اور قل للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" کی تشریح بطور صوفیہ فرمائی ہے چونکہ یہ صرف خواص اہل علم کے سمجھنے کا ہے لہذا ہم اسے بغیر اردو ترجمہ کے اصل فارسی عبارت میں پیشکش اہل علم کرتے ہیں،

رقعہ حضرت سند المحققین سید عبد الواحد بلگرامی بجانب قاضی عبد العزیز خطۂ قنوج

بعد تفویض امور الی اللہ البصیر بالعباد و عرض صلاۃ علی البشیر والنذیر و آلہ الامجاد التماس رفت کہ ہر یک انسانے را فراخور ہمت او توجہ گاہے معین ست کہ رو سوے آں دارد و لکل وجھۃ ھو مولیھا

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے ؛ من قبلہ راست کردم بر سمت کجکلاہے

فاما قبلۂ حقیقی با آنکہ ہمہ جہات از خصوصیات اوست مخصوص بجہتے نیست بلکہ واسطۃ الجہات ست بحیثیت کہ ہمہ جہات اوساط و اطراف اوست زیرا کہ حقیقت ہمچو کرہ ایست دور کرہ ہر وسطے کرانہ و ہر کرانہ وسط بود تا ہر کجا توجہ افتد عین وسط باشد و شرق و غرب آنجا بود و قل للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ پس حضور مرداں در عین ظہور ست و ظہور ایشاں در عین حضور کہ ہمہ جہات را در جہات واحد باز بستہ اند و در توجہ بقبلہ حقیقی یک جہت کہ مکہ ناف ارض است پس ہمہ اطراف مائل بدوست بلکہ حاصل در دوست اینست وجہ اللہ وانست کجہتی در بجہتی و بجہتی در بجہتی کہ در نظر سفہا گذر نمودہ است سیقول السفھاء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا جوا نمردا اگر در وادی ایمن در آئی

ونداء انی انا اللہ از شجرہ مبارک کہ روح انسانی ست بشنوی از بیجہتی و بیجہتی این قبلہ آگاہ گردی چہ آں شجرہ مبارک جہتے معین ندارد و چوں خود مقید بجہات نیست ضرور ذرۂ قبلۂ او نیز در عین بیجہتی بجہتی و بکیف باشد امید ہست کہ بعد از خوض دریں کلمات بجنے کہ بیان کاتب ملازمان میسر نقش آسودہ گردد العاقبۃ بالعاقبۃ

حضرت کا تیسرا مکتوب نواب صدر جہاں خاں بہانی کے نام ہے جو دربار اکبری کے ایک بڑے ذی رتبہ اور بارسوخ امیر اور حضرت کے مرید تھے اور حضرت بچپن میں ان پر ایک خاص نظر عنایت و شفقت رکھتے تھے یہ مکتوب حضرت نے انھیں بادشاہ کے نذرانہ زمین کی واپسی میں تحریر فرمایا ہے،

دربار اکبری میں تشریف ارزانی اور شان قناعت و توکل کی خاص جلوہ گری

اسکا مفصل واقعہ یوں ہے کہ ایک روز اکبر بادشاہ کے سامنے قوال حضرت قدس سرہ کی یہ رباعی گا رہے تھے کہ

من مستم و تو مستی ما را کہ برد خانہ	من با تو ہمی گفتم کم خور دو سہ پیمانہ
صد بار ترا گفتم کز عشق بلا خیزد	ہاں اے دل دیوانہ ہشیار شدی یانہ

بادشاہ پر اسکے سننے سے ایک عالم وجد و رقت میں رونے تک نوبت پہنچی اور حضار دربار سے پوچھا کہ اس رباعی کا مصنف کون ہے نواب صدر جہاں نے عرض کیا کہ میرے پیر حضرت میر عبد الواحد بلگرامی اسکے مصنف ہیں حضرت کا آوازۂ بزرگی و کمال تو پہلے ہی سے بلند ہو رہا تھا اور نواب صدر جہاں کی زبانی اب اور حضرت کے فضائل و کمالات معلوم کر کے بادشاہ حضرت کی زیارت کا کمال درجہ آرزومند ہوا اور نواب مذکور کی معرفت اپنے ایک معتمد سلطنت کو مع چند اور خدام کے حضرت کی خدمت میں بھیجکر کمال تمنا اور نہایت آرزو سے حضرت سے تشریف لانیکی درخواست کی آخر حضرت نے بھی بادشاہ کا اصرار تمام اور شوق مالا کلام دیکھکر ملاقات کا قصد فرمایا، بروقت ملاقات بادشاہ نے بجید تعظیم اور کمال احترام و تکریم سے استقبال کیا، اور نہایت ادب سے اپنے نزدیک اپنے تخت پر حضرت کا اجلاس کرایا اور حضرت کے فیوض سے بہرہ اندوز ہوا، اور بروقت رخصت ہزار روپیہ نقد اور پانچ گانوں پرگنۂ بلگرام میں بطریق سیورغال (مدد معاش) نذر پیش کیے اور نواب صدر جہاں سے فرمان معافی دیہات تیار کراکے حضرت کے خدام کو حوالے کر دینے کا حکم کیا مگر حضرت نے اپنی شان قناعت کی بنا پر اس نذرانہ کے قبول کرنے سے اپنی معذوری بہت اہتمام سے ظاہر فرمائی اور نواب صدر جہاں کو بھی فرمان بھیجنے سے باصرار تمام منع فرما کر نہایت جلد رخصت ہو کر بلگرام تشریف لے آئے،

مگر نواب صدر جہاں نے اپنے تقاضائے حسن عقیدت و خدمت مرشد سے حضرت کے تشریف لیجانیکے بعد پھر اس پانسو بیگہ زمین کا فرمان معافی برائے اخراجات خانقاہ تیار کرکے حاضر خدمت کیا جو حضرت کی موروثی تھی اور خود حضرت ہی نے کسی وقت میں چھوڑ دی تھی حضرت نے اس فرمان کو بھی واپس کرتے ہوے نواب مذکور کو یہ کرامت نامہ تحریر فرمایا جب یہ کرامت نامہ نواب کو پہنچا تو بہت روے اور نہایت منت و الحاح سے اس زمین کی سند پھر حاضر خدمت کرکے شرف قبول بخشنے کی درخواست کی آخر حضرت نے ان کے پاس خاطر اور ان کے ساتھ اپنی قدیم محبت کے لحاظ سے قبول فرمالیا، اور پھر اپنی زندگی ہی میں اس زمین کو اپنی اولاد اور خرچ خانقاہ میں تقسیم فرمادیا (فص و سنوات و کاشف وغیرہ) اور تبصرۃ الناظرین وغیرہ میں جو اسکا منظوم وصیت نامہ مذکور ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چار سو بیگہ زمین اس میں سے حضرت نے اپنے فرزندوں اور پچاس بیگہ پوتوں کو دی تھی اور پچاس بیگہ خرچ خانقاہ کیلیے وقف فرمائی تھی چونکہ یہ مکتوب توکل و قناعت کی فضیلت نہایت عمدگی سے دلنشین کرتا اور ان صفات میں ہمارے حضرت کے مرتبہ بلندی کا بھی مظہر ہے نیز اسے حضرت کے ضمن سوانح نگاروں نے تمام و کمال درج کردیا ہے لہذا ہم بھی اسے مع ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں،

مکتوب حضرت میر عبدالواحد بنام نواب صدر جہانخاں پہانی

از حادثات در صفِ آں صوفیاں گریز
کز بود غم خورند ز نابود شادماں

فرمان مدد معاش کہ بنام درویشے امضا شود تعزیت نامۂ اوست، و آں مہرہا کہ بر کاغذ زنند علامات مہر تنزل اوست کہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم اگرچہ آں مہر نگین و طغرے زمیں از درگاہ شاہانست اماچوں ظالمان از دست دراز صاحب ہمت باشند نگیں خواہانست

من آں نگین سلیماں بہیچ نستانم
کہ گاہ گاہ برو دست اہرمن باشد

حادثات زمانہ سے (پناہ لینے کیلیے) ان صوفیوں کی صفوں میں بھاگ آ جو دنیا کا کچھ سامان اپنے پاس (ہو تو) غم کھاتی ہیں اور نہ ہونے سے خوش ہوتے ہیں فرمان مدد معاش جو کسی درویش کے نام نافذ ہوتا ہے اس کا تعزیت نامہ ہے، اور وہ مہریں جو اس فرمان پر لگاتے ہیں اسکے مرتبہ درویشی سے تنزل پر مہریں ہیں گویا اللہ نے انکے دلوں پر مہر لگا دیں اگرچہ یہ مہر نگین اور فرمان زمین بادشاہوں کی درگاہ سے ہے مگر چونکہ ظالموں کے ہاتھ لمبے ہیں، لہذا پست ہمت ہے وہ جو انکا طلبگار رہے میں اس سلیمانی نگ کو کسی داموں بھی نہ لونگا جس پر کبھی کبھی دیو کا بھی قبضہ ہو جاتا ہو

درویشے بر شیرے نشستہ بملاقات درویشے دیگر رفت
واورا دریافت گفت السلام علیک آں درویش
جواب داد وعلیک السلام اے ظالم رعنا! گفت
من ظالم رعنا چوں باشم درویش گفت رعنائی تو
در نمایش تست مرخلق راو ظلم تو اینست حیوان کہ
پشت اوراحق سبحانہ تعالیٰ از بار نہادن
آزاد کردہ است تو برو بار نہادی وبر نشستی
اشارہ ایں حکایت آنست کہ زبان وقت املا کند

شیر بیدائے تجرد بودہ گردن فراز
گردن خود را بہ زین دجام انداختی
اشتر فارغ ز انعال عقال دہر را
بار کردہ دست نا اہلاں زمام انداختی
خوبیٔ توفیق را چوں یوسف افگندی بچاہ
نور خورشید توکل در غمام انداختی
نیست دل را جز ظلمنا ربنا عذر دگر
تاتو آدم وارش از دار السلام انداختی

وپنداشتہ باشند کہ حق آشنائی بجا آوردہ
وخیرے بجائے خود کردہ آسودہ را بعلتے خستن
وآزادے را بذلتے بستن وگمان خیر بردن
رائے صواب شکستن است ؎

آنکہ فکرش گرہ از کار جہاں بکشاید
گو دریں نکتہ بفرما نظرے بہتر ازیں

وایں ظن ازاں جا برخاست کہ زمانہ پیدا شدہ
نزد جمیع اعمال از شرف جمیع احوال مبدل گشت

ایک درویش شیر پر بیٹھ کر دوسرے درویش سے ملنے گیا
اور ملاقات ہونے پر پہلے السلام علیک کہا اُس دوسرے درویش نے
جواب دیا وعلیک السلام اے ظالم رعنا، پہلے نے کہا
میں ظالم رعنا کیسے ہوا دوسرے نے جواب دیا کہ تیری رعنائی تو
یہ تیرا اپنے آپکو لوگونکو دکھانا ہو اور تیرا ظلم یہ ہے کہ جس جانور کی
پیٹھ کو اللہ عزوجل نے بوجھ رکھنے سے آزاد کر دیا ہے
تونے اس پر بوجھ رکھا ہے اور سواری لی، اس
حکایت کا مطلب وہ ہے جو زبان وقت یوں بیان کرتی ہے،

تو میدان تنہائی کا شیر تھا گردن بلند
متاع وعلائق دنیا میں پھنسکر تونے خود اپنی گردنکو زین ولگام کے نیچے ڈال لیا
اس اونٹ کو جو زمانے کی نعلبندی سے فارغ البال تھا
تونے بوجھ لاد کر نا اہلوں کے ہاتھ نکیل لگا دی
توفیق کی خوبی کو حضرت یوسف کیطرح تونے کنویں میں ڈالدیا
اور آفتاب توکل کے نور کو (مال دنیا کے) ابر میں چھپا دیا
دل کیلیے سوائے اس اقرار کے کہ اے ہمارے رب ہمنے ظلم کیا اور دوسرا کوئی عذر نہیں
تو تونے اسے حضرت آدم علیہ السلام کی طرح دار السلام سے گرادیا

اپنے نزدیک یہ سمجھا ہوگا کہ ہم دوستی کا حق بجالاتے
اور بجائے خود نیکی کرتے ہیں لیکن کسی آسودہ حالکو کسی علت میں ڈالکر تکلیف پہنچانا
اور مرد آزاد کو کسی ذلت میں قید کرنا اور پھر نیکی برتنے کا گمان رکھنا
رائے صواب کو توڑتا ہے ؎

اس سے کہو جسکی رائے جہان کی عقدہ کشائی کرتی ہے
کہ وہ اس نکتے میں اس سے بہتر نظر فرمائے

اور گمان اس سے پیدا ہوا کہ زمانہ ایسا آلگا ہے کہ
نیک اعمال کر نیکے شرف نیا کا مال کھاکر نیکی فضولی کو بدل لیا گیا

وعزلت قناعت بعزت بضاعت مفوض افتادست

بجائے آنست کہ خوں موج زند در دل لعل
زیں تغابن کہ خزف میشکند بازارش

بخصوص کہ بحضور التماس وجہ اہتمام کردہ بود کہ حقیر را از ورطۂ ایں بلا آزاد خواہند داشت عرض فقیر بر وجہ تصنع و رونق بازار شیخت فہم افتادہ باشد

ہنر نمی خرد ایام و غیر ازینم نیست
کجا روم بتجارت بدیں کساد متاع

مفتونان جمال فقر و محبت و مشغوفان لذات حظ ذلت از زوال درویشی چناں ترسند کہ دیگراں از زوال توںگری

منعم کنی ز عشق وے اے مفتی زماں
معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

ایں تازہ زمیں سیاہ بخاصیت نخست ابواب رحمت و برکت دارہاند و فتوح بر بندد آنگاہ رخ بکشاید بر روئے درویش بخندد وغلقت الابواب وقالت ہیت لک صدیقے عزیز باید کہ بجلوہ نگراید قال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای توقع از مکارم اخلاق آنکہ فقیرے کہ در زندان محنت فلبث فی السجن بضع سنین گرفتار است بخلاف گذشتہ معذور کنند

ماہ کنعان منی مسند مصران تو شد
وقت آنست کہ بدرود کنی زنداں را

خیال نہ کنند کہ بیہودہ می نماید اگرچہ لاف پیش مردماں صاحب غرض احمق نماید

اور قناعت کی گوشہ نشینی کی پونجی عزت کے عوض دیدی گئی ہے

وہ وقت ہے کہ لعل بدخشانی کے دل میں خون یہ دیکھکر موجزن ہو رہی کہ ٹھیکریاں اس کا بازار ٹھنڈا کر رہی ہیں خاصکر جبکہ سامنے نہایت اہتمام سے تاکید کر دیگئی تھی کہ فقیر کو اس بلا میں ڈالنے سے آزاد رکھیں گے مگر فقیر کا یہ کہنا بناوٹ کی بات اور رونق بازار شیخت کیلیے سمجھا گیا بات یہ ہے کہ زمانہ ہنر کا خریدار نہیں اور میرے پاس اسکے سوا کچھ ہے نہیں تو ایسی ناقدری کے زمانے میں کہاں تجارت کرنے جاؤں جمال فقر و محبت کے دلدادہ اور حظ ذلت و عاجزی کی لذت چشیدہ اپنی نعمت درویشی کے زوال سے ایسے ہی ڈرتے ہیں جیسے دولتمند زوال تونگری و دولت سے، اے مفتی زمانہ تو مجھے میرے معشوق (قناعت و درویشی کے) عشق سے باز رکھتا ہے میں تجھے اسلیے معذور رکھتا ہوں کہ تو نے اسے دیکھا ہی نہیں (جو اسکی قدر پہچانتا) یہ تازہ زمیں کالی بلا پہلے ابواب رحمت و برکت مسدود کرتی اور فتوح بند کر دیتی ہے اور پھر اپنا چہرہ کھولتی اور درویش کے منہ پر ٹھٹھے اڑاتی ہے اور دروازے مسدود کر دیے اور بولی آؤ تمہیں سے کہتی ہوں سچا عزیز چاہیے جو اسکے (ظاہری) جلوہ پر نہ گرویدہ ہو توقع اخلاق کریمانہ سے یہ ہے کہ وہ فقیر جو بمضمون آیہ کریمہ فلبث فی السجن بضع سنین قیدخانہ محبت میں گرفتار ہے بخلاف گذشتہ اسے معاف رکھیں

اے میرے کنعان کے چاند مصر کی مسند تیری ہوئی وقت یہ ہے کہ قید خانے کو رخصت کرو

یہ خیال نہ کریں کہ یہ بیہودہ معلوم ہوتا ہے، اگرچہ اصحاب غرض کے سامنے احمق دکھائی دیتا ہے

چو من از حرف خود در تنگنایم
چرا چیزے دگر بروے فزایم

جب میں اپنے ہی اعمال سے تنگ جگہ میں ہوں تو
اب کوئی دوسری چیز اس پر اور کیوں بڑھاؤں

تاخیر تقاضائے دفع این آفت بسبب
غیبت و بعد مسافت بود والسلام

اس آفت کے دفع کرنے کے تقاضا کرنے میں دیر کا سبب
پیش نظر نہ ہونا اور فاصلے کی دوری تھی اور بس والسلام

شرحِ مُعمّا از قصۂ چار برادر

کسی بزرگ نے سلوک باطن کے بیان میں ایک معما قصہ چار برادر تحریر فرمایا ہے ہمارے حضرت میر صاحب قدس سرہ نے اس معمے کی تشریح و تفسیر فرماتے ہوے منازل و مدارج سلوک باطن کی تفصیلی سیر دکھائی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح سالک اس راہ میں داخل ہوتا اور راستے میں اسے کیسے کیسے حالات سے سابقہ پڑتا اور کن کن مقامات پر اس کا گذر ہوتا ہے اور کس طرح وہ طالب حق جس نے ہادی منازل شریعت و طریقت و پیشوائے مسالک حقیقت و معرفت قافلہ سالار کاروان ہدایت محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کے انوار ہدایت کی روشنی میں راہ طے کی وہ تمام عقبات و مہلکات سے بچکر آخر بعون اللہ تعالیٰ و حسن توفیقہ فائز المرام ہوتا ہے، یہ شرح فارسی زبان میں ہے اور بحمدہ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے جس کا اول یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علےٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین قولہ تعالےٰ وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العٰلمون میگوید موضح این کلمات گرامی عبد الواحد ابراہیم بلگرامی کہ سخنہائے اہل التحقیق ہر چند بروجہ ہزل و مزاح واقع شود بیہودہ نیست کہ الفقراء ہزلہم جد و جدہم جد و از مصلحتے و منفعتے خالی نمی باشد و این بزرگوار عبارت بطریق تعجب ادا فرمودہ است تا افہام ملول عوام راغب تر باشد و آں تعجب مر ایشاں را بہر استدراک معانی باعث تر آید کہ طبایع مجبول ست بہر رغبت ادراک چنیں تعجبات و امثال ذلک الخ اور ختم ان ابیات پر ہوا ہے ؎ چوں بناے خلقتم ایزد نہاد ٭ آمدم اول باقلیم جماد، در جمادی مردم و نامی شدم ٭ بعد ازاں حیوان انعامی شدم ٭ وصف حیوانی رہا کردم چو باز آمدم در نوع انساں سرفراز ٭ باز بگذشتیم ز انسانی صفت ٭ در ملک راندم براق معرفت وز ملائک چوں گذشتم در علو ٭ کل شیٔ ہالک الا وجہہ

شرح کافیۂ ابن حاجب

متن کافیہ جو امام ابن حاجب کی علم نحو عربی میں ایک مشہور و متداول نسی
کتاب ہے ہمارے حضرت نے اسکی شرح فارسی زبان میں بطور حقائق
و تصوف بحث غیر منصرف تک تحریر فرمائی ہے بفضلہ تعالیٰ کتبخانۂ فقیر میں موجود و محفوظ ہے یہ شرح
حضرت کی جامعیت علوم ظاہری و باطنی پر ایک برہان ساطع و دلیل واضح ہے، توجیہات رائقہ و تدقیقات
غامضہ سے کافیۂ نحو کو حضرت نے کافیۂ حقائق و تصوف کر دکھایا ہے اور باوجود اسکے سلاست الفاظ
و ربط معانی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے صاحب نفحات الاتقیا اسکی نسبت لکھتے ہیں "شرح کافیہ
ابن حاجب کہ آنرا بطرف معانی تصوف کشیدہ و آں نسخہ برہانیست برکمال او" اور صاحب فص الکلمات
فرماتے ہیں "این نسخہ برہانیست برکمال قدرت او براجماع علوم ظاہری و باطنی" سال تصنیف ۱۰۹۰ھ
خود حضرت مصنف نے خطبۂ کتاب میں تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اسکا سبب تصنیف حضرت کے
یاران باصفا حضرت زین الدین و جمال الدین رحمہما اللہ تعالےٰ کا اصرار بسیار ہوا جس سے مجبور ہوکر
حضرت نے اسقدر شرح عجالۃً تحریر فرمادی، ہم کتاب کا خطبہ و خاتمہ و شرح کا تھوڑا سا نمونہ ہدیۂ ناظرین کرتے
ہیں، آغاز کتاب اس طرح ہوا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی کلمتہ
کافیۃ الامور و شافیۃ الصدور والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ سیدنا محمد
الذی کلامہ محیط الھدایۃ و بسیط النہایۃ و علےٰ الہ و اصحابہ الذین اسمھم
مودود فی الافاق و فعلھم محمود فی الاخلاق شرح کا نمونہ یہ ہے "الکلمۃ لفظ
ای ملفوظۃ علے السنتنا و ملحوظۃ لقلوبنا و محظوظۃ بھا بواطننا یعنی کلمۂ توحید در
مرتبہ اقرار بزبانہائے ما ملفوظ ست و در مرتبہ تصدیق بردلہائے ما ملحوظ و در مرتبہ احوال باطنہائے ما
از و محظوظ مصنف رحمۃ اللہ اکتفا بذکر مرتبۂ اقرار کردہ و دو معطوف محذوف فرو گذاشت بحکم آنکہ حکم کردن
بر اسلام و سبب جریان تکالیف احکام منوط و مربوط بمرتبۂ اقرار ست و قرینہ حذف مفہوم از عبارت
مصنف است کہ میگوید وضع لمعنے مفرد نہادہ شدہ است یعنی لازم گردانیدہ شدہ است قبول
آں کلمۂ توحید بر رقاب نواصی عباد بجہت تحصیل معنی کہ فرد و مجرد است از کفر و نفاق و معاصی پس لفظ مفرد
قرینۂ حذف است زیرا کہ افراد سہ مرتبہ دارد افراد از کفر و افراد از نفاق و افراد از معاصی فالافراد
من الکفر فی رتبۃ الاقرار والافراد من النفاق فی رتبۃ التصدیق والافراد من المعاصی فی رتبۃ الاحوال
لان من لقی ربہ تعالیٰ موحدا یبدل اللہ سیئاتہ حسنات وھے اسمہ و آں کلمۂ توحید سہ نوع است یکے

اسم یعنی اقرار و تصدیق فقط اسم توحید صورت اوست و فعل دوم فعل توحید عمل اوست و آں دریافت احوال است و حرف سوم حرف توحید ست و ایں توحید عظمی است کہ از استعداد انسانی برطرف ست، و از علامات آں ہر دو توحید مذکور بے نشان و بے کیف است کہ علامۃ الحرف خلوہ عن علامات الاسم والفعل الخ لمخصا خاتمہ ان سطور پہ ہوا ہے" قولہ و وزن فعل مقام نہم دانستن وزن فعل است یعنی و دانستن آنکہ ہر فعلے را از افعال نیک و بد در میزان اعمال چہ وزن است و ہمچنیں نتائج اعمال و مقادیر افعال و تشخیص آں از مکاشفات باطنی دانستن چنانکہ صاحب شریعت ما صلی اللہ علیہ وسلم میدانست کہ دو رکعت نماز را چہ مقدار ثواب است و یک روز صوم چہ ثمرہ دارد و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کنز من کنوز الجنۃ چرا بود و ہر کہ صد بار سبحان اللہ و بحمدہ بگوید جملہ گناہان او چرا محو شود و در شبانہ روزی پنجوقت نماز چرا باید کرد و اگر دو نماز از کسے فوت شود چہ مقدار عقوبت را مستحق گردد و در جملہ سال یک ماہ چرا روزہ باید داشت و بعد از حولان حول از بست دینار نیم دینار چرا بمستحقان باید داد و مستحقان کیستند و چرا ہشت صنف اند و شب قدر چرا بہ از ہزار ماہ بود و روزہ روز عرفہ چرا مکفر گناہ دو سالہ باشد و دریں مقادیر و ارزان چہ حکمت است و وجہ مناسبت ایں اعمال باسعادت آخرت چیست و ہر عملے را از نیک و بد چہ نتیجہ است و چگونہ متشخص میشود و روضہ قبر و قصر و درخت و نور و نار و مار و کژدم و حفرہ ظلمہ و غیر ذلک بعینہا اعمال و اخلاق اوست کہ متشخص میشود انما ہی اعمالکم ترد الیکم و ایں از غرائب عالم مکاشفات ست و بضاعت عقل دریں معانی تصرف نتواں کرد چہ معرفت او بر نورے دیگر موقوفست اشراق آفتاب محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باید و اگر نہ پیدا است کہ بچراغ عقل چہ کشاید ؎

بچراغ تو شب نگردد روز	آفتابے بباید انجم سوز

و طائفہ را از ملل اولیا از اذواق او صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نصیب است و خلفا و ورثہ و اخوان حضرت رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی حقیقۃ ایشانند و اشواق الی اخوانی من بعدی اشارہ بایں طائفہ مخصوص ست و عبارت از روزگار ہمایوں ایشاں اینست ؎

چنگ در حضرت خدائے زدہ ٭ ہر چہ جز اوست پشت پائے زدہ ٭ خوردہ یکبادہ از کف ساقی ٭ آنچہ باقیست کردہ در باقی

حل شبہات اس کتاب کی تصنیف کا مفصل واقعہ جو اسی کے آخر میں حضرت نے خود بیان فرمایا ہے ہم اوپر حضرت کی تعلیم و تربیت کے ضمن میں لکھ چکے ہیں یہ وہی استفسارات ہیں جن میں سے بعض مشکلات کے ہیں جوابات حضرت کے مرشد حضرت مخدوم شیخ صفی قدس سرہ نے عالم واقعہ میں ہمارے حضرت کو تعلیم فرمائے ہیں یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور بفضلہ تعالی ہمارے پاس موجود ہے اس کتاب کا شروع یوں ہوا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وصلے اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہ محمد والہٖ اجمعین میگوید اول عباد اللہ الکریم مفلس بے مایہ عبد الواحد ابراہیم این اسولہ ایست چند کہ بقدر فہم رکیک خویش املا نمودہ آمد تا وہم تفاوتے کہ در بعضے جاہا میان شریعت وطریقت وحقیقت بخاطر فقیر می نمود وتعارضے وتخالفے با شریعت کہ در بعضے ابیات خواجہ حافظ شیرازی قدس اللہ سرہ در باطن فقیر بود مرتفع شود وموافقت اصلی کہ میان ہر یک شان ہست ظاہر گردد الخ اس کتاب کا خاتمہ اُسی خواجہ کے بیان پر ہوا ہے جس کا اردو ترجمہ ہم اوپر حضرت کی تعلیم وتربیت کے ضمن میں درج کر چکے ہیں اور جو اصل فارسی زبان میں آثار الکرام میں تھوڑے لفظی تغیر کے ساتھ طبع ہو چکا ہے، یہ کتاب حضرت کی بہترین تصانیف میں سے ہے اور بہت سے فوائد شریعت وطریقت پر مشتمل ہے ہم ان میں سے بعض حضرت کی اصل عبارت میں مع ترجمہ اردو یہاں درج کرتے ہیں :

سوال، پیری ومریدی کہ در و مرید را پیش پیر ہمچو مردہ پیش غسال باید بود از کجاست ؟

جواب، اصل پیری ومریدی بیعتے است کہ صحابہ کرام با رسول علیہ السلام زیر درختے کردند خداوند تعالیٰ بدین بیعت راضی گشت وفرمود لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ونیز فرمود ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنانکہ بیعت با تو کردند آں بیعت با من کردند دست تو کہ بر دست صحابہ رسید بحقیقت آں دست من بود ودست تو نائب بود از دست من چوں رسول علیہ السلام از بیعت مردان فارغ شد در خانہ رفت زنان نیز بنیت بیعت جمع شدند رسول علیہ السلام در بیعت زنان متامل گشت این آیہ نازل شد یا ایہا النبی اذا جاءک المومنٰت

سوال، پیری اور مریدی جس میں مرید کو پیر کے سامنے یسا رہنا چاہیے جیسے نہلانیوالے کے آگے مردہ اسکی اصل کہاں سے ہے

جواب، پیری اور مریدی کی اصل وہ بیعت ہے جو صحابہ کرام نے رسول علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام سے درخت کے نیچے کی اور اللہ تعالیٰ اس بیعت پر راضی ہوا اور فرمایا بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے اور فرمایا وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی انھوں نے خود مجھ سے بیعت کی اور آپ کا دست کرم کہ صحابہ کے ہاتھوں پر پہنچا حقیقۃً وہ میرا دست قدرت تھا اور آپکا ہاتھ میرے ہاتھ کا نائب تھا جب رسول علیہ السلام مردوں کی بیعت سے فارغ ہو گئے اور دولت خانہ میں تشریف لے گئے عورتیں بھی بیعت کو جمع ہوئیں، رسول علیہ السلام عورتوں کی بیعت میں متامل ہوئے تو یہ آیۃ نازل ہوئی اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں

یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ شیئا
ولایسرقن ولایزنین ولایقتلن اولادھن
ولایاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن
وارجلھن ولایعصینک فی معروف فبایعھن
واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم"
پس رسول علیہ السلام بحکم این آیہ از زنان نیز بیعت کرند
ودرین ہردو بیعت رسول علیہ الصلاۃ والسلام را
با مردان و زنان شرط آن بود کہ شما از اختیار
وتصرف خود باز مانید وپیش حکم من خود را ہمچو مردہ
پیش غسال دانید چون ہر یکے این شرط را
بجان ودل قبول کردند از حق سبحانہ وتعالے
این بشارت یافتند فاستبشروا ببیعکم الذی
بایعتم بہ" این بیعت پیری و مریدیست کہ
مجتہدان باپیران و مریدان کردند، خواجہ حسن
بصری بیعت با مرتضی علی کرد و مرید او شدند
وخواجہ عبدالواحد زید وخواجہ حبیب عجمی بیعت
باخواجہ حسن بصری کردند و مرید او شدند وداؤد
طائی با حبیب عجمی بیعت کرد ومعروف کرخی باداؤد
طائی کرد وسری سقطی با معروف کرخی کرد وجنید
بغدادی با سری سقطی کرد وآنہا ہمہ مجتہدان بودند
واکثرے از مریدان جنید نیز مجتہد اند وایشان ہمہ
مجتہدان کہ بیعت باپیران واشتند وبا مریدان کردند
باطنہائے ایشان بنور طریقت پیراستہ وظاہرہائے
ایشان بامور شریعت آراستہ بود کہ بقدر ریگ ذرہ

اسپر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائینگی
اور نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی
اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤنکے درمیان
یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نکرینگی
تو انسے بیعت کرلو اور اللہ سے انکی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے
پس رسول علیہ السلام نے اس حکم کے موجب عورتوں کو بھی بیعت میں لیا
اور ان دونوں بیعتوں میں رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی مردوں
اور عورتوں سے شرط یہ تھی کہ تم لوگ اپنے اختیار
تصرف سے باز رہو اور میرے حکم کے سامنے اپنے آپکو نہلانیوالیکے
سامنے مردے کی طرح جانو جب اُن سب نے اس شرط کو
دل وجان سے قبول کیا حق تعالی کی بارگاہ سے یہ بشارت
پائی تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے
اس سے کیا ہے یہ بیعت پیری اور مریدی ہے کہ
مجتہدین نے پیروں اور مریدوں سے کی ہے خواجہ حسن
بصری نے مرتضے علی سے بیعت کی اور ان کے مرید ہوے
اور داؤد طائی اور خواجہ عبدالواحد زید اور خواجہ حبیب عجمی نے
خواجہ حسن بصری سے بیعت کی اور ان کے مرید ہوے اور داؤد
طائی نے حبیب عجمی سے بیعت کی اور معروف کرخی نے داؤد
طائی سے کی، اور سری سقطی نے معروف کرخی سے کی اور جنید
بغدادی نے سری سقطی سے کی اور یہ سب حضرات مجتہد تھے
اور مریدان حضرت جنید میں سے بھی اکثر مجتہد تھے اور یہ سب
مجتہد جو اپنے پیروں سے بیعت رکھتے تھے اور خود اپنے مریدوں کو
کرتے تھے انکے باطن نور طریقت سے پیراستہ اور ان کے ظاہر
امور شریعت سے آراستہ تھے کہ ذرہ برابر

خلاف شریعت از ایشاں بر نخاستہ ست و بر ہمہ
اجماع کردند بر ینکہ کل طریقہ ردتہ الشریعۃ فہی زندقہ
پس عالمے کہ عمل بر علم خود دارد و ہیچ جزوے از جزئیات
شرع فرو نمیگذارد او را نیز پیوند ارادت با پیرے
کردن لازم ست زیرا کہ مجتہدان دین پرور پیوند
با پیراں کردند و بوسیلۂ ایں پیوند از علم اجتہادی
ترقی نمودہ ورثۂ انبیا گشتہ اند پس عالم ہر چند کہ
بر علم خود کار میکند بے وسیلہ پیوند پیر از بسیار فضائل
دین بے نصیب می ماند شبہ النبی صلی اللہ
تعالے علیہ وسلم النخل بالرجل المسلم
فی حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
تعالے عنہما وذلک ان النخل لاتثمر البتۃ
مالم توبر وکذلک المسلم المرید الصادق
مالم یتلقن الذکر من الشیخ الکامل لاتثمر
شجرۃ وجودہ، اما درینوقت کہ پیران رہبر
نماندہ اند ہر کس کہ سلسلۂ خلافت با پیران درست
دارد و در احکام شرع و امور دین او را اہتمامے
تمام باشد و عقیدۂ او بر مذہب سنت و جماعت بود
و از جاہ و دستگاہ دنیا و آرزو و قبول خلق فارغ باشد
پیوند ارادت با ایں چنیں کس باید کرد کہ بوسیلۂ ایں پیر
مددہا و مرتبہا از پیران اسلاف البتہ برسد کہ
سلسلۂ خلافت درست درمیان است
چنانکہ خواجہ معین الدین چشتی قدس
سرہ فرمود در حرم کعبہ مشغول بودم گفتم

خلاف شریعت اُنسے سرزد نہوتا اور ان سب کا اس پر اجماع تھا
کہ جس طریقت کو شریعت رد کرے تو وہ طریقت زندقہ (بیدینی) ہی
پس وہ عالم جو اپنے علم پر عمل بھی رکھتا ہو اور کوئی جزئی جزئیات
شریعت سے اس سے نہ چھوٹتا ہو اسے بھی پیوند ارادت کسی پیر سے
کرنا لازم ہے اس لیے کہ مجتہدان دین پرور نے پیوند
ارادت پیران کامل سے کیا ہے اور اسکے وسیلے سے علم اجتہادی سے
ترقی کر کے وارثان انبیا علیہم السلام کے مرتبے پر پہنچے ہیں پس عالم
ہر چند کہ اپنے علم پر عمل کرتا ہو بے وسیلۂ پیوند پیر طریقت کے بہت سے
فضائل دینی سے حصہ نہیں پاتا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے
حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما میں مرد مسلمان کی
تشبیہ کھجور کے درخت سے دی اور یہ اس لیے کہ جس طرح
کھجور پھل نہیں دیتی جب تک اُس کا دوسری سے
جوڑا نہ لگایا جائے اسی طرح مسلمان سچا مرید
جب تک ذکر شیخ کامل سے نہ سیکھے اس کے وجود کا
درخت پھل نہیں لاتا لیکن اس زمانے میں جبکہ پیران رہبر
نہیں رہے ہیں ہر شخص کہ سلسلۂ خلافت ان پیران رہبر سے
درست رکھتا ہو اور احکام شریعت اور دین کے کاموں میں
پورا اہتمام کرتا ہو اور سنی صحیح العقیدہ ہو اور جاہ
و رسوخ دنیا اور دنیاداروں کی طرف رجوع و قبول کی تمنا
و آرزو سے بے پروا ہو ایسے شخص سے پیوند ارادت کرنا چاہیے کہ ایسے پیر کے
وسیلے سے بہت کچھ فیض و برکت مدد و اعانت پیران کامل سے ضرور
پہنچتی ہے اسلیے کہ سلسلۂ خلافت درست درمیان میں موجود ہے چنانچہ
خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ فرماتے ہیں ایک بار
حرم کعبہ میں مشغول تھا اسی حال میں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ

الٰہی خواہش دارم آواز برآمد بخواہ تا بدہم گفتم الٰہی
آنانکہ مرید معین الدین و مرید مریدان معین الدین
باشند ایشانرا بیامرز ہاتف آواز داد اے معین الدین
ہر کہ مرید تو و مرید مریدان تست تا روز قیامت
ہمہ را بیامرزیدم بدان سبب خواجہ معین الدین
قدس سرہ میفرمود ہر کہ مرید من شود یا مرید
خلفائے من تا روز قیامت معین الدین پائے
در بہشت نہ نہد تا او را در بہشت نبرد الخ ملخصاً،

الٰہی مجھے ایک خواہش ہے اجازت ہو تو عرض کروں آواز آئی مانگ تو
ہم عطا فرمائیں میں نے عرض کیا الٰہی جو معین الدین کے مرید اور معین الدین کے
مریدوں کے مرید ہوں ان سب کو بخشدے، ہاتف غیب نے آواز دی اے
معین الدین جو تیرا مرید یا تیرے مریدوں کا مرید ہوگا قیامت تک
سب کو ہمنے بخشا، اس سبب سے خواجہ معین الدین قدس سرہ
فرماتے تھے جو شخص میرا مرید ہوگا یا میرے خلفاء کا مرید قیامت
تک معین الدین بہشت میں پانوں نہ رکھیں گے
جب تک اسے بھی بہشت میں نہ لے جائیں،

مخالفت نفس بھی باتباع شریعت ہی کرنا کیوں لازم ہی؟

حضرت فرماتے ہیں

سوال اگر مقصود کلی از امتثال حکم شریعت
ترک مراد و مخالفت نفس ست چہ لازم است
مخالفت نفس در تبع شریعت حاصل کردن بلکہ
خلاف نفس کافر بہر وجہ کہ برآید ہماں کنند الخ
جواب مخالفت نفس ہم در تبع شریعت لازم است
و مخالفتے کہ بے متابعت شریعت اگرچہ بظاہر
مخالفت مینماید نزیرا کہ اجماع اہل طریقت برآنست کہ
کل طریقہ ردتہ الشریعۃ فہی زندقۃ و ایں اجماع
ایشاں ازانجاست کہ مصطفٰی علیہ السلام اعرف
واکمل از ہمہ انبیاء و رسل ست و دین او احکم واتم
از ہمہ ادیان و سبل ست و ہمہ ادیان در جنب دین او
منسوخ و باطل ست و شرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم در ہر عصرے مذکور بود و در ہر کتابے مسطور کہ

سوال اگر حکم شریعت کی فرمانبرداری سے مقصود کلی
ترک خواہش نفسانی اور مخالفت نفس ہے تو اسکی کیا ضرورت ہے کہ
نفس کی مخالفت شریعت کی متابعت ہی سے کریں بلکہ نفس
کافر کی مخالفت جس طرح بھی ہو کرنا کافی ہے،
جواب مخالفت نفس بھی باتباع شریعت ہی کرنا لازم ہے
اور جو مخالفت بغیر اتباع شریعت ہو وہ حقیقۃ مخالفت نہیں
بلکہ نفس کی موافقت ہے اگرچہ بظاہر مخالفت معلوم دے اسلیے کہ
اہل طریقت کا اس اجماع و اتفاق ہی کہ جس طریقت کو شریعت رد
کر دے بس وہ زندقہ (بیدینی) ہے اور انکا یہ اجماع اسوجہ سے ہی کہ مصطفٰی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام سے عرف و
اکمل ہیں اور انکا دین سب دینوں اور راہوں سے زیادہ مضبوط اور اتم ہے اور سب
دین اسکے آگے منسوخ و باطل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
شرف ہر زمانہ میں مذکور اور ہر کتاب میں مسطور تھا جسپر یہ آیۂ قرآنی شاہد ہے کہ

الذین یتبعون الرسول النبی
الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم
فی التوریۃ والانجیل بجدے کہ بعضے
پیغمبران ارزو کردندے کہ کاشکے از امت وے
بودے۔ مثنوی

ہر کہ در دین محمد رہ نیافت
تا ابد گردے ازیں درگہ نیافت
دولت دنیا و دیں درگاہ اوست
انبیا را قبلہ خلوت گاہ اوست
دولت آں جا جو و دیں آنجا طلب
مرجع اہل یقیں آنجا طلب

پس باوجود چنیں دین مستحکم و مستقیم جسارت عقل
در مخالفت بجز ضلالت و خسارت نبود فماذا
بعد الحق الا الضلال (بیت)

مصطفےٰ اندر جہاں وانگہ کسے گوید کہ عقل
آفتاب اندر سما وانگہ کسے گوید سہا

تا بدانی کہ مخالفت نفس و موافقت حق تعالےٰ
در تبع شریعت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
و مخالفتے کہ بے متابعت شریعت اوست در معنی
مخالفت نفس نیست اگرچہ بظاہر مخالفت نماید کہ
ان ھذا صراطی مستقیما
فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل
فتفرق بکم عن سبیلہ
نص است بریں ماجرا،، الخ ملخصا

الذین یتبعون الرسول الایہ یعنی وہ جو غلامی کرینگے
اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا
پائینگے اپنے پاس توریت اور انجیل میں یہانتک کہ بعضے پیغمبر علیہم السلام
اسکی تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم حضور اقدس علیہ السلام کی امت میں
باعتبار زمانہ ظاہر بھی ہوتے ۔ مثنوی

جسے دین احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں راہ نہیں ملی
وہ اس درگاہ کی گرد بھی نہیں پا سکتا
وہیں دارین کی دولت اور انفسیں کی
خلوت گاہ انبیا علیہم الصلوٰۃ
والسلام کا قبلہ اور اہل یقین کا
مرجع ہے

پس ایسے مضبوط اور محکم دین کے ہوتے اسکی مخالفت
میں ہماری عقل کوتاہ بیں کی جسارت گمراہی اور
ٹوٹے کے سوا نہیں پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی،

مصطفےٰ جہان میں تشریف فرما ہوں اسوقت عقل کو کون پوچھے
آفتاب آسمان میں چمک رہا ہو تو سہا کو کون پوچھے،

تو جان لو کہ مخالفت نفس اور موافقت حقتعالیٰ کی رسول اللہ
صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع ہی میں ہے اور
وہ مخالفت جو بغیر اتباع شریعت محمدیہ ہے درحقیقت
مخالفت نفس نہیں اگرچہ بظاہر مخالفت دکھائی پڑے
جس پر یہ ارشاد قرانی نص صریح ہے
کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اسپر چلو
اور راہیں نہ چلو کہ تمھیں اُس کی راہ سے
جدا کر دیں گی،

ولی اور شعبدہ باز کی پہچان اور کرامت و استدراج کا فرق

سوال، چوں تصرفات کرامت و تاثیرات استدراج
در نمایش برابر ست طالب مبتدی ایں تفاوت را
از کجا تحقیق کند و چگونہ داند کہ اینکس ولی صاحب کرامت
است تا بدو تقرب نماید و یا مدعی صاحب استدراج
است تا ازو پرحذر باشد و بزرگاں کہ صاحب
کشف و کرامات بودند خود را از اظہار کرامت
باز کشیدہ اند و ملامتہا نمودہ اند و آں خوارق را
وسیلۂ بزرگی خویش ندیدہ اند و حسب طاقت و
ضبط آں را پوشیدہ اند و از تہدید ایں چنیں آیات
ہمیشہ ترسیدہ اند قولہ تعالیٰ سنستدرجہم
من حیث لا یعلمون و قولہ تعالیٰ افامنوا
مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم
الخسرون و قولہ تعالیٰ افمن زین لہ
سوء عملہ فراٰہ حسنا فان اللہ
یضل من یشاء ویھدی من یشاء
فلا تذھب نفسك علیھم حسرت
ان اللہ علیم بما یصنعون
چنانکہ می آرند بزرگے در بیابانے سکونت داشتے
مہمانے بدو رسید چوں وقت افطار قریب شد
رمۂ آہواں از پیش وے میگذشت آں بزرگوار
فرمود آہوے از شما بیاید فی الحال یک آہو
ازاں رمہ جدا شدہ بیامد گفت بسمل شو بسمل شد و بیا

سوال، جبکہ تصرفات کرامت اور استدراج کی تاثیریں
دیکھنے میں ایک طرح ہیں تو طالب مبتدی انکا تفاوت کس طرح
تحقیق کرے اور کیسے جانے کہ فلاں شخص ولی صاحب کرامت ہے
اس سے نزدیکی حاصل کرنا چاہیے اور فلاں شخص ڈھنگیا مکار ہے
اس سے ڈرتے اور بچتے رہنا چاہیے حال یہ ہے کہ صاحب
کشف و کرامت بزرگوں نے اپنے آپکو کرامت کے اظہار سے
باز رکھا اور اسپر اپنے آپکو ملامتیں کیں ہیں اور ان خوارق کو
اپنی بزرگی کا ذریعہ نہیں جانا ہے اور بقدر ضبط و طاقت انکو
چھپاتے رہے اور ایسی تہدیدات سے ہمیشہ ڈرتے رہے ہیں
جیسے یہ ارشاد ربانی ہے قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ
لیجائینگے جہاں سے انہیں خبر نہوگی اور یہ فرمان قرآنی کیا اللہ کی
خفی تدبیروں سے بیخبر ہیں تو اللہ کی خفی تدبیروں سے نڈر نہیں ہوتے
لیکن تباہی والے اور یہ فرمان قرآنی تو کیا وہ جسکی نگاہ میں اسکا برا کام
آراستہ کیا گیا کہ اُسنے بھلا سمجھا ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا
اسلیے گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے
تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نجائے
اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں
چنانچہ حکایت ہے کہ ایک بزرگ ایک جنگل میں رہا کرتے تھے
اتفاقاً ایک مہمان انکے پاس پہنچے جب روزے کے افطار کا وقت قریب آیا
ہرن کی ایک ڈار اُن بزرگ کے سامنے سے گزر رہی تھی انھوں نے
فرمایا ایک ہرن تم میں سے ہمارے پاس آئے فوراً ایک ہرن ڈار سے
الگ ہو کر آ گیا انھوں نے حکم دیا ذبح ہو جا اور پک کر آ

فی الحال کاردے از غیب رسید او را بسمل کرد
و آتش از غیب بپدید و او را بپخت و خوانچہ از غیب
پیدا شد او را گرد آورد پیش بر درویش در گریہ
شد و زار زار بگریست مہمان پرسید الیس ھذا
بکرامتک گفت لا ادری اکرام منام استدراج
پس چون احوال خود فرق نمی توانستند کردن
مبتدی مسکین چگونہ تفاوت آن را دریابد
جواب مشتبہ گشتن بزرگان را احوال خویش
دریں باب نکوہش کردن ایشان نفس خود را
دلیل صدق بمعاملہ ایشان است با حق سبحانہ
و ہم ازینجا مبتدی را معلوم شود کہ خوارق ایشان
کرامت است نہ استدراج زیرا کہ خوارقے کہ مرد را
از دائرۂ فقر و مسکنت بروں آرد بخود نمائی و خود ستائی
کشد استدراج است و تا در حد فقر و عجز و مسکنت
متمکن ست بشرط موافقت با شریعت کرامت است
نقل ست از بزرگے کہ گفت ہرگز از متکبر بوئے معرفت
نیاید گفتند نشان نامتکبر چیست گفت آنکہ نفسے را بیند
خسیس تر از نفس خویش در ہژدہ ہزار عالم
گفتند می شنویم کہ بر سر آب میروی گفت چوبے
بر سر آب میرود گفتند در ہوا میپری گفت مرغے
در ہوا میپرد گفتند شبے بکعبہ میروی گفت جادوے
شبے از ہند بہ نہاوند میرود گفتند پس کار مرداں
چیست گفت آنکہ دل نہ بندی در کس جز
بخدائے عز و جل امام محمد غزالی از شیخ ابو القاسم کرمانی

فوراً ایک چھری غیب سے ظاہر ہوئی اور اسے ذبح کر دیا
اور غیب سے آگ نے پیدا ہو کر اُسے پکا دیا اور ایک خوانچہ بے
غیب سے ظاہر ہو کر اسکے کباب کو سامنے لا کر حاضر کر دیا یہ دیکھکر
وہ بزرگ خوب زار زار رونے لگے مہمان نے پوچھا کیا یہ سب عالم
آپکی کرامت سے نہیں ہے انھوں نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ یہ کرامت ہے
یا استدراج پس جب صاحب کرامات خود اپنے حال میں فرق نہیں کر سکتے
تھے مبتدی ناواقف کیسے فرق کر سکے گا،
جواب بزرگان دین کا ان باتوں میں اپنے احوال میں مشتبہ ہو جانا اور
اپنے نفس کو ملامت کرنا ہی اللہ عز و جل کے ساتھ اُن کے
معاملے سچے ہونے کی دلیل ہے اور اسی سے مبتدی کو
بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خوارق کرامات ہیں
استدراج نہیں، اسلیے کہ وہ خوارق جو آدمی کو فقر اور
عاجزی کے دائرے سے باہر کر کے خود نمائی اور خود ستائی کا
سبب بنجائیں استدراج ہیں اور جب تک آدمی با وجود خوارق عادات
ظاہر ہونیکے فقر و عاجزی میں مضبوط ہے تو وہی خوارق شریعت سے
موافقت کیساتھ کرامات ہیں نقل ہے ایک بزرگ نے فرمایا متکبر سے
کبھی معرفت کی بو بھی نہیں آتی لوگوں نے پوچھا غیر متکبر کی کیا پہچان ہے
انھوں نے فرمایا غیر متکبر وہ ہے جو اپنے نفس سے زیادہ برا اٹھارہ ہزار عالم
میں سے کسی کو نجانے لوگوں نے کہا ہم تو سنتے ہیں کہ آپ پانی پر چلتے ہیں
انھوں نے فرمایا یہ تو کوئی بات نہیں لکڑی پانی پر تیرتی رہتی ہے
بولے ہم سنتے ہیں آپ ہوا میں اُڑتے ہیں فرمایا یہ بھی کوئی کمال نہیں
ہر چڑیا ہوا میں اُڑتی ہے، بولے آپ ایکرات میں کعبہ مکرمہ پہنچ جاتے
ہیں فرمایا یہ بھی کوئی کمال نہیں جادوگر بھی ایکرات میں ہندسے نہاوند پہنچ جاتا ہے
بولے پھر آخر مردان خدا کا کیا کام تو فرمایا کہ خدا کے سوا کسی چیز پر دل نہ لگاؤ

قدس سرہا نقل کردہ ست کہ بر آب رفتن و در ہوا
پریدن واز غیب خبر دادن کرامات نبود کرامات
آنست کہ ہمہ تن امر گردی و تو از میان برخیزی
تا حکم شریعت بجائے تو بنشیند اگر بر شیرے
نتوانی نشست اِکے مدار آن سگ غضب کہ
کہ در سینۂ تست زیر پائے خود آری و تھوکر دانی
بر شیر نشستی واگر از غیب خبر نتوانی داد باک مدار
کہ چون عیب خود بدانستی عیب تو غیب تست
از غیب خبر یافتی واگر بر سر آب و ہوا نتوانی رفت
باک مدار کہ چون ہوائے نفس ٹھوکر کردی بر آب رفتی
و در ہوا پریدی واگر بادیہ یک شب نتوانی گذشت
باک مدار کہ چون از وادیہائے دنیا برستی و مشغلہ دنیا را
پس گذاشتی بادیہ بگذاشتی الحاصل شریعت
محک جملہ مقامات واحوال و معیار کل معارف
و معانی است و فارق در جملہ خوارق ہمو ست یعنی
خوارقے کہ ظاہراً و باطناً موافق شرع نباشد
استدراج ست و نورے کہ صورۃً و معنیً مطابق
اسلام نبود ظلمت است گفتہ اند صفائیکہ در تبع شریعت
حاصل شود مشابہ بصفائے آب طاہر است کہ
در و روے نماید و صفائے کہ در تخالف
شریعت است مشابہ بصفائے بول ست
کہ در و صورت پیدا آید الخ ملخصاً

امام محمد غزالی شیخ ابو القاسم کرمانی قدس سرہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے
فرمایا پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا اور غیب کی خبر دینا کرامات نہیں
کرامت یہ ہے کہ تو ہمہ تن حکم شریعت ہو جائے اور تیرے نفس کا قدم
درمیان سے اٹھ جائے تاکہ اسکی جگہ حکم شریعت لے لے اگر تو شیر پر نہیں
بیٹھ سکتا کچھ پروا نہ کر اور غصے کا دہ کتا جو تیرے سینہ میں
ہے اوسے اپنے پانوں کے نیچے لا اور قابو میں کر تو شیر پر
بیٹھا اور اگر غیب کی خبر نہیں دے سکتا کچھ پروا نہیں
کہ جب تو نے اپنا عیب جان لیا اور تیرا عیب تیرا غیب ہی
تو تو نے غیب کی خبر پالی اور اگر تو پانی اور ہوا پر نہیں چل سکتا
کچھ مضائقہ نہیں کہ جب تو نے نفس کی خواہشوں کو ٹھوکر لیا تو تو
پانی پر چلا اور ہوا میں اڑا اور اگر تو جنگل سے ایکرات میں نہیں گزر سکتا
کچھ پروا مگر کہ جب تو دنیا کی وادیوں سے چھوٹ گیا اور مشغلۂ دنیا کو
چھوڑ دیا تو تو جنگلوں سے گزر گیا خلاصہ یہ ہی کہ شریعت غرائے محمدیہ
علی صاحبہا الف الف صلاۃ و تحیہ جملہ مقامات و احوال ظاہر و باطن کی کسوٹی
اور تمام معارف و معانی طریقت و معرفت کا معیار ہے اور یہی جملہ
خوارق عادات میں (نیک و بد) کا فرق بتانیوالی ہے یعنی جو
خرق عادت کہ ظاہر و باطن میں ہر طرح سے موافق شریعت مطہرہ
نہو وہ استدراج ہے اور ہر نور کہ صورت و معنی میں اسلام کے مطابق نہو
نور نہیں بلکہ اندھیرا ہے، اکابر باطن فرماتے ہیں کہ جو صفائی باتباع
شریعت حاصل ہوتی ہو وہ پاک پانی کی صفائی سے مشابہ ہے جس میں منھ دکھائی دیتا ہے
اور شریعت کی مخالفت سے جو (نجاستی دھوکے کی) صفائی حاصل ہوتی ہے
اسکی مثال پیشاب کی صفائی ہے کہ اسمیں منھ دکھائی دیتا ہے

فقیر غفر لہ المولی القدیر کہتا ہے یہاں سے واضح ہے کہ سچے صوفی اور حقیقی مشائخ کبار شریعت کو کس طرح تمام اعمال کی
حسن و خوبی کا مدار و معیار جانتے اور طریقت و معرفت سب کے کھوٹے اور کھرے کی پہچان کرانے والی یہی کسوٹی مانتے تھے

نماز میں جو حضور قلب ہے اسکی تعریف شریعت و طریقت و حقیقت کے اعتبار سے

سوال. صلاۃ باسہو موجب ویل است
فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ہُمْ
عَنْ صَلٰوتِہِمْ سَاہُوْنَ،
و نماز بے حضور مستوجب لعن کہ لَعَنَ اللّٰہُ عَبْدًا
قَائِمًا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ لَیْسَ مَعَ قَلْبِہٖ
پس عملے کہ مورث ویل و لعنت است
ترکش آں اولے باشد و شریعت ترک آں
نمی فرماید چرا باید کرد

جواب، دانی حضور در نماز ایں است کہ بداند
کہ کدام نماز می گذارد و در شریعت ہمیں
قدر حضور بس است و طریقت می گوید کہ نماز
از اول تا آخر ہمہ نماز است پس
حضور دل در تمام نماز شرط جواز
نماز باشد کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ
و حقیقت می فرماید نمازے کہ نسبت و
اضافہ بمصلی دارد نماز نتواں
گفت،

مثنوی

نمازِ خلق تسبیح و سجود است
نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است
قیام و قعدہ و تکبیر و نیت
ہمہ محو است در عینِ معیت

سوال، بھول کے ساتھ نماز موجب خرابی ہے جیسا کہ
فرمان ہے تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے
بھولے بیٹھے ہیں اور بے حضور قلب نماز سبب لعنت
جیسا کہ ارشاد ہے کہ اللہ کی لعنت ہے اس بندہ پر جو اللہ
کے سامنے بغیر حضور قلب (عبادت کیلیے) کھڑا ہو پس وہ
کام کہ سبب خرابی اور لعنت کا ہے اسکا چھوڑ دینا بہتر ہی
لیکن شریعت نماز کو اگرچہ وہ بغیر حضور قلب ہو چھوڑ دینے کو
نہیں فرماتی تو کیا کیا جاے،

جواب، جاننا چاہیے کہ نماز میں حضور کے معنی یہ ہیں کہ نمازی
یہ جانتا ہو کہ وہ کون سی نماز پڑھتا ہے شریعت اسیقدر حضور کو
کافی جانتی ہے اور طریقت کہتی ہے کہ نماز چونکہ اول سے
آخر تک سب نماز ہی ہے پس حضور دل تمام نماز میں شرط جواز
نماز ہے کہ بغیر حضور قلب نماز نہیں اور حقیقت فرمانی ہے
کہ جو نماز نمازی سے نسبت و اضافت رکھتی ہے وہ نماز
کہلانے کے لائق نہیں (یعنی نماز میں نمازی کو اوس کے
مشاہدے و حضوری میں جسکے لیے نماز پڑھ رہا ہے وہ
محویت اور فنائیت ہونا چاہیے کہ نمازی کا وجود ہی باقی
نہ ہے جو وہ اپنی طرف نماز پڑھنے کی نسبت و اضافت کر سکے)
عام لوگوں کی نماز تسبیح و سجدہ ہے اور عاشقوں کی نماز اپنی
اس تسبیح و سجدے میں اپنے وجود کو ہی چھوڑ دینا ہے
قیام و قعدہ اور تکبیر و نیت سب وہاں
عین معیت میں محو ہیں

پس ہر کہ از حقیقت بلغزد بر طریقت افتد و ہر کہ از طریقت بلغزد بر شریعت افتد و ہر کہ از شریعت بلغزد کجا افتد فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ و تکلیف حق سبحانہ بندہ را بر وسع قدرت وست کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا پس تا آنکہ نماز طریقت و حقیقت میسر گردد نماز شریعت فرو نباید گذاشت تا نفس حیلہ جوئی را باحتی نگردد بخصوص تکبیراتے کہ در ارکان نماز وضع کردہ اند کہ در قیام و قعود و رکوع و سجود اللہ اکبر میگویند دلالت بر آں دارد کہ اگر در نماز کمال در کمال حاصل کند شایان درگاہ مولی تعالی نباشد و اگر نقصان در نقصان واقع شود مولی تعالی بزرگتر از انست کہ در نقصان بندہ نگاہ کند پس خود را قاصر و خاشع می باید پنداشت تا بفلاح انجامد قولہ تعالی قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ"

پس حقیقت سے پھسلے گا وہ طریقت پر رکے گا اور جو طریقت سے پھسلے گا وہ شریعت پر گرے گا اور جو شریعت سے پھسلے گا اسکا کہاں ٹھکانا لگے گا حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہو اور اللہ عزوجل بندے کو اسکی بقدر وسعت ہی تکلیف دیتا ہے پس جبتک کہ نماز طریقت اور حقیقت میسر ہو نماز شریعت نہ چھوڑے (یعنی اگرچہ حضور قلب بھی موجود ہو مگر نماز پڑھے جائے) تاکہ نفس امارہ کو نماز چھوڑ دینے مباح کر لینے کا حیلہ نہ ملے خاصکر وہ تکبیریں کہ ارکان نماز میں مقرر کیگئی ہیں کہ قیام و قعود اور رکوع اور سجدے میں اللہ اکبر کہتے ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر بندہ نماز میں کمال میں کمال حاصل کرے (یعنی اپنے نزدیک کیسے ہی کامل طور پر نماز گزارے) پھر بھی مولی تعالی کی شان رفیع و عظیم کے شایاں نہیں اور اگر نقصان میں نقصان واقع ہو (مگر جبکہ یہ اپنے عجز و قصور کا معترف و اپر نادم ہو) تو مولی عزوجل کا فضل و کرم اس سے بہت زیادہ بزرگتر ہے کہ وہ بندے کے نقصان پر نظر فرمائے پس اپنے کو قاصر اور عاجزی کرنیوالا جانتا ہے تاکہ انجام کار فضل کردگار غفار سے فلاح پر ہو، ارشاد ربانی ہے بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں،

اللہ و رسول کو خواب میں دیکھنے کی علامت

سوال، علامت دیدن خداوند تعالی در خواب چیست

جواب، ہرگاہ کہ آں خواب را یاد کند بیخود گردد و بیہوش شود و کیفیت آنرا گفتن نتواند و التفاتش بہیچکدام نماند ~~ عاشق کہ بمشاہدہ دوست دست یافت در ہر چہ بعد ازیں نگرد اثر دہائے اوست

سوال، علامت دیدن رسول علیہ السلام در خواب چیست

سوال، خدا تعالی کو خواب میں دیکھنے کی علامت کیا ہے

جواب، یہ کہ جب اس خواب کو یاد کرے تو بیخود و بیہوش ہو جاے اور اسکی کیفیت کہہ نہ سکے اور اسکی توجہ سواے خدا کے کسی کی طرف نہ رہے ~~ جس عاشق کو دوست کا مشاہدہ نصیب ہو گیا اسکے بعد جسمیں نظر ڈالتا ہے وہ اسکا اژدہا ہی (یعنی جیسے آدمی اژدہے کو دیکھنا نہیں پسند کرتا عاشق بھی اسکے سوا دوسرے کو نہیں دیکھتا) سوال، رسول اللہ کو خواب میں دیکھنے کی

جواب تبدیل یافتن مذمومات بمحمودات و بدل شدن شرور و سیئات بخیرات و حسنات	خواب میں دیکھنے کی علامت کیا ہے جواب یہ کہ اسکی بری باتیں اچھائیوں سے اور گناہ اور برائیاں خیرات اور نیکیوں سے بدل جائیں،

بطور نمونہ یہ چند سوال و جواب ہمنے نقل کر دیے ہیں، کتاب میں جہانتک اسوقت ہمنے گنا ترپن سوال و جواب ہیں جن میں بعض بہت طویل ہیں اور آخر میں متعدد سوالات و جوابات مصطلحات صوفیہ بالخصوص مصطلحات اشعار حضرت خواجہ حافظ مثل زلف و خط و خال و رخ و بوسہ و بلبل و قمری وغیرہ کی تشریح و بیان معانی مراد میں ہیں حضرت نے اس رسالے میں ایک دو جگہ نہیں کثیر مواقع میں مشکلات و مسائل طریقت و معرفت کا حل و جواب شریعت میں ڈھونڈھا اور وہیں پایا اور بتایا ہے اور اس طرح یہ حقیقت واضح فرمائی ہو کہ صرف معاملات ظاہری نہیں سیر باطن میں بھی آدمی شریعت کی پیروی کئے اختیار بغیر وصول الی اللہ کی منزل مقصود اور مرتبہ تقرب پر فائز نہیں ہو سکتا،

شرح غوثیہ حضرت جدی سید شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ کی تصانیف کے قلمی مجموعے کے ایک ورق پر ایک یادداشت باین مضمون تحریر فرماتے ہیں کہ اینجانب نے شرح غوثیہ نظم میں سید محمود بلگرامی کے دستخط سے جو حضرت میر عبدالواحد کے مرید تھے اور حضرت کی صاحبزادی بھی ان کے عقد میں تھیں دیکھی کہ اسکے شارح حضرت میر تھے اور اس شرح کے آخر یہ ابیات تحریر تھیں ہے

	آرزو دار و خلاص از کل لوث	بندہ عبدالواحد از درگاہ غوث
	نہصد و ہشتاد و ہفتش بود سال	تاسع ذیقعدہ و تاریخ حال

کتابوں کی سیر کرنیسے معلوم ہوا کہ ایک صاحب نے اس شرح کو اپنی طرف نسبت کر لیا اور اسکے دیباچہ میں اپنا نام ڈال لیا ہے، جب حضرت سید یحییٰ قدس سرہ خلف حضرت میر عبدالواحد کے رسالے کی سیر کا اتفاق ہوا اور وہ رسالہ میزان الاعمال کے نام سے مسمی ہے تو ہمنے دیکھا کہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین غوثیہ میں فرماتے ہیں رأیت الرب قال لی یا غوث الاعظم من سالنی عن الرویۃ بعد العلم فھو محجوب بعلم الرویۃ ومن ظن ان الرویۃ غیر العلم فھو مغرور برویۃ الرب تعالی اور ہمارے حضرت پیر دستگیر (میر عبدالواحد قدس سرہ) ان کلمات کے معنی و شرح ان ابیات میں فرماتے ہیں

غوث گفت الحق بدیدم کردگار ÷ کو بمن فرمود کاے غوث کبار ÷ ہر کہ رؤیت خواہد از ما بے نقاب
بعد علم او بود علمش حجاب ÷ بحث بیکیف و بمثل و صفت ÷ علم رؤیت این بود در معرفت
باچنیں علم سوائے دم مسزن ÷ چیست بیکیفی بکیف و کم زدن ÷ در شود علمش جدا از ما وطیں
آید از علم الیقیں عین الیقیں ÷ چونکہ علمش عین شد غیرے نماند ÷ معرفت را پیشتر سیرے نماند
رؤیت آنجا عین علم آمد نہ غیر ÷ ایں ہمہ حالات می خیزد ز سیر ÷ غیر ایں علم آنکہ رؤیت ظن برد
غرہ و غافل برؤیت بگذرد ÷ اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اثم او را بفہم ÷ تا رہی از علم و شک و ظن و وہم
تمام ہوا کلام سید یحیٰی قدس سرہٗ کا رسالہ میزان الاعمال میں اس صورت میں دو جگہ سے تائید جید ہاتھ لگی
حاصل مقصد یہ کہ شرح منظومہ مشہورہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی تصنیفات سے ہی ختم ہوا
ترجمہ یادداشت حضرت سید شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ کا فقیر مولف عرض کرتا ہے کہ فقیر کے حضرت
والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ کو پرانی ناقص کتابوں کے اوراق کے صندوق میں تلاش سے ایک قلمی
منظوم شرح غوثیہ دستیاب ہوئی جس میں اُس الہام کی شرح میں وہ ابیات مذکورہ بالا منقول ہیں اور اسکے
دیباچہ میں مصنف کا نام "عبداللہ بہلول صوفی" درج ہے اس سے حضرت والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ نے
بہ گمان فرمایا کہ یہ وہی شرح غوثیہ ہے جس کا ذکر حضرت شاہ حمزہ صاحب نے فرمایا اور اسے درحقیقت
حضرت میر عبدالواحد قدس سرہ کی تصنیف ٹھہرایا ہے، اور اسی بنا پر حضرت قبلہ و کعبہ نے فقیر کے برادر اعظم و اکرم
سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اسکی نقل بھی خوشخط شروع کرائی جو افسوس ہے کہ تمام نہوئی
بہر حال اس شرح غوثیہ کا جو ہمارے پاس موجود ہے خطبہ یہ ہے حمد معرا از وصمت تناہی و استقصا و شکر
مبرا از سمت نہایت و احصا و سزاوار ذاتیست کہ خواص بندگان را معراج شہود ذات مشرف گردانید و بکمال
انسانی کہ مکالمہ مشاہدہ حضرت وجود است رسانید و از جمیع قیود وارہانید و لباس عظمت و جلال در پوشانید۔
اور خاتمہ ان اشعار پر ہوا ہے

خوش بتوفیق خدا نظم کتاب گرچہ حرفے بیش با کم گفتمش	ختم شد واللہ اعلم بالصواب ہم زعون غوث اعظم گفتمش

جو نسخہ ہمارے پاس موجود ہے اسکا سن تحریر روز یکشنبہ وقت چاشت ۲۵ ماہ شوال ۱۰۹۲ھ ہے
اس شرح میں پہلے ایک الہام غوثی بزبان عربی درج ہے اسکے بعد نظم فارسی میں اس کا ترجمہ
اس طرح کیا ہے کہ مختصر طور پر شرح کا کام بھی دیتا ہے ہم دو ایک نمونے اور پیش کرتے ہیں

ثُمَّ سَأَلتُ یَا رب هَل لکَ اکل وشرب قال اکل الفقیر وشربه اکلی وشربی

باز پرسیدم کہ در لیل و نہار ٭ اکل و شربے داری اے پروردگار ٭ گفت من پاکم ز ہر آب و طعام
لیک دارم با فقیران اہتمام ٭ چون فقیر از صدق دارد قرب من ٭ اکل و شربش ہست اکل و شرب من

خلاصہ یہ کہ حضور غوثیت مآب نے عرض کیا اے میرے رب تیرے لیے کچھ کھانا پینا ہے اب عزوجل نے فرمایا میں ہر کھانے اور پینے سے منزہ و مبرا ہوں لیکن فقیروں پر میری خاص نظر عنایت ہے اور چونکہ فقرا مجھ سے سچا قرب رکھتے ہیں اسلیے انکا کھانا پینا ہی میرا کھانا پینا ہے ثم سالت یا رب من ای شی

خلقت الملٰئکة قال من نور الانسان وخلقت الانسان من نوری

باز پرسیدم ز خلاق عزیز ٭ تا ملائک آفریدی از چہ چیز ٭ از کرم فرمود از نور بشر
آفریدستم ملائک سر بسر ٭ باز از نور ظہور ذات خود ٭ خلق انساں کردم از مشکات خود

خلاصہ یہ کہ حضور غوثیت مآب نے عرض کیا اے میرے پروردگار تو نے ملائکہ کو کس چیز سے پیدا فرمایا رب عز وجل نے اپنے فضل و کرم سے جواب دیا کہ میں نے فرشتوں کو بشر کے نور سے بنایا اور بشر کو اپنے نور کے ظہور سے پیدا فرمایا،

شرح نزہة الارواح | حضرت کی تصانیف میں بہت مبسوط کتاب ہے تصوف و سلوک میں شیخ محمد غوثی مندوی گلزار ابرار میں اسکی نسبت لکھتے ہیں برنزہة الارواح شرح لائق متین برنگاشتہ فراداں توجیہ و تاویل بکار بردہ جمیع مقاصد عبارات را متوجہ سمت حقیقت گردانیدہ است" (از ماثر الکرام) اور سید کمال واسطی سنبھلی مرید حضرت خواجہ خورد ابن حضرت شاہ باقی باللہ رحمہما اللہ تعالیٰ النقشبندی اسرار یہ میں لکھتے ہیں" شرح کہ بنزہة الارواح نوشتہ بالطافت و عذوبت شاہد حال ویست" متن نزہة الارواح میں حقائق و معارف و سیر منازل سلوک کو بہت ایجاز و اختصار الفاظ و دقت معانی کے ساتھ رموز و اشارات و تشبیہات و استعارات میں بیان کیا ہے اور ہمارے حضرت نے اپنے تبحر علوم ظاہر و باطن وجودت ذہن و رسائی فکر سے ان رموز و اشارات کے ایضاح و تشریح اور ان حقائق و معارف کی تفصیل و توضیح میں ایسی داد تحقیق دی اور ایسی توجیہات رائقہ و تاویلات فائقہ سے مشکلات کے اور دقائق و مبہمات کے کشف میں کام لیا ہے کہ ملا عبد القادر بدایونی سے عہد اکبری کے سخت گیر ناقد جو کسی کی تعریف میں بہت کم زبان کھولتے ہیں حضرت کے تذکرے میں اسکی نسبت لکھتے ہیں شرح بر نزہة الارواح نوشتہ محققانہ" جس تحقیق و تنقیح اور نکتہ سنجی و دقیقہ آفرینی سے حضرت نے یہ شرح تحریر فرمائی اسکی کماحقہ داد تو ذی علم و رمز شناس اصحاب ذوق باطن پوری کتاب سے دے سکتے ہیں ہم یہاں بطور نمونہ اسکے بعض اقتباسات

درج کرتے ہیں ان میں سے جو مضمون عام ناظرین کی سمجھ کے لائق اور انکے لیے مفید ہے اسکا ترجمہ بھی کر دیا ہے

معرفت وسلوک نزہۃ الارواح کے قول فصل دوم در معرفت سلوک کی تحقیق میں حضرت فرماتے ہیں "یعنی

معرفت سلوک بر وجہ سنت نہ بر وجہ بدعت" محرم ایں سخن را دو حالت دست دہد" یعنے محرم راز معرفت را

دو صفت بالفعل حاصل شود" یکے سوختن بے تکلف" یعنی بطبع وخاصیت سوختن" دوم ساختن بے تصرف

یعنی تسلیم شدن بے ہیچ تصرف خود زیرا کہ تصرف خود بدعت است قولہ تعالیٰ اذ قال لہ ربہ اسلم

قال اسلمت لرب العلمین ونتیجۂ ایں تسلیم بود خلیل علیہ السلام را کہ در وقت منجنیق جبرئیل از و پرسید

ھل لك حاجۃ جواب گفت اما الیك فلا باز جبرئیل گفت سل ربك گفت حسبی من سوالی علمہ بحالہ

وہمیں دو حالت در پروانہ وموم است موجود ازاں ہمدم آتش میتوانند بود" بدانکہ مراد از پروانہ صفت ولایت

ومراد از موم صفت نبوت است ومراد از آتش احدیت ذات است ومراد از نور مرتبۂ وجہ است ومراد از شمع

مرتبۂ واحدیت قولہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح اما وقوع ایں سہ لفظ نور وشمع وآتش نیز

بر وجہ ترادف است" حکایت پروانہ باشمع اگرچہ معلوم است اما صفت یگانگی در موم است" زیرا کہ صفت سوختن

وساختن در موم نبوت بکمال است ودر پروانہ ولایت در آخر ایں حال است در موم باصالت حاصل است

ودر پروانہ بطفیل متابعت چنانکہ ہمدریں فصل بیان خواہد کرد صفت موم چیست خود را در آتش فنا کردن"

بحیثیت کہ صورت موم بصورت آتش مبدل میشود ظاہر وباطن موم ہمہ آتش میگردد" وصفت پروانہ چیست

خود را پیش آتش فنا کردن بحیثیت کہ صورت ظاہری او برجامی ماند اگرچہ بباطن سوختہ ہست" در حقیقت

ہر دو سوختہ اند اما پروانہ محب است وموم محبوب" پروانہ محب ازانست کہ صورتش بعینہ موجود ہست وموم

محبوب ازاں است کہ بصورت آتش گشتہ است **مثنوی**

پیدا شدہ در مقام معلوم	پروانہ زآتش آتش از موم

یعنی ظاہر گشت در مقامیکہ معلوم ست در علم خدائے تعالیٰ بدانکہ تعینات حق تعالیٰ بسبب خصوصیات اعتبارات

یا در مرتبۂ علم است یا در مرتبۂ عین اگر در مرتبۂ علم است مسمّٰی است در اصطلاح ایں طائفہ باعیان ثابتہ وآں حقائق

وماہیات اشیاء است واگر در مرتبۂ عین است وجودات اشیاست کہ عبارت ست از تعینات وتمیزات

وجود حق سبحانہ در مرتبۂ عین باعتبار احکام وآثار آں حقائق وماہیات وحقائق وماہیات ہمیشہ در باطن وجود ست

یعنی در مرتبۂ علم ست واحکام وآثار شاں کہ ظلال وعکوس ایشان است در ظاہر وجود پیدا وہویدا است پس

مصنف رحمۃ اللہ علیہ میگوید کہ پیدا شدہ در مقام معلوم کہ حقائق واعیان است صفت ولایت از نور حقیقت ذات

وظاہر گشت نور حقیقت ذات از صفت نبوت یعنی صفت ولایت ہر چند از نور حقیقت پیدا شدہ است
ولیکن ظہور نور حقیقت ذات در مظہر صفت نبوۃ آمد کہ اگر صفت نبوۃ مظہر نور حقیقۃ نبودے نور حقیقۃ ظہور نیافتے
و تاب رخ نور کہ مرتبہ وجہ است مشہور نشدے چنانکہ گفت

تا موم نگشتہ ہمدم نور | تاب رخ نور گشت مشہور

یعنی تا آنکہ موم نبوۃ مظہر نور حقیقۃ نگشتہ بود نور حقیقت را ظہورے نبود و آتش در حقیق غیب الغیب پوشیدہ بود

تحقیق ترا چو موم کردند | پس نام ترا ظلوم کردند

خطاب بانسان میکند کہ حقیقۃ ترا مطیع و منقاد آفریدند تا از حمل بار امانت سر باز زدن نتوانستی آنگاہ ترا ظلوم کردند

آنجا بقبول خود نشاندت | اینجا بلقب جہول خواندت

یعنی آنجا در مقام معلوم بر بساط قبول ترا بنشاندند و گفتند انتم لی وانا لکم و اینجا در وجود خارجی ترا جہول لقب
کردی تا بدانی کہ ظلوم و جہول اگرچہ بظاہر متضمن مذمت تست ولیکن در حقیقت مشتمل بر مدح و قبول تست" الخ

دل کی معرفت

حضرت فرماتے ہیں" بدانکہ دل از جملہ افعال الٰہی ست و مرکب است
از عالم روحانی و جسمانی و از بدۂ ہر دو عالم است رحمہا اللہ

از شبنم عشق خاک آدم گل شد | شورے برخاست و فتنہ حاصل شد
سر نشتر عشق بر رگ روح رسید | یکقطرہ از و چکید و نامش دل شد

و دل را با عرش اعظم نسبتے تمام است زیرا کہ عرش محیط ست بر ہر دو عالم و دل خلاصۂ ہر دو عالم ست
کہ تعبیہ ہر دو عالم در وست چناں کہ صاحب گلشن راز می گوید

ببیں یکرہ کہ تا خود عرش اعظم ؛ چگونہ شد محیط ہر دو عالم ؛ چرا کردند نامش عرش رحمٰن
چہ نسبت دارد او با قلب انساں ؛ چرا در جنبش اند ایں ہر دو مدام ؛ کہ یک لحظہ نمی گیرند آرام
مگر دل مرکز عرش بسیط است ؛ کہ ایں چوں نقطہ واں دو محیط است

دل را قلب ازاں خوانند کہ گردانست مصنف قدس سرہ مطلوب را زبیان معنی لغوی قلب آنست کہ تقلب
قلب بے تقلیب حق سبحانہ ممکن نیست کہ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبہا
کیف یشاء" ہم ازاں جہت گفت گردانندۂ ایں حرفی گردانندۂ او را طلب کن یعنی چوں ترا تقلیب دل
بتحقیق معلوم شد بایدکہ مقلب او را طلب کن زیرا کہ تقلب و تحرک بے تقلیب و تحریک کسے خود ممکن نیست و تقلیب از
مقلب و تحریک از محرک ودور نہ کہ فعل از فاعل جدا نمیشود و حائل ایں نظر بجز غفلت تو نیست زیرا کہ تا تو نظر گرستن

دل داری دل برگشتن داری یعنی زیراکه مادام کہ تو نظر بر مجرد تحرک دل میکنی نہ بر تحریک داد باطن خود را در تفرقہ و غفلت بیداری و هنوز اطمینان بذکر نیافته پس باید که از تحرک دل تحریک آں بینا گردی و از تقلب تقلیب آں نظر کنی و از انجا بر محرک مقلب دیده ور باشی مثنوی

دل برائے دوست خواہد مرد راہ
تا توانی دوست بہر دل مخواہ

یعنی مردان راہ خداوند سبحانه دل را بجهت محبوب حقیقی خواسته اند تا در تحول احوال دل محول او را مشاهده نمایند و در تقلب او مقلبش را ملاحظه فرمایند نه آنکه دوست را از برائے دل خواهند تا مراد دل بخشد و تفرقه خطرات زائل گرداند که این تفرقه باشد چنانکه نقل ست که روزے مالک دینار پیش رابعه بصری گفت رضی الله تعالی عنهما که خداوندا از من خوشنود باش رابعه گفت شرم نداری که خوشنودی از کسے خواهی که تو از وے خوشنود نباشی یعنی دل را موافق رضائے حق گردان نه آنکه حق سبحانه را موافق رضائے دل میخواه قیل العبودیة ان تفعل بما یرضاه وان ترضی بما یفعله رمز این حکایت عین بیان این تنزیست و در مثنوی دوم نظیرش بصریح گفت

نافه بهر مشک میخواهی رواست
مشک را از بهر نافه کس نخواست

زیراکه مقصود مشک است نه نافه پس نافه برائے مشک جستن بر صواب بود و مشک برائے نافه خواستن خطا باشد اے برادر تا نافه دل خود را سالها بمخالفت نفس خون نکنی بوے از مشک اسرار محبت بمشام دل نرسد جوانمردا صاحبدل را همیشه خون جگر خوردنست یعنی همیشه خونخوار بلائے محنت و گریه و زار بلائے ذلت شیوه صاحبدلانست چنانکه صاحبدلے فرمود (بیت)

همه عمر تلخی کشیده است سعدی
که نامش برآید بشیرین زبانی

آتش قیمت کننده یاقوتست یعنی چنانکه یاقوت در آتش روشن تر شود همچنان آتش مخالفت نفس و ترک مالوفات و مستحسنات یاقوت دل را روشن و بیش بها میگرداند چندانکه مخالفت بیشتر قیمت دل بیشتر دل خلق آهن است و دل عاشق زر یعنی دل خلق از آن آهن ست که همیشه موافق بمراد نفس و پرورده حرص و هوا است ضرورة همچو آهن کم قیمت و سیاه باشد و دل عاشق از آن خالص و قیمتی و روشن است که از غل و غش بشریه در آتش ریاضت پاک گشته است آں میان دست و پاست یعنی دل خلق در میان جوارح بشریه و اعضائے انسانیه ست و این بین الاصبعین یعنی دل عاشق از اعضاء و جوارح بشریه پاک و صافست و میان قدرت و اراده حق سبحانه پرورده و گردانست اے برادر وصف دل بزبان ناسوتی نتوان گفتن که دل را اوانیست همه کمالاتست ان الله تعالے فی الارض اوانی لیست بذهب ولا فضة انما هی القلوب فاحبها الی الله تعالے مارق و صفا و صلب

اے اصلبها فی الدین و اصفاها فی الیقین و ارقها علی المسلمین پهلوے راست بنشین تا بدل برسی
یعنی راستی ورزیده بر صراط صدق و اخلاص بنشین تا بمرتبهٔ دل توانی رسیدن ؎

راستی آور که تشوی رستگار		راستی از تو ظفر از کردگار

در پهلوے چپ نیابی از هر گو پرسی یعنی در کجی و ناراستی هر چند سعی کنی دل را نیابی سخن همین ست از هر که پرسی
بدانکه دل را اگر گوشت پارهٔ صنوبریست در پهلوے چپ نهاده اند و آں دل را که لطیفهٔ ربانی و حقیقت انسانیست باین گوشت صنوبری
اگرچه علاقه ایست لیکن آن دل از جهات منزه است در چپ و راست نتواں یافت دل مدینه ایست پر از لطائف
یعنی آن دل که لطیفهٔ ربانیست همچو شهریست که مشحون بلطائف و نفائس اشیاء باشد و مملو بظرائف و عجائب کالا بود
هر چه خواهی همه در وے آماده و مهیا یابی لا بل کعبه ایست عشق در و طائف یعنی چه جائے آنکه دل را مدینهٔ پر لطف گویم بلکه
دل بیت الله است سبحانه و تعالی که عشق لامکانی پیوسته بر پیرامنش طواف همی نماید دلے که از هر دو عالم بریست
یعنی من وصف دلے میکنم که ذره ملتفت بلذات کونین و متوجه بحظوظ دارین نمی شود زیرا که آں جمله در وسعت خورشید
دل ذره بیش نیست

عالم دل عالمیست هر دو جهاں اندرو		کیست که هر دم کند عزم تماشائے دل

نه آں گوشت پاره که صنوبریست یعنی نه وصف آں گوشت پاره میکنم که شکل صنوبری دارد که آں سائر حیوانات هم است
و سخن ما در دل حقیقی ست که منظر حضرت رحمٰن است ؎

دل یکے منظریست رحمانی		پارهٔ گوشت را چه دل خوانی

بغیر اتباع شریعت خدا تک رسائی ناممکن ہے اور یہ شریعت و طریقت میں کیا فرق ہے

شریعت متابعت او ست و طریقت مبایعت با او
یعنی از متبوع بمتابعت باز ماندن شریعت است
و از متابعت بمبایعت متبوع رسیدن طریقت است
پس متابعت چنداں میکن که به متبوع خود برسی
یعنی با رسول الله صلے الله علیه و سلم بحضور مشافه کنی
هر که پاے در راه دین نهد باید که دست بدو دهد هرچه
در متابعت دین او صلی الله علیه و آله و سلم قدم همت از سر صدق نهد

شریعت حضور سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی متابعت (اتباع
کرنا) ہے اور طریقت حضور اقدس کیساتھ مبایعت (بیعت کرنا
یعنی اپنے آپکو حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھ دست بدست
کامل طور پر بیچ ڈالنا) ہے یعنی متبوع کے اتباع اور پیروی ہی تک
رہ جانا شریعت ہے اور متابعت سے متبوع کی مبایعت تک پہنچنا
یہی طریقت ہے پس پیروی متبوع اسقدر کرنا ضروری ہے کہ اپنے
متبوع تک پہنچ جائے مطلب یہ کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ

باید چنداں صدق ورزد کہ با رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دست بمشافہ دہد واو را در یابد وایں حال اہل طریقت را
حاصل است اگرچہ عقل باور نکند اما ہر بے سروپا را
ایں دست نہ دہد یعنی ہر بے سامانے را ایں دسترس
نباشد کہ بطفیل کمال متابعت ومحبت حضرت رسول
صلے اللہ علیہ وسلم را در یابد وببیند وہمہ مشکلات ازو
حل کند ومعضلات تحقیق نماید قطعہ

شریعت را در تحقیق می داں
چو حلقہ بستۂ ایں در ہمی باش

یعنی ہر کہ بمقام متابعت با رسول صلی اللہ علیہ وسلم
رسیدہ است از در شریعت در آمدہ است
وحقیقت ایں کار ازینجا تحقیق کردہ است پس باید کہ ہمچو
حلقہ پیوستہ بستۂ ایں در باشی کہ من ادمن قرع الباب
یوشک لہان یفتح ؎

اگر خوشنودی محمود خواہی
ایاز خاص را چاکر ہمی باش

اگر خوشنودی مولی المحمود تعالی ترا آرزو است حبیب
خاص را کہ رسول است صلی اللہ علیہ وسلم متابع شریعت
باش قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
اگر ترا پرسند میان شریعت وطریقت چہ فرق ست
بگو شریعت موی وطریقت فرق ست قشبہ شریعت
باموی وطریقت با فرق سر ازاں کردہ کہ فرق بغیر
موی نمیشود وطریقت بغیر شریعت متحقق نمیگردد وفرق
راست از میان مو ہا کشادہ شدہ است وطریقت

وسلم کی بالمشافہ (حضوری نصیب ہو کر خدمت وغلامی کرے
جو شخص دین کی راہ میں قدم رکھے اسے ضروری ہے کہ اپنا ہاتھ
حضور اقدس کے دست کرم ورحمت میں دے یعنی جو شخص حضور
اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کی متابعت میں سچائی کے
قدم ہمت رکھے اسے لازم ہے کہ اسقدر سچائی برتے کہ رسول
صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے دست کرم ورحمت میں گویا بالمشافہ
ہاتھ دے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور کو پالے اور
اور یہ حال اہل طریقت کو حاصل ہے اگرچہ عقل (ظاہر بیں)
باور نکرے لیکن ہر بے سروپا کو یہ مرتبہ ہاتھ نہیں لگتا یعنی ہر
بے سروسامان کا یہاں تک ہاتھ نہیں پہنچتا کہ کمال غلامی ومحبت
کے طفیل حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بالمشافہ حاضری
خدمت پائی اور حضور اقدس کا جمال باکمال آنکھوں سے دیکھے
اور سب مشکلات حضور سے حل کرے اور تمام گتھیوں کی حضور سے
تحقیق کرے حقیقت کا دروازہ شریعت کو ہی جان حلقۂ
اور حلقۂ زنجیر کی طرح ہمیشہ اسی دروازے سے بندھا رہ یعنی
رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی متابعت کے مقام پر جو بھی کوئی
پہنچا ہے وہ شریعت ہی کے دروازے سے آیا ہے اور اس
کام کی حقیقت اس نے یہیں سے تحقیق کی ہے پس
ضرور ہے کہ حلقۂ زنجیر کی طرح ہمیشہ اسی در سے لگا لپٹا ہے
کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے قریب ہے کہ اس کے
لیے دروازہ کھولدیا جائے اگر تو محمود کی خوشنودی چاہتا ہے
تو ایاز مقرب خاص کا بھی غلام بن، اگر مولی المحمود تعالی کی
خوشنودی کی تو آرزو رکھتا ہے حبیب خاص کی کہ رسول
ہیں علیہ الصلاۃ والسلام شریعت کا اتباع کر جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

نیز راست از میان شریعت آمادہ شدہ است
لان الطریقة لباب الشریعة لا می غیرہا

عزیز من میان مرد و زن فرقے ہست در موے
یعنی مردان را موے ریش و سبلت است و زنان را
موے سر است اما درین معنی فرقے ہست موے
در موے در معنی شریعت و طریقت فرقے باریک و
دغامض است آں فرق را ہمہ کس بشانہ دانند ایں
فرق را کسے جز ایشان نہ دانند یعنی آں فرق را کہ زنان
را در موے سر است ہمہ کس بسبب شانہ معلوم می کنند
اما ایں فرق کہ مردان راست در اخذ و احتیاط شریعت
و طریقت ہماں درویشاں میدانند کہ ایشاں
از خواب غفلت انتباہ یافتہ اند و از شر شیاطین الانس
گریختہ بمتابعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
پناہ گرفتہ چنانکہ گفت مثنوی

ایا در خواب غفلت خفتہ برخیز ٭ از ین غولان مردم خوار بگریز
کہ دل را گفتگوے دیو مردم ٭ بود چوں رہزن راہ و نیش کژدم
یعنی از خواب غفلت و غرور برخیز و از غولان و دیو خذلان و
بطلان بحکم ففروا الی اللہ بگریز کہ گفتگوے ایں
شیاطین الانس رہزن قافلہ و نیش سم جمع است اگر چرانی
منہ چشم خرد در ہر خس آخر ٭ رسول اللہ ترا رہبر بس آخر
حدیث نفس و تن رفت تن و دیو ٭ زجان و دل کتاب مصطفیٰ گیر
محمد آنکہ محو دوست شد عشق ٭ شدہ مغز حقیقت اصل فرع عشق
مگو یا از ہر خسے و خسیسے رہبری توقع مدار کہ شریعت
رسول اللہ کہ رہبر عالمیانست رہبر تو بس بود

قل ان کنتم الایہ اے محبوب آپ فرما دیں اگر تم اللہ کو
دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا
اگر تجھ سے پوچھیں کہ شریعت و طریقت میں کیا فرق ہے تو کہدے
کہ شریعت بال ہیں اور طریقت مانگ، مانگ تشبیہ شریعت کی
بال سے اور طریقت کی فرق سر سے اسلیے ہے کہ مانگ بھی
بغیر بالوں کے نہیں ہوتی اور اسی طرح طریقت بھی بغیر شریعت کے
متحقق نہیں ہو سکتی اور سیدھی مانگ بالوں ہی کے درمیان سے
نکالی جاتی ہے اسطرح سیدھی سچی طریقت بھی شریعت ہی کے
درمیان سے نکلی ہے اسلیے کہ طریقت شریعت ہی کا خلاصہ ہے
نہ کہ اس سے جدا، اے عزیز عورت اور مرد کے درمیان بالوں میں
فرق ہے یعنی مردوں کیلیے داڑھی اور مونچھوں کے بال ہیں
اور عورتوں کیلیے سر کے بال لیکن اس معنی میں فرق ہی بال
میں بال یعنی معنی شریعت و طریقت میں فرق بہت باریک
دقیق ہے اور اس فرق کو ہر شخص کنگھے کے ذریعے سے
جان لیتا ہے اور اس فرق کو انکے سوا کوئی نہیں جان سکتا
یعنی وہ فرق کہ عورتوں کیلیے سر کے بالوں میں ہے اسے
ہر شخص کنگھے کے سبب سے معلوم کر لیتا ہے، لیکن یہ فرق جو
مردان خدا کیلیے شریعت و طریقت کے اخذ و احتیاط میں ہے
اسے وہی درویشان حق آگاہ جان سکتے ہیں جو خواب غفلت
سے ہوشیار ہیں اور شیاطین الانس کے شر سے بھاگ کر
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کے دامن میں
پناہ لیچکے ہیں جیساکہ مولف نزہتہ الارواح کہتے ہیں کہ اے
خواب غفلت کے متوالے اُٹھ اور ان آدمی کو کھا جانیوالے
شیطانوں سے دور بھاگ، اسلیے کہ دل کیلیے آدمی کے دیو کی

وحدیث نفس و تقاضاے تن باطل و دروغ است از انجملہ
عنان ہمت کشیدہ دست بر رکاب متابعت مصطفوی
بیزن کہ شرعش از ہمہ اہما محمود و محبوب است و اصول و
فروع شرعش ہمہ مغز حقیقت و عین مطلوب است بیت

ز قاطعان طریق این زمان شوند ایمن
قوافل دل و دانشش کہ مرد راہ رسید

این جماعۃ کہ سر بر خط حقیقت نہادند نخست خط شریعت
بر سر نہادند از انجاست اتفاق اہل طریقت کہ کل طریقۃ
ردتہ الشریعۃ فہی زندقۃ ہر کہ چون نقطہ
برین حرف نیست ہمہ را انگشت بر حرف اوست
یعنی ہر کہ بر حرف شریعت ہمچو نقطہ بر حرف منقوط بے
انفکاک نیست ہمہ نہند آن را انگشت بر حرف اوست
کہ او زندیق وقت و ملحد روزگار است ہر کہ چون حرف
درین کلمہ جمع نیست ہمہ را سخن در حرف اوست یعنی
اتفاق جملہ در سرگشتگی و گمراہی اوست قطعہ

خط او را ہر کہ بر گردن نبست آزاد نیست
خطۂ کز خطبۂ او سرکشد آباد نیست
نامۂ تحقیق را بے مہر او عنوان نشد
خانۂ توحید را بے مہر او بنیاد نیست

یعنی ہر کہ بطوع و رغبت غلامی و بندگی او اختیار نکند
و خط شریعت او را بر گردن مطاوعت نہ بندد درین جہان
از کشتن و اسیر گرفتن و غارت کردن و در آن جہان از دار عذاب جحیم
و عذاب الیم آزاد نیست و اگر شہرے و ولایتے از خطبۂ نبوۃ او
سرکشد آن را ویران کنند و تاراج گردانند و نامۂ تحقیق و خانۂ توحید

بات چیت سانپ کے زہر اور بچھو کے ڈنک کی طرح ہے یعنی خواب
غفلت و غرور سے جاگ اور ٹوٹے اور خسارے اور باطل کے جھگڑوں کے
دیوروں سے بحکم ففروا الی اللہ بھاگ کر ان شیاطین الانس کی گفتگو
تیرے حق میں زہر قاتل اور درد پیدا کرنے والا ڈنک ہے اگرچہ تو بچانے
آخر ہر تنکے پر تو عقل کی آنکھ کیوں لگاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالے
علیہ وسلم تیرے لیے رہبر کافی ہیں نفس اور بدن کی باتیں دھوکا اور
فریب ہیں دل و جان سے مصطفے علیہ الصلاۃ والسلام کی رکاب
پکڑ لے وہ محمد جنکی شرع محمود ہے جسکی اصول و فروع سب حقیقت کا مغز ہیں
پس مصنف کہتا ہے کہ ہر کس و ناکس سے تو رہبری کی امید نہ رکھو اسلیے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ جو تمام عالم کی رہبر ہے
وہی تیرے لیے رہبر بس ہے اور نفس کی باتیں اور تن پروری کی
خواہشیں باطل و جھوٹی ہیں ان سب سے ہمت ہٹا کر رکاب
ہدایت انتساب غلامی سرکار مصطفوی پر ہاتھ ڈال کہ انکی شرع
سب سے بڑھ کر نہایت پاکیزہ اور محبوب تر ہے اور اسکے سب اصول و فروع
مغز حقیقت اور عین مطلوب راستے کے ڈاکوؤں سے عقل و دل کے
قافلے امن میں ہو جاتے ہیں کہ سردار راہ و آنحضرت آ پہنچا، جماعت
صوفیہ جسنے خط حقیقت پر سر رکھا ہے پہلے شریعت کا خط سر پر
رکھ چکے ہیں اور اسلیے اہل طریقت کا اسپر اجماع ہے کہ جس طریقے کو
شریعت محمدیہ رد فرمائے وہ بیدینی اور زندقہ ہے جو شخص
نقطے کی طرح اس حرف پر نہیں ہے سب کو اسکے حرف پر اعتراض ہے
یعنی جو شخص شریعت کے حرف پر اس طرح نہیں ہے جیسے
نقطے دار حرف پر نقطہ کہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا سب
دہندا نگشت اسکے حرف پر انگلی ہے اسلیے کہ وہ زندیق وقت اور
زمانے کا بیدین ہے جو بھی حرف کیطرح اسی کلمہ میں جمع نہیں ہے

بے مہر و مہر او عنوانے و بنیاد ے نداز یعنی صفت تحقیق
مر محقق را و صفت توحید مر موحد را ہم مہر و ہم اسلم و ستقیم نیست

سب کو انکے حرف میں کلام ہے یعنی سب دین والوں کا اتفاق ا
انکی گمراہی اور بیدینی پر ہے جس نے انکا خط غلامی اپنی

گردن پر نہ باندھا وہ (نار جہنم و غضب الٰہی سے) آزاد نہیں ہے جس خطہ نے انکے خطبۂ حکومت سے سرکشی کی وہ آزاد نہیں
رہ سکتا، نامۂ تحقیق کا عنوان انکی مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا اور خانۂ توحید کی بنیاد انکی محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی یعنی جو شخص
بخوشی و رغبت انکی غلامی اور بندگی اختیار نہیں کریگا اور انکی شریعت کے خط کو اپنی طاعت اور فرمانبرداری کی گردن پر
نہیں باندھیگا وہ اس جہان میں قتل و قید اور لوٹے جانے سے اور اس جہان میں جہنم کے طبقوں اور دردناک عذاب سے
آزاد نہیں ہوسکیگا اور اگر کوئی شہر اور ولایت انکی نبوت عامہ کے خطبے سے سرکشی کرے وہ ویران اور تاراج کر ڈالیجائیگی
اور نامۂ تحقیق اور توحید کے گھر کی انکی مُہر اور محبت کے بغیر عنوان اور بنیاد نہیں ہو سکتی یعنی صفت تحقیق محقق کو
اور صفت توحید موحد کو بغیر انکی مُہر اور محبت کے درست اور مقبول نہیں ہو سکتی،

اِس کتاب کا خطبہ یہ ہے" بسم اللہ الرحمن الرحیم، رب اشرح لی صدری ویسر لی امری
واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین
میگوید ارذل عباد اللہ الکریم مفلس بے مایہ عبد الواحد ابراہیم بصرہ اللہ تعالٰی بعیوب نفسہ وجعل
یومہ خیرا من امسہ، کہ فقیر مدتے حریص بود بمطالعۂ کتاب نزہۃ الارواح حسن عبارت واستعارت
و بن معانی واشارۃ آن کتاب بداں باعث گشت کہ در معانی آں خوضے کنم و چیزے بنویسم تا در مطالعہ
کردن وسیلے بود بنظر آنکہ مرا فضیلتے باشد" الخ ۹۸۵ھ سن تالیف ہیں جو خود حضرت مصنف نے
ان ابیات میں بتائے ہیں اور انہیں ابیات پر کتاب کا خاتمہ ہوا ہے عبارت کا خاتمہ یہ ہے
ولقد وقع الفراغ من تسوید شرح الرسالۃ المسماۃ بنزھۃ الارواح قال لنا ظمہ الراجی
الی رحمۃ اللہ الکریم ارذل العباد عبد الواحد ابراھیم الحسینی البلجرامی مثنوی
نزہہ را شرح نگفتم از علوم ٭ سر زنشہا کردہ ام بر نفس شوم ٭ لیک ایں امارہ کافر منش
منتبہ کے میشود زیں سرزنش ٭ نفس گندم نمائے جو فروش ٭ کے کند زیشان نصیحتہا بگوش
چوں سرشت او ظلوم است جہول ٭ لاجرم کارش نباشد جز فضول ٭ یارب از زشت تباہش باز کش
و زہمہ جرم و گناہش باز کش ٭ چند خواہم گفت شرح حال او ٭ فاسد از ناضیبست استقبال او
گر نویسم شرح حالش اندکے ٭ شرح نزہہ باشدش از صد یکے ٭ ایدل از بیہودہ سنجی رخ بتاب
باز می گو سال تاریخ کتاب ٭ ہست تاریخ کتاب من تمام ٭ نہصد و ہشتاد و پنج و والسلام

فقیر کے پاس اس کتاب کا جو نسخہ ہے وہ پنجشنبہ ۱۷ محرم الحرام سنہ ۱۱۶۱ھ سن جلوس محمد شاہ بادشاہ دہلی کا لکھا ہوا ہے

سبع سنابل

یہ کتاب مستطاب ہدایت مآب سراپا انتخاب حضرت میر قدس سرہ المنیر کی مشہور و مقبول ترین تصنیف ہے جسکی مقبولیت کی دلیل اور اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے کہ خود دربار رسالت سے فرمان و سند مقبولیت حاصل کر چکی ہے

دربار رسالت سے سند مقبولیت

علامۂ نامی میر غلام علی آزاد بلگرامی ماثر الکرام میں تحریر فرماتے ہیں اشہر تصانیفش کتاب سنابل ست در سلوک عقائد دقتے در شہر رمضان المبارک سنہ ۱۱۳۵ھ مولف اوراق در دار الخلافہ شاہجہان آباد خدمت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ را زیارت کرد ذکر میر عبد الواحد قدس سرہ درمیان آمد شیخ مناقب و مآثر میر تا دیر بیان کرد و فرمود شبے در مدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم و در واقعہ می بینم کہ من و سید صبغۃ اللہ بروجی معاً در مجلس اقدس رسالت پناہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم بار یاب شدیم جمعے از صحابۂ کرام و اولیای امت حاضر اند در ینہا شخصے است کہ حضرت با او بلب تبسم شیریں کردہ حرفہامی زنند و التفات تمام دارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغت اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت با او التفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبد الواحد بلگرامی باعث مزید احترام او این است کہ سنابل تصنیفش در جناب حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مقبول افتاد یعنی حضرت میر کی مشہور ترین تصانیف کتاب سنابل ہے سلوک و عقاید میں ایکبار رمضان المبارک سنہ ۱۱۳۵ھ میں مولف اوراق نے دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ کی زیارت کی حضرت میر عبد الواحد قدس سرہ کا ذکر آیا شیخ نے حضرت میر کے مناقب و مآثر دیر تک بیان کیے، اور فرمایا کہ ایک شب میں مدینۂ منورہ میں بستر خواب پر لیٹا عالم واقعہ میں دیکھا کہ میں اور سید صبغت اللہ بروجی ایک ساتھ دربار اقدس رسالت پناہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے وہاں ایک جماعت صحابۂ کرام اور اولیاے عظام بھی حاضر ہوے اور ان میں ایک شخص ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ان سے تبسم اور شیریں لبی کے ساتھ باتیں فرماتے اور انکے حال پر نہایت توجہ و التفات فرماتے ہیں جب مجلس مبارک تمام ہو چکی تو میں نے سید صبغت اللہ سے استفسار کیا کہ یہ کون صاحب تھے کہ حضور اقدس ان سے اس قدر التفات فرماتے ہیں انھوں نے جواب دیا میر عبد الواحد بلگرامی اور ان کے زیادہ احترام کا سبب یہ تھا کہ سنابل نام ان کی تصنیف جناب رسالت مآب صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم میں مقبول ہوئی،

یہ کتاب ۱۲۹۹ھ میں جناب مولوی احمد میاں صاحب خلف و خلیفہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادابادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اپنی فرمایش سے حل لغات و کشف اصطلاحات و ترجمہ احادیث و آیات پر مشتمل تحشی اور خاتمے میں حضرت میر قدس سرہ کے سوانح و مناقب کے ایک مختصر تذکرے کے اضافے کے ساتھ مطبع نظامی کانپور میں چھپوا کر شایع کردی ہے اس مطبوعہ نسخے کے سر ورق لوح پر یہ عبارت درج ہے "نسخہ سبع سنابل کہ ہمانا ہر سطرش جادۂ تعلیم سلوک است برائے طالبان کامل و ہر حرفش آئینۂ حقیقت نماست از معارف عارفان واصل حکایاتش محمل شوق توحید راحد حجلائی و اشاراتش رموز ذوق تجرید را گنجلانی معانیش دلیل سیر الی اللہ و مبانیش ہادی طریق لی مع اللہ از تصنیفات قدسی صفات سلالۂ سلاسل اولیا نقاوہ ودودمان اتقیا عارج معارج اسرار ولایت ناہج مناہج آثار ہدایت اموزگار تلقین و تعلیم مرشد صراط مستقیم پیشوائے اصحاب طریقت مقتدائے ارباب حقیقت خرقہ پوش کشف و شہود جرعہ نوش وحدۃ الوجود قدوۃ السالکین عمدۃ الواصلین گرم رفتار منازل ملت و دین قافلہ سالار مراحل حق الیقین مجاز شناس حقیقت دان خلوت پسند جلوت بیان سالک طریق رضا جوئی ثابت قدم معرکۂ حق گوئی یعنی شاہنشاہ قلم و علم خداوانی حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی اور خاتمۂ کتاب میں مولوی عبدالعلی صاحب مصحح مطبع اور خود مالک مطبع محمد عبدالرحمٰن خانصاحب اور انکے صاحبزادے حافظ ابوسعید خانصاحب کی تاریخیں طبع کتاب کی درج ہیں جن میں تصنیف اور حضرت مصنف کی بہت کچھ مدح و تعریف ہے، غرض یہ کتاب خاندان اور دوسرے خاندان والوں سب میں مسلم و مقبول اور متداول و معمول ہے اور اپنے مصنف کے فضل و کمال صوری و معنوی اور جامعیت علوم ظاہری و باطنی پر برہان ساطع و دلیل واضح ہے ہر صاحب علم انصاف خود دیکھکر اسکی قدر جان سکتا ہے کیونکہ حضرت نے عقائد و سلوک کے مسائل و دقائق ظاہر و باطن کے معارف و حقائق کی مختصر الفاظ میں جامعیت و صراحت سے روشن و ضاحت فرمائی ہے اسوقت ہمارے پاس اسکا صرف مطبوعہ ہی نسخہ ہے جو اگرچہ صاف و خوشخط چھپا ہوا ہے اور تصحیح میں بہت اہتمام مدنظر رکھنا بتایا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ بعض جگہ بعض اہم اغلاط رہگئی ہیں مثلاً صفحہ ۴۳ سنبلۂ اول شرط پیری و مریدی میں اس جملے میں کہ "سنی متعصب باشد" پیر کا سنی ہو بجائے متعصب کے بے تعصب ہو گیا ہے، مطبوعہ میں قلمی سے یہ اور بعض اور فرق دیکھکر حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ حضرت قبلہ و کعبہ والد ماجد مدظلہم الاقدس سے اس کتاب کا قلمی پرانا نسخہ اسلیے لیگئے تھے کہ اس سے مطبوعہ کا مقابلہ کرا کر صحت نامہ شایع کردیا جائیگا مگر یہی جہانتک فقیر کو علم ہے

وہ صحت نامہ اب تک شایع نہوا اور افسوس یہ ہے کہ وہ ہمارا قلمی صحیح نسخہ بھی بدایوں ہی میں رہ گیا اور اب معلوم اُسکا کیا حشر ہوا
اس کتاب کا آغاز اسطرح ہوا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد خداوندیرا کہ زندہ گردانید اراضی
قلوب بہاران عنایت وبیرون آورد از وجبوب رشد وہدایت وبہار راست آنرا انجلستان معرفت
ورزستان محبت وروان کرد در وے چشمہائے حکمت وتمتع بخشید باثمار شاہدات و ... کما قال عزوجل
وآیۃ لہم الارض المیتۃ احییناہا واخرجنا منہا حبا فمنہ یاکلون وجعلنا فیہا جنٰت من
نخیل واعناب وفجرنا فیہا من العیون لیاکلوا من ثمرہ (بیت) باغہا و میوہا اندر دل است
عکس لطف آں بریں آب و گل است، وصلوات نامی وتحیات گرامی برر سولے کہ ربیع روضۂ عنایت است
ورفیع دوحۂ ہدایت آں شجرہ مبارک عربی کہ نہ شرقیست نہ غربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبر اصحاب واہلبیت
وجملہ امت او کہ ہر یکے پروردۂ زلال رسالتش وتربیت کردۂ فرات ولالتش ستند یسقٰی بماءٍ واحد
ونفضل بعضہا علٰی بعض فی الاکل، رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین" اور خاتمہ اس
عبارت پر ہوا ہے" وفائدہ (از تذکرۂ مرشدان خود در آخر کتاب) آنست کہ چوں صدق معاملات
ایشاں با مولیٰ تعالیٰ مطالعہ کنم وبر ریاضات ومجاہدہ دیدہ ور گردم ودرجات ومقامات ایشاں معلوم کنم
بر محرومی وبے نصیبی خود اطلاعے یابم وبر خود پسندی وخود ستائی نہ شتابم وما توفیقی الا باللہ وصلی اللہ تعالیٰ
علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین" سال تصنیف ۹۶۹ھ خود اسی کتاب کے دیباچے میں فرماتے ہیں
دل کردہ بفکر نام قابل ٭ ایں خوشۂ چند از سنابل ٭ تاریخ کتابتش فتادہ ٭ از نہصد وشصت ونہ زیادہ

مضامین کتاب پر تبصرہ

حضرت نے اس کتاب کو سات سنبلوں پر تقسیم کیا ہے ہم اسکی خوبیوں کو ظاہر کرنے اور اسکی برکات وفیوض سے قدر دان ناظرین کو فیضیاب
کرنے کیلیے ہر سنبلے سے ترتیب وار بعض اقتباسات یہاں علیحدہ علیحدہ مناسب عنوان قائم کرکے ان کے
ذیل میں دیتے ہیں اور چونکہ کتاب طبع ہو کر شایع ہو چکی ہے لہذا بنظر اختصار اکثر ہم صرف اردو ترجمے پر
اکتفا کرینگے اور اسکے امتیاز کیلیے اسطرح ،، ،، کے قوسین میں درج کیا ہے :
پہلا سنبلہ حضرت نے بیان عقائد ومذاہب کیلیے رکھا ہے اور اس میں فرقۂ ناجیہ حقہ اہلسنت وجماعت کے
عقائد اور انکا مذہب جیسا کہ علما وائمۂ دین کی کتب معتمدہ میں بیان ہوا ہے ذکر فرمایا اور حضرت صوفیہ
واہل باطن کا ان عقائد میں حضرات علمائے دین وائمۂ شریعت ظاہر سے اتفاق واتحاد تام دکھایا ہے

علمائے دین کون ہیں؟

حضرت فرماتے ہیں" اے طالب تحقیق علمائے دین کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے

وارث ہیں تین گروہ ہیں اصحاب حدیث اور فقہا اور صوفیہ لیکن اصحاب حدیث تو کتاب اللہ سے اعتصام کے
بعد ظاہر حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اہتمام کرتے ہیں اور یہ دین اور اسلام کا اساس (بنیاد)
ہے بسبب اس ارشاد ربانی کے کہ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی
جو کچھ عطا فرمائیں تمکو رسول وہ تو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو پس اصحاب حدیث کا شغل حدیث کا سننا
اور نقل کرنا اور لکھنا اور اسکے صحیح و سقیم تمیز کرنا اور حدیث احاد اور مشہور اور متواتر میں فرق کرنا اور احادیث
کی کتاب اللہ سے موافقت ظاہر کرنا ہے بسبب اس ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ جب تمہیں کوئی حدیث روایت
کیجائے پس اگر وہ قرآن کے موافق ہو تو مان لو ورنہ رد کر دو پس یہ لوگ دین کے نگہبان ہیں لیکن حضرات
فقہا نے اصحاب حدیث کے علوم کو پورے طور پر حاصل کرنیکے بعد فہم و استنباط فقہ و حدیث اور دین کے
احکام و حدود کی ترتیب میں دقیق نظروں سے کام لیکر حقائق حدیث کو دریافت کرنے اور ناسخ و منسوخ و
مطلق و مقید، مجمل و مفسر، خاص و عام، محکم و متشابہ میں تمیز کرنے سے ایکدوسری خصوصیت اور فضیلت اور حاصل فرمائی
پس یہ حضرات دین کے حاکم اور شریعت کے سردار ہیں کہ انکا اجتہاد بھی کتاب و احادیث کیطرح اصول شرعیہ میں
سے ایک ہے، لیکن طائفۂ صوفیہ ان دونوں گروہوں کے معتقدات اور انکے قبول میں اُنسے متفق ہیں
اور انکے معانی و رسوم میں اُنسے مخالفت نہیں رکھتے اگر وہ معانی و رسوم خواہش نفس کی پیروی سے دور
اور اصحاب کرام کی اقتداء سے مربوط ہوں پس جن احکام میں وہ دونوں گروہ اجماع رکھتے ہیں حضرات صوفیہ
بھی اُنکے اجماع کو ثابت رکھتے ہیں اور جن احکام میں کہ وہ دونوں گروہ اختلاف رکھتے ہیں انمیں حضرات
صوفیہ احسن و اولیٰ کو لے لیتے ہیں از فرمان ربانی ہے فبشر عباد الذین الآیۃ یعنی تو خوشی سناؤ میرے ان
بندوں کو جو کان لگاکر بات سنیں پھر اسکے بہتر پر چلیں یہیں سے کہتے ہیں کہ طریقت وہ شریعت کا لباب
(خلاصہ) ہی ہے نہ کہ شریعت سے غیر اور حضرات صوفیہ مسائل فروع میں ان گروہوں کے اختلاف کے منکر نہیں
ہیں اسلیے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے "علمائے دین کا اختلاف رحمت ہے" اور بعض صوفیہ سے
پوچھا گیا کہ وہ علما جنکا اختلاف رحمت ہے کون ہیں انھوں نے کہا وہی ہیں جو کتاب الٰہی جل مجدہ سے
اعتصام کرتے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت میں نہایت کوشش کرتے اور صحابہ کرام کی اقتدا (پیروی) کرنے میں
پس اختلاف فروع دین میں رحمت ہے اور اصول و عقائد دین میں بدعت و گمراہی ؎ المولفہ
سہ آمد اصل شرع اے مومن صاف ٭ کتاب و سنت و اجماع اسلاف ٭ قیاس راسخون العلم برحق
بود با ہر سہ اصل و شرع ملحق ٭ تو گر بیرون روی زیں ہر سہ یک گام ٭ بر افتادی ز راہ دین و اسلام یعنی

یہی تینوں ہیں بس اصل شریعت ؛ کتاب و سنت و اجماع امت ؛ قیاس بس راسخون العلم برحق
انھیں تینوں سے ہی بیشبہ ملحق ؛ تو گر ان سے قدم باہر رکھے گا ؛ تو راہ دین سے باہر گرے گا

حضرات صوفیہ بلحاظ عقائد اہلسنت و جماعت ہی ہیں

تمہید میں سچے علمائے دین کے تینوں گروہوں کی تفصیل فرمانیکے بعد حضرت ان تینوں گروہوں کے
عقائد ایمانیہ اجماعیہ کی تفصیل اسطرح شروع فرماتے ہیں " بدانکہ اجماع دارند این ہر سہ طائفہ کہ اہلسنت
و جماعت اند برین کہ خداوند تعالیٰ واحد حقیقی است الی آخرہ جان لو کہ یہ تینوں گروہ کہ اہلسنت و جماعت ہیں
اسپر اجماع رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ واحد حقیقی ہے اور اسکے بعد عقائد اہلسنت متعلقہ الہیات ذات و صفات
باریتعالیٰ و رویت باری عزوجل در دار آخرت و دیگر عقائد متعلقہ نبوات و کتب سماویہ و جنت و دوزخ
و عذاب و ثواب و لوح و قلم و حوض و صراط و میزان و شفاعت و حور و قصور و درکات نیران و عذاب قبر و
سوال نکیرین و حشر و نشر و قیامت و متعلقہ امامت وغیرہ جو اہلسنت و جماعت کی عامہ کتب معتبرہ میں مذکور ہیں
بالتفصیل ذکر فرماکر آخر میں فرماتے ہیں " بدانکہ علمائے مذہب سنت و جماعت کہ اصحاب حدیث و طائفہ فقہا و طائفہ
صوفیہ باشند برین عقائد کہ نبشتہ شد اتفاق دارند جان لو کہ علمائے اہلسنت و جماعت کہ وہ محدثین اور فقہا اور
صوفیہ ہیں ان عقائد پر جو یہاں لکھے گئے ہیں اتفاق رکھتے ہیں

بدمذہبوں کی مذمت اور ان کی علامت اور انپر رد و طرد کی ضرورت

اسکے بعد حضرت سُنی صادق کو ایمان بالغیب کی ہدایت اور شریعت حقہ محمدیہ کی تعریف و مدح کے بعد فرماتے ہیں
اگر ہتو سے مبتدعے بطریقے دیگر دعوت کند باید کہ قول او مسموع ندارند و دفع او بجہت نصرت دین حق از جملہ
فرائض شمارند اہل بدعت و ضلالت طائفہ باشند کہ خود را در لباس اسلام بتلبیس پیدا آرند و عقائد فاسدہ خویش
در باطن پوشیدہ دارند و باہل اسلام بظاہر در آیند و خود را بصورت علمائے محقق بخلق نمایند و ہر کجا کہ مجال
تصرف یابند تخریب قواعد مسلمانی با فساد عقائد ایمانی بنیاد نہند و دلہائے سادہ پاک را از طہارت فطرت
بگردانند و خود را در پس سپر اسلام بپوشانند و پنہاں از نظر خلق مردم را ببدعت و ضلالت خوانند و این
سادہ دلان اسلام نیک از بد و سنت از بدعت ندانند و بعبارات فصیحہ و کلمات صحیحہ ایشان مغرور مانند این
جماعت اند اعدائے دین و اخوان الشیاطین " اگر کوئی ہوس نفسانی کا بندہ گمراہ اس سراط مستقیم و ان

عقائد ایمانیہ کے علاوہ کسی دوسرے طرف کی طرف بلائے اُنکی بات پر کان نہ دھرنا چاہیے اور دین حق کی مدد کیلیے
اُنکا دفع کرنا منجملہ فرائض دینیہ جاننا چاہیے، اور اہل بدعت و ضلالت وہ گروہ ہے جو دھوکہ دینے کیلیے خود کو
لباس اسلام میں پیش کرتا اور اپنے فاسد عقائد کو اندر پوشیدہ رکھتا، اور مسلمانوں سے ظاہرداری سے ملتا
اور ناواقفوں کے سامنے علمائے محققین کی صورت بنکر آتا ہے اور جہاں اپنے دخل و تصرف کی گنجایش پاتا ہے
عقائد ایمانی کو فاسد کرکے قواعد مسلمانی کے خراب کرنیکی بنیاد رکھدیتا ہے اور سادہ پاک لوگوں کو انکی فطری پاکیزگی
سے پھیر دیتا ہے اور اپنے آپکو (اپنی ظاہرداری کے) اسلام کی ڈھال کے پیچھے چھپائے رکھتا ہے اور
لوگوں کی نظر بچاکر عوام کو بدعت اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے، اور یہ سادہ لوح مسلمان نیک کو برے سے اور
سنت کو بدعت سے الگ نہیں کرسکتے اور ان مکاروں کی چکنی چپڑی باتوں سے دھوکہ کھاجاتے ہیں، یہ (مکار گمراہ)
جماعت ہیں دین حق کے دشمن اور شیطانوں کے بھائی بند،

بدمذہب علمائے اہلسنت سے کیوں جلتے ہیں؟ حضرت فرماتے ہیں" چونکہ علمائے دین اور مشائخ اسلام کے علم
کے نور سے انکی گمراہی کی تاریکیاں چھوٹ جاتی ہیں لامحالہ یہ
(شیاطین) علمائے شریعت کو دشمن جانتے ہیں اور علمائے ربانی کہ آسمان اسلام کے روشن ستارے ہیں
عوام کو ان شیاطین الانس کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور ان کے انفاس نورانی شہاب ثاقب کے مانند
ہمیشہ ان شریعت کے چوروں کو ہر طرف سے ہنکاتے" دبرجم و قذف پراگندہ میکرداند اور (لعنتہ کے)
پتھر مار مار کر دور دراتے رہتے ہیں،

مذہب اہلسنت وجماعت کی مختصر تعریف حضرت فرماتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالی عنہ سے مذہب اہل
سنت وجماعت کی نسبت پوچھا گیا فرمایا یہ کہ شیخین رضی اللہ تعالی عنہما
(ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما) کو فضل جانو اور ختنین (عثمان غنی و مولی علی رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھو
اور موزوں پر مسح درست جانو یعنی ختنین کا فضل شیخین کے فضل سے کم ہے بغیر نقصان اور قصور کے
اور شیخین سے محبت ختنین کی محبت کے برابر ہے بے تفاوت اور فتور کے۔ **مثنوی**

محبت با ایں ہر چہار است نکو ❊ز تفضیل شیخین کار ت نکو ❊ محبت بہر چار گیر استوار
ان چاروں سے تیری محبت اچھی ہے ❊ شیخین کو افضل جاننے سے تیرا کام اچھا ہے ❊ محبت چاروں سے برابر مضبوط رکھ
ولے افضل شیخین منظور شمار ❊ در فضل شیخین در دل کم است ❊ بنائے تو در رفض مستحکم است
گر شیخین کو زیادہ فضیلت والا جان ❊ اگر تیرے دل میں شیخین کا فضل کم ہے ❊ تو تیرے دل میں رفض کی جڑ مستحکم ہے

مسئلہ تفضیل میں حضرات صوفیہ وارباب باطن کا مسلک

اوپر حضرت بیان عقائد میں فرماتے ہیں" واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیا ابوبکر صدیق است وبعد از وے عمر فاروق ست وبعد از وے عثمان ذی النورین است وبعد از وے علی مرتضیٰ است رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وبعد ایشان ہمہ عشرہ مبشرہ ست" الخ اہل سنت وجماعت کے تینوں گروہ محدثین وفقہا وصوفیہ اسپر بھی اجماع رکھتے ہیں کہ جملہ بشر سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور ان کے بعد عمر فاروق ہیں اور انکے بعد عثمان ذی النورین ہیں اور انکے بعد علی مرتضیٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور انکے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ ہیں، اور یہاں فرماتے ہیں" اجماع اصحاب وتابعین وتبع تابعین وسائر علمائے امت ہمبریں عقیدہ واقع شدہ است وایں اجماع در کتب متقدمان ومتاخران مذکور وشائع است فردوسی در شاہنامہ گفت (بعد نقل اشعار شاہنامہ) وبہمیں معنی مخدوم شیخ سعدی فرمود (وبعد نقل اشعار بوستاں فرمود) مخدوم قاضی شہاب الدین در تیسیر الاحکام نبشت کہ ہیچ ولی بدرجۂ ہیچ پیغمبرے نرسید وبعد او امیر المومنین عمر بن خطاب است وبعد او امیر المومنین عثمان بن عفان است وبعد او امیر المومنین علی بن ابی طالب است رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کسیکہ امیر المومنین علی را خلیفہ نداند او از خوارج است وکسیکہ او را برامیر المومنین ابوبکر وعمر تفضیل کند او از روافض است تا اینجا عین عبارت تیسیر الاحکام ست" یعنی صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور جملہ علمائے امت کا اجماع اسی عقیدے پر واقع ہوا ہے اور یہ اجماع متقدمین ومتاخرین کی کتابوں میں مذکور اور شائع ہے، چنانچہ فردوسی نے شاہنامے میں کہا اور ایسا ہی مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا، اور مخدوم قاضی شہاب الدین تیسیر الاحکام میں فرماتے ہیں کہ کوئی ولی کسی نبی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا اسلیے کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق بحکم حدیث پیغمبروں کے بعد سب اولیاء سے افضل ہیں اور وہ کسی نبی کے مرتبے کو نہ پہنچے اور انکے بعد امیر المومنین عمر ابن خطاب ہیں اور ان کے بعد امیر المومنین عثمان ابن عفان ہیں اور انکے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو شخص امیر المومنین علی کو خلیفہ نجانے وہ خارجی ہے اور جو شخص انھیں امیر المومنین ابوبکر وعمر سے افضل جانے وہ رافضی ہے یہانتک بعینہ عبارت تیسیر الاحکام کی ہے اسکے بعد حضرت فرماتے ہیں قال علیہ الصلاۃ والسلام ما فاق ابو بکر بکثرۃ الصلوۃ والصیام ولکن بشئ وقر فی قلبہ، ولھذا ظھر من احوالہ ما لم یظھر من احوال غیرہ" نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ابوبکر کثرت نماز وروزہ کے سبب

(اپنے غیر پر) فائق نہیں ہوئے بلکہ اس شے (علم ومعرفت) کی وجہ سے فائق ہوئے جو انکے قلب میں رکھ دی گئی تھی اور اسی لیے انسے وہ احوال ظاہر ہوئے جو انکے غیر سے نہیں ظاہر ہوئے اس کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند احوال جو ان کے کمال علم ومعرفت واستحکام ایمان ویقین وجمال تقرب ووجاہت عند اللہ تعالیٰ کے مظہر ہیں ذکر فرماکر فرماتے ہیں اس جنس کے وجوہ فضل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تک لکھوں اور میں کیا ہوں جو اس جگہ کوئی دخل وتصرف کروں البتہ اہل سنت وجماعت کا مذہب بیان کرتا ہوں کہ شیخین کو ختنین اور جملہ اصحاب پر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تفضیلت ہے" اور پھر دیگر خلفائے راشدین اور جملہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل کا احاطہ عقول بشریہ سے وراہونے اور اسکی نفیس ولطیف تحقیق فرمانیکے بعد کہ اگرچہ شیخین کریمین ختنین مکرمین پر فضل وبرتری رکھتے ہیں مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ انکے فضل وشرف میں کسی نقصان وفتور کو راہ ہے حضرت فرماتے ہیں" پس جب کہ صحابہ کرام انبیا صفت ہیں انکا اجماع شیخین کی تفصیل پر ہوگیا اور مرتضیٰ بھی اس اجماع میں ان سے متفق اور شریک تھے تو مفضلہ نے اپنے اعتقاد (تفضیل مرتضیٰ بر شیخین) میں غلطی کی ہے"

مفضلہ کے اس شبہ کا دفع کہ محبت مرتضوی کا مقتضیٰ انہیں شیخین سے افضل جاننا ہے

یہ مفضلہ کا ایک مشہور ومعروف شبہ ہے ہمارے حضرت نہایت زور سے اسکا دفع یوں فرماتے ہیں کہ" ہمارا خان ومان نام مرتضیٰ پر فدا اور ہمارا دل وجان مرتضیٰ کے قدموں کے نثار کون بدبخت ازلی ہوگا کہ محبت مرتضےٰ اُسکے دلمیں نہوگی اور کون درگاہ مولے تعالےٰ سے راندا ہوا ہوگا کہ مولی مرتضیٰ کی اہانت روا رکھیگا مگر مفضلہ نے غلط گمان کیا ہے کہ محبت مولی مرتضیٰ کا نتیجہ انہیں شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا ہے مفضلہ یہ نہیں جانتے کہ محبت کا ثمرہ مولیٰ مرتضیٰ کی موافقت ہے نہ کہ اُنسے مخالفت کہ جب خود مرتضیٰ نے شیخین اور ذی النورین کا فضل اپنے اوپر روا رکھا اور انکی اقتدا کی اور انکے زمانہ خلافت کے حکموں کو مانا تو مولی مرتضیٰ کے ساتھ شرط محبت یہ ہے کہ اُن کی راہ روش میں اُنسے موافق رہیں نہ کہ مخالف مفضلہ کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ مولی مرتضیٰ اور جملہ اصحاب نے حق پوشی کی یا حق ظاہر کرنیسے خاموشی برتی یا یہ کہ شیخین اور ذی النورین خلافت اور تقدم کے استحقاق کے بغیر زبردستی مسند خلافت پر بیٹھ گئے اور خیانت کی یہ خود اُنسے محال محض ہے حقا ثم حقا ہرگز اُنسے ذرہ بھر ناجائز زبردستی اور حق پوشی صادر نہیں ہوسکتی نہ اُنسے رائی برابر (حق سے) تجاوز وتفاوت ہوسکتا ہے اسلیے کہ اگر انمیں رائی برابر (حق سے) تجاوز اور تفاوت

ہوا ہوتا تو حق سبحانہ انکی تعریف میں آیات قرآنی نہ نازل فرماتا اور اگر انہیں سے کوئی ذرہ بھر بھی عہد توڑتا تو
مصطفےٰ علیہ الصلاۃ والسلام اتقی کی اتباع ان سب کی پیروی پر نہ لکھتے وہ رسول معظم کہ حق سبحانہ نے اپنی ربوبیت کو انکی
محبت سے ظاہر فرمایا اور اٹھارہ ہزار عالم کو انکے طفیل میں پیدا فرمایا اور انھیں جملہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام پر فضیلت دی
وہ اپنے اصحاب کی یہ خبر دیتے ہیں کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے
ہدایت پاؤگے اور خود حق سبحانہ نے بھی انکے دین و اسلام کے مناقب بیان فرمائے کہ الیوم اکملت
لکم دینکم (الآیہ) آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی
اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا، این ملعون سیاہ رو برخلاف اجماع اصحاب مبادرت میکند از فرمودہ
خدا و رسول بیروں میرود و می پندارد کہ محبت مرتضےٰ علی را می پرورم "یہ ملعون روسیاہ اجماع صحابہ کے خلاف
جرأت کرتا اور خدا و رسول کے فرمودے سے باہر جاتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ میں مرتضیٰ علی سے محبت
رکھتا ہوں عجب احمق ہے کہ مرتضیٰ کی مخالفت کو انکی محبت سمجھتا ہے کہ خدا اور رسول کا فرمودہ اور صحابہ کا
اجماع نہیں مانتا، اور ایک عقیدۂ فاسد اور تصور باطل کو اگو اپنا لیا ہے بجز کفر در کفر و ضلالت در ضلالت نباشد
اسکا نتیجہ بجز کفر میں کفر اور گمراہی میں گمراہی کے اور کیا نکلے گا، روایات و مسائل کہ اصحاب کرام کے اجماع
کے مخالف و مزاحم ہوں سب نامسموع اور غیر مقبول الخ ناصواب ہیں" الخ اسکے بعد حضرت رافضیونکے اس عقیدہ کا کہ جبریل علیہ السلام نے
غلطی سے وحی بجائے مولیٰ علی کے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا دی۔ نہایت شد و
مد سے رد فرماکر اور تفضیلیوں کے بعض اور شبہات واہیہ کا دفع فرماکر انکے اس دوسرے شبہے کا دفع فرماتے ہیں
جو اکثر وہ تفضیلیے پیش کیا کرتے ہیں جو پیری مریدی کا پیشہ کرتے ہیں، یعنی اگر مولے علی افضل نہ ہوتے
تو بیعت طریقت کے سب مشہور و متداول سلسلے انھیں سے کیوں چلتے،

تفضیلیونکے اس شبہ کا ازالہ کہ اگر مولے علی شیخین سے افضل نہوتے تو جملہ سلاسل بیعت انھیں سے کیوں چلتے

حضرت فرماتے ہیں " اے برادر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
کاملیت تمام کے ساتھ خلیفۂ برحق اور برا اصل ہیں اور چاروں استحقاق اسکا رکھتے تھے تو مسند خلافت پر بجائے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نوبت نوبت بیٹھے ہیں وہ سب مسندِ خلافت نبوت پر بیٹھے خاقانی کہتا ہے

ہر چار چار حدِ بنائے پیمبر است
بہر چار یار در بن پنجر دز عمر

ہر چار چار عنصر ارواح انبیا
نتواں خلاص یافت ازیں ششدر فنا

رہی یہ بات کہ خانوادہائے بیعت مرتضیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو پہنچتے ہیں اور ان خلفا میں سے اور کسی کو نہیں پہونچتے اسکا سبب یہ ہے کہ ان خلفاء نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا کہ اسے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی جگہ بٹھاتے اسلیے کہ خود رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے خلفاء کی موجودگی میں خلفاء کے خلفاء کو یہ استحقاق نہیں تھا کہ وہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی جگہ بیٹھتے اور جب خلافت مرتضیٰ علی پر تمام ہوگئی ضرورۃً انھوں نے حسن بصری کو خلیفہ بنایا اور اپنی جگہ بٹھایا اور انسے خانوادہائے بیعت پیدا ہوئے جو مرتضیٰ علی تک پہنچتے ہیں پس مرتضیٰ علی کا خلافت کی نوبت میں موخر ہونا خانوادہائے طریقت کے انکی طرف راجع ہونیکا سبب ہوا، اور اگر ان خلفاء میں کوئی متاخر ہوتا تو ان خانوادوں کا مرجع وہی ہوتا

اس کا ذکر کہ مرتضیٰ علی ہمارے دادا ہیں لہٰذا ہم انھیں سب صحابہ سے افضل جانتے ہیں

معضا کے اس شبہ کا جواب دینے کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ بعضے سادات مفضلہ کہتے ہیں کہ مرتضےٰ علی ہمارے دادا ہیں اس سبب سے ہم انھیں افضل الخلفاء گنتے ہیں اور انپر کسی دوسریکا فضل روا نہیں رکھتے، اے برادر کسیکو فضل بخشنے کی فضیلت ان سادات فضول کے قبضۂ قدرت میں نہیں تاکہ جسے چاہیں یہ فضل دیسکیں اور ایک کو دوسرے پر فضل رکھیں، بلکہ یہ اللہ کا فضل ہی جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے اے عزیز تو انکے فضائل کیا جانے اور کیا پہچانے عارفان کامل جنکے مقامات میں جبریل علیہ السلام بھی گنجایش نہیں رکھتے انھوں نے کشف و معائنہ کی انکھوں سے دیکھا اور جانا ہے کہ اجماع صحابہ کے حکم سے جو خلفائے کرام کے فضائل میں تفاوت مراتب ثابت ہوا وہی معتبر ہے کسی مدرک اور مجتہد کو وہاں دخل کی مجال نہیں کہ دوسری کسی وجہ سے تصرف کرے تو جو اپنی فکر رکیک اور طبع تاریک سے انکے فضائل میں خلاف تصرف کرتا ہے جز کفر و ضلالت حاصلے نباشد اس سے بجز کفر و گمراہی اور کچھ حاصل نہوگا سادات مفضلہ فسادات میں پڑگئے ہیں جو فاسد مقدمہ وہ رکھتے ہیں اس کا جواب شافی و کافی موجود ہے کہ جس سے وہ لاجواب ہوجاتے ہیں،

نسب پر بیجا گھمنڈ کا رد اور حضرت کی بزرگ عنایت حق گوئی کی ایک روشن مثال

حضرت فرماتے ہیں جس زمانے میں میں سنابل لکھتا تھا ہمارے مقام کے سادات ایک مسئلہ ظاہر کرتے تھے مخالف مذہب اسلام اور ایک عقیدہ بیان کرتے تھے خارج از عقائد علم کلام اور وہ یہ کہ جیسا عشرۂ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے دخول بہشت و خیریت خاتمے کا حکم قطعی ہے ایسے ہی جملہ سادات عالم خاص و عام سب کیلیے خواہ وہ مرتکب کبائر ہوں خواہ مبتلائے حرام خواہ تارک صلاۃ ہوں خواہ تارک صیام دخول دار السلام اور خیریت اختتام کا

حکم قطعی ہی اسلیے کہ وہ فرزندان رسول علیہ الصلاۃ والسلام ہیں اور عشرہ مبشرہ تو ہر چند کہ ان کیلیے علم قطعی خیریت خاتمہ و دخول بہشت کا تھا لیکن وہ (خوف و ہیبت الٰہی سے) ایمن اور بےغم نہیں تھے، مگر یہ سادات مقام خوف و ہیبت سے جدا ہو کر ایمن اور بےغم ہو گئے اور ایک آشوب و غوغا مچائے ہوئے تھے" یہی نہیں بلکہ حضرت آگے چلکر فرماتے ہیں کہ وہ یہ بھی کہتے تھے "اگر سید مرتکب کبائر اور گنہگار شرابی یا بظاہر کافر بت پرست زنار پہننے والا یا عیسائیوں کی طرح تین خدا ماننے والا یا دہریوں کی طرح عالم کے بنانیوالے سے سرے سے منکر ہو یا جیسا بھی ہو اُسکے ایمان کو کلمات کفر و شرک سے کوئی زیان اور اسکے دین اسلام کو زنا اور چوری اور جملہ کبائر کے ارتکاب سے کوئی نقصان نہیں اور یہ سب مرتضی علی سے اپنی نسبت کے بھروسے پر کہتے تھے اور شرف و فضل رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو بہانہ و وسیلہ بناتے کفر کو ایمان سے نہیں پہچانتے اور خداوند تعالےٰ کے خوف سے نہیں ڈرتے تھے" الخ ان مغروروں خودپسند کا یہی غرور ہمیعنی اور بہ خود غلط گھمنڈ وہ اصل چیز ہے جس پر حضرت نے ایک مستقل فصل میں نہایت شد و مد سے قرآن و حدیث و ارشادات و حکایات ائمہ و عرفا و تحقیقات صوفیہ و علما سے بہت مدلل مفصل رد بالغ فرمایا یہانتک کہ سرے سے انکے سارے گھمنڈ کی جڑ ہی کاٹ دی اور صاف فرمادیا" اگر در سیادت طہارت نباشد نسبت منقطع شود و پیوند ساقط گردد چنانکہ از پسر نوح علیہ السلام نسبت پدری و پسری برافتاد قولہ تعالیٰ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح" یعنے اگر سیادت میں طہارت (ایمان و تقویٰ) نہو تو نسبت منقطع ہو جاتی اور پیوند ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ نوح علیہ السلام کے لڑکے سے نسبت باپ و بیٹے پن کی گر گئی اللہ عزوجل کا ارشاد ہے وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اسکے کام بڑے نالائق ہیں یہ فصل بہت طویل ہے اور کتاب کے نصف صفحہ ۲ سے دو ثلث صفحہ ۳۶ تک حضرت نے ان مغروران ہمیعنی کو خوب ہی لتاڑا اور ہر طرح انکے اس غلط و باطل گھمنڈ کا بے اصل اور باطل اور خلاف دین و شرع ہونا واضح کر دکھایا ہے خود اپنے شہر اور اپنے ساتھ رشتے و قرابت رکھنے والوں پر اس طرح ایسا رد بالغ فرمانا اور کسی طرح کی ادور عایت کے بغیر امر حق کا صاف صاف دو ٹوک اظہار آیہ کریمہ یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علےٰ انفسکم او الوالدین والاقربین کی عملی تصدیق کی ایک روشن مثال اور حکم محکم فاصدع بما تؤمر کی تعمیل میں حضرت کے اپنے جد کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے رتبہ و نیز بہت وضاحت سے دال ہے، اس مسئلہ خیریت خاتمہ سادات و مسئلہ تفضیل میں ہمارے حضرت کے مسلک کی تائید میں بعض ثقات و شرفائے قصبہ سکیٹ کا ایک مکتوب ہمارے پرانے قلمی خاندانی نسخہ آثار الکرام کے ختم پر درج ہے چونکہ اس سے مسئلہ تفضیل میں مذہب اہلسنت کی تائید ہوتی اور سب بیجا گھمنڈ کا

ؔ جسکا خلاصہ یہ ہی کہ باوجود صریح کفر اور بے ایمانی کے مجرد اپنا یہ دعا کہ ہم سید ہیں اگرچہ واقع میں وہ جھوٹا ہی ہو اسکا کفیل ہی کہ وہ جنتی ہیں اور انکا فسق و فجور تو فسق و فجور کفر و شرک بھی انھیں کچھ مضر نہیں اور قطعاً انکا خاتمہ ایمان ہی پر ہوگا تو حضرت کا انپر رد و انکار اس مسلک محقق سے منافی نہیں کہ جو فی الواقع سید اولاد رسول ہے اسکا خاتمہ بفضلہ تعالےٰ حسن اور ایمان ہی پر ہوگا اور وہ آخر کار نجات بھی پائے گا، فافہم۔ ؔ تحقیقت محمد میاں عفی عنہ ۱۲

رد ہوتا ہے اور ہمارے حضرت کا یہ تصرف و اختیار بھی واضح ہوتا ہے کہ ایک سخت مخالف کو انھوں نے اپنے مسلک کی صحت
برای العین مشاہدہ کرادی لہذا ہم اُس اصل فارسی مکتوب کو بعینہٖ یہاں درج کرتے ہیں :-

عبارت مکتوب کہ مردم مقام سکیٹ برائے سادات عظام بلگرام در احوال موت سید رفیع الدین بلگرامی
کہ در ترجیح مذہب تشیع با میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ مناقشہ داشتہ نوشتہ بودند

بدرگاہ سادات کرام اکابر بلگرام از ساکنان مقام سکیٹ الشرف ذی فضل بعد از دعا و سلام آنکہ میر سید رفیع الدین چوں در لشکر نواب بہستر خاں
بودند در دائرۂ این مخلصان منزل داشتند و ما بملازمت ایشاں حاضر میماندیم چوں ایشاں بار حمت شدند فرمودند ما را در سکیٹ بخانہ خود ببرید
ہمچناں کردیم چوں فوت ایشاں بقریب سید شبے میان یعقوب را گفتند چراغ بیارید کہ مہماناں رسیدہ اند میان یعقوب پرسید کہ کدام مہماناں ہستند
گفتند سہ بزرگوار سفید ریش حاضر اند و مسئلہ حریت خاتمیت سادات می پرسند چوں صبح شد گفتند عقیدۂ میر سید عبد الواحد باز گفتند عقیدۂ میر سید عبد الواحد
این لفظ تا دیرے تکرار می کردند ما پرسیدیم کہ شما عقیدۂ میر سید عبد الواحد ندارید گفتند در مسئلہ عقیدۂ ایشاں
نداشتیم اکنون بعین الیقین تحقیق شد کہ عقیدۂ میر ایشاں صحیح و برصواب است و عقیدۂ ما سر بسر فاسد و خطا بود درین باب افسوس بسیار
میکردند کہ ما چہ خطا و غلط کردیم و از ما بسیار بد واقع شد عقیدۂ آنست کہ میر سید عبد الواحد دارند ما بر علم خود مغرور بودیم حالا
شما گواہ باشید کہ عقیدۂ ما نیست کہ میر سید عبد الواحد میگویند و از عقیدۂ کاذب خود بیزار شدیم بعد ازاں چوں پاس سے از روز
گذشت آب خوردنی طلبیدند چوں آب را حاضر کردیم گفتند دور کنید کہ نجس است باز میاں یعقوب را گفتند کہ آبیکہ شما میخورید از اینہ
آں آب را ہم نجس گفتند باز با میاں یعقوب گفتند کہ شما مگر نجس میخورید بدہید آبے کہ آنجا حاضر بود دور کنانیدند کہ ہمہ نجس است
و ہر چیز را کہ بنظر ایشاں می در آمد از ان نجس میگفتند ما پرسیدیم سبب چیست شما ہمہ چیز را نجس میگوئید گفتند نشنوی آنکہ
ما خود را از رجس و غلط ازیں پاک اعتقاد کردہ بودیم مارا ہمہ چیز نجس می نماید حتی کہ سراپائے وجود ما ہمہ نجس گشتہ است چنانکہ
قوم حضرت موسی علیہ السلام از فرمودۂ او خلاف کردہ بودند ایشاں را ہمہ چیز از خوردنی و پوشیدنی نجس گشتہ بود باز با ما گفتند کہ چوں من
بمیرم باید کہ مرا بآبے پاکیزہ تا دیری بشوئید و بتاکید تمام غسل دہید و میاں یعقوب را گفتند کہ شما در بلگرام بروید و
با برادران ما البتہ بگوئید کہ ما ہمہ بر خطا و غلط بودیم و عقیدۂ ما فاسد بود حالا مرا تحقیق شد کہ عقیدۂ میر سید عبد الواحد
صحیح و برصواب است شما ہر یک از عقیدۂ سابق برگردید و بر عقیدۂ میر سید عبد الواحد ثابت باشید تا ہمچو من پشیمانی نخورید
بخدائے رب العزت کہ میر سید عبد الواحد از دل و جان نیکخواہ ما بودند و ما ایشاں را اتہام میرسانیدیم و جرح و استہزاء
میکردیم اگر ازیں زحمت صحت خواہم یافت آنچہ پیش من مکشوف شدہ است یک یک شرح خواہم گفت و گرنہ ہر چہ
نصیب است خواہد شد حالا طبع من منضبط نیست و عقل و فکر من برجا است میگویم کہ شما ہمہ از عقیدۂ فاسد و
کاذب خویش زود برگردید ما پرسیدیم کہ میر سید حسین این سخن قبول نخواہند کرد و با ایشاں کہ خواہد گفت

میر سید رفیع مرحوم گفتند کہ من زبان و ترجمان سید حسین ہیم ہر کہ ازیں عقیدۂ فاسد برنگردد بہمین بلا مبتلا خواہد شد
باز چوں وقت نماز پیش در آمد گفتند کہ حاشا و کلا عذاب بر ما تعین شدہ اند عزت ما نخواہد ماند و حرمت ما فوت
خواہد شد و با ما گفتند کہ اینجا مریدان میر انجیو بسیار اند یک کلاہ و شجرہ ما را بدہید کہ کلاہ و شجرۂ ما حاضر نیست در خانہ
ماندہ ست شیخ موسیٰ شجرہ نویسانندہ و کلاہ از یک برادرے گرفتہ سید رفیع دادند بعد از نماز عصر کہ وکلاء عذاب
در ایشاں آویختند طبع ایشاں مختلط شد گفتند کہ اے میرک مونس و اے میرک تابع کساں شما کہ بموجب با من
آویختہ اند چرا منع نمیکنند باز گفتند میاں قاضی فضل میاں قاضی اشرف چرا با مہتر خاں نمیگوئید کہ سرہنگان خود را
منع کند و با سرہنگان گفتند کہ من سیہ زادہ ام بموجب مرا برائے چہ عقوبت میکنند بعدہ برخور لرزید و ترسیدند
لرزیدنی و ترسیدنی سخت بریں نمط حضرت ایشاں واقع شد عاقبۃ الامر معلوم نیست کہ چہ شدہ باشد حالات
و مقامات کہ از ایشاں صادر شدہ بود بے کم و بیش نوشتیم کہ سید رفیع مرحوم بتاکید تمام و کوشش کردہ در مرۃ
گفتہ بودند کہ حالات ما بایشاں برسانید بداں سبب نوشتہ شد وما علینا الا البلاغ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

دوسرا سنبلہ پیری اور مریدی کے بیان میں ہے

پیری اور مریدی کے معنی اور ثبوت

حضرت فرماتے ہیں" پیری و مریدی بیعت ہی یعنی ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور عہد باندھنا جیساکہ پیران طریقت نے
اپنے ہاتھ مریدان صادق کے ہاتھوں پر رکھے ہیں اور رکھتے ہیں اور کلمۂ استغفار اور توبہ تلقین کی ہے اور کرتے ہیں
اور مریدوں سے اس بات کا عہد باندھا ہے کہ جو رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لیلو اور جس سے منع فرمائیں
اس سے باز رہو اور اس مبایعت کی اصل یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے رسول علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام سے درخت کے نیچے بیعت کی خداوند
تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ارشاد فرمایا بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے
تمہاری بیعت کرتے تھے، اور بھی خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد آپکے یاروں نے جو آپسے بیعت کی ہے یہ
انھوں نے مجھسے بیعت کی ہے اور آپکا ہاتھ کہ انکے ہاتھ پر پہنچا ہے فی الحقیقت وہ میرا دست (قدرت وکرم ورحمت)
ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا" ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم
اور کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس) بیعت کیوقت حاضر نہ تھے پس رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے ایک
دست مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کا نائب قرار دے کر دوسرے ہاتھ کو نائب دست خدا کر لیا
اور فرمایا یہ ید اللہ اور یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ہے پس اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھکر بیعت فرمائی"

جواز بیعت غائبانہ

حضرت فرماتے ہیں" یہیں سے ثابت ہی کہ اگر طالب صادق حاضر نہ ہو تو اس کو

غائبانہ مرید بنانا جائز ہے اور جب حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام مردوں سے بیعت لینے سے فارغ ہو گئے اور دولتخانۂ
مبارک میں تشریف لیگئے تو عورتیں بھی بیعت کیلئے حاضر آئیں رسول علیہ الصلاۃ والسلام عورتوں کی بیعت میں متامل ہوئے
یہ آیت نازل ہوئی یاایھا النبی اذا جاءك المومنٰت یبایعنك (الی) ان اللہ غفور رحیمہ
پس رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے اس آیت کے حکم کے مطابق عورتوں سے بھی بیعت لی اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نقل
کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عورتوں سے بیعت بات سے ہوئی ہے اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کا ہاتھ کسی عورت کے
ہاتھ سے نہیں چھوا ہے پس پیری مریدی کا ثبوت اس اصل سے ہے جو رسول علیہ الصلاۃ والسلام اور انکے اصحاب رضی اللہ تعالی عنہم کے درمیان
واقع ہوئی ہے اور یہ اصل ہی مستحکم و منصوص اور بنیاد ہی موکد مرصوص کی کہ کسی منکر کو اس میں انکار کی مجال نہیں اے برادر حل و
حرمت سماع میں زمانہ قدیم سے علما و مشائخ میں گفتگو چلی آئی ہے اور اسی طرح ذکر جہر و خفی میں بھی زمانہ قدیم سے
مذاکرہ چلا آیا ہے مگر پیری و مریدی کا انکار کسی زمانے میں نہ تھا اور کسی مجتہد کو بیعت کے قبول میں کلام نہ تھا
کہ تو فرط نادانی سے انکار بیعت میں بات چیت کرے داؤد طائی قدس اللہ روحہ شاگرد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے
جب حبیب عجمی قدس اللہ روحہ سے بیعت کی تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کچھ مال اپنی خاص
پاک کمائی سے انھیں فتوح میں لے گئے اور اس سے تقرب فرمایا"۔

پیری و مریدی کے بیان میں حضرت کی ایک جامع و مختصر مثنوی

یہ مثنوی حضرت نے یہیں درج فرمائی ہے اور اسے بالفاظہا نقل کرتے ہیں

مثنوی

مریدی چیست توبہ از گناہاں ٭ شدن تقصیر ہا را عذر خواہاں ٭ مریدی عقد توبہ بستن آمد
ز اخلاق ذمیمہ رستن آمد ٭ چو دیں بیتو بہ در نقصان و شین است ٭ مریدی عین نص و فرض عین است
مریدی بیعت از عہد رسول است ٭ نہ بدعتہائے جہال فضول است ٭ نخست آور د بیعت چار یارش
وزاں پس جملہ اصحاب کبارش ٭ زناں ہم بیعتے کردندش از دل ٭ کہ شد نص فبایعہن نازل
وزاں جا تا بعہد ما رسیدہ ٭ در اطراف جہاں ہر جا رسیدہ ٭ وجوبش آمد از آغاز و انجام
شدہ و حقیتش بر خاص و بر عام ٭ شدہ استغفار و توبہ فرض ایں راہ ٭ بحکم آیت توبوا الی اللہ
جمیعًا گفت در آیہ کریمہ ٭ کہ ہر کس راست توبہ از جریمہ ٭ وگر کس ظن برد کیں فرض جازم
باستحقاق بر من نیست لازم ٭ برو لازم ترست ایں کار کردن ٭ وزاں ظن بد استغفار کردن
نبی ہر روزہ استغفار گفتے ٭ بسبعیں مرتبش تکرار گفتے ٭ وجوب توبہ چوں بر خاص و عام است
تفاوت تہا بمقدار مقام است ٭ ندانی توبہ از خود کردن اے یار ٭ برو خود را بمردِ توبہ بسیار

کہ دار و صحت اسناد توبہ ٭ ترقی کردہ برمرصاد توبہ ٭ مقام خاص و عام از ہم شناسی
نہد برہر یک از توبہ اساسی ٭ گرفتن توبہ از ہر کس سزا نیست ٭ نقود ناسرہ جز غم فزا نیست
جواناں چند خواہی بود بے پیر ٭ کہ آفتہاست در اہمال و تاخیر ٭ چو پیرت نیست پیرت ہست ابلیس
کہ راہ دیں زند دست از مکر و تلبیس ٭ گر اہر چند شیطاں کردہ دامے ٭ نباید خورد از آب و طعامے
سبک تر بیعتِ پیرے بدست آر ٭ بود بے پیر مردن مرگ مردار ٭ وسیلہ خود بنص و ابتغوا خواں
ببرس از اہل ذکر و فاسئلوا خواں ٭ سراپائے وجود ما گناہ است ٭ مریدی ہر گناہے را پناہ است
مریدی شد حصارِ دین و ایماں ٭ غمِ ایماں خورد مردِ مسلماں

پیری کے شرائط

حضرت فرماتے ہیں "اے برادر (اب) پیری اور مریدی سے نام اور رسم سے زائد باقی نہیں رہا ہے اور وہ نام اور رسم بھی چند شرائط پر مبنی ہے جنکے بغیر اصلا پیری اور مریدی درست نہیں پیری کی ایک شرط یہ ہے پیر مسلک صحیح رکھتا ہو، دوسری شرط پیری کی یہ ہے کہ پیر شریعت کا حق (یعنی اتباع احکام شرعیہ) ادا کرے یعنی قاصر و متہاون (سست و کاہل) نہو تیسری شرط شرائط پیری سے یہ ہے کہ پیر کے عقائد اہسنت و جماعت کے مذہب کے موافق درست ہوں پس ایں رسمے کہ از پیری و مریدی باندہ ست بے ایں سہ شرائط اصلا درست نیست" پس پیری اور مریدی کی جو رسم رہگئی ہے بغیر ان تین شرطوں کے وہ بھی اصلا درست نہیں ہے

شرطِ اوّل کی وضاحت

ان شرائط کی توضیح مزید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "شرط اول کہ مسلک صحیح ہی مرید صادق کو ضرور ہے کہ درست سلسلہ ڈھونڈھے اسلیے کہ اکثر جگہ خلط و خبط پڑگیا ہے جسکی ایک قسم یہ ہے کہ مثلاً کوئی درویش اپنی زندگی میں غفلت یا کسی دوسری وجہ سے اپنے فرزند کو خلافت نہیں دیتا اور لوگونکو وصیت بھی نہیں کرتا کہ میرے بعد میرا خرقہ میرے فرزند کو پہنانا اور اسے میری جگہ بٹھانا لیکن اسجگہ کے لوگ سوم کے دن باپ کا خرقہ لڑکے کو پہناتے اور اسے اسکی جگہ بٹھاتے اور اس کام کی صحت اور غیر صحت نہیں جانتے ہیں اور ایک خلقت اسکی بیعت میں گرفتار ہونے لگتی اور وہ بغیر باپ کی اجازت و رخصت کے پیر ہو جاتا ہے، ہمہ ضلالت در ضلالت است" یہ سب گمراہی در گمراہی ہے اسلیئے کہ اگرچہ خرقہ جو اسکے باپ کا ترکہ ہے بسبب ارث اس (لڑکے) کی ملک ہو گیا لیکن بیعت کی صحت کیلیئے شرط باپ کی رخصت و اجازت ہے نہ کہ مجرد باپ کا خرقہ دوسری نوع یہ ہے کہ اولیائے سلف کہ قطب غوث گزرے ہیں انکے فرزند بغیر صحت اسناد اور بغیر رخصت و اجازت مجرد فرزندی کی نسبت کی بنا پر

لوگوںکو مرید کرنے لگتے ہیں اور لوگ جانتے ہیں کہ ہم نے فلاں قطب و غوث کے خاندان میں پیوند بیعت درست کرلیا اور مرید ہوگئے (یہ بھی) سر بسر گمراہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ خانوادہ شاہ مدار کا سلسلہ درست نہیں ہے اس سبب سے کہ انھوں نے خود اپنے سلسلے کو برہم کر ڈالا ہے" اسکے بعد حضرت نے حضرت شاہ مدار اور حضرت شیخ سراج سوختہ کے مابین نادر شاہ والی ولایت کالپی تشریف مرید شیخ سراج کے بارے میں مناقشہ واقع ہونے اور حضرت شاہ مدار کے انسے یہ فرماتے کہ "ماشمارا سوختیم" اور انکے یہ جواب دینے کہ "ما جملہ مریدان شمارا گمراہ کردیم" اور آخر عمر میں حضرت شاہ مدار کے اپنے مریدوں کو بے اجازت و رخصت دوسروں سے بیعت لینے کی گمراہی سے روکنے کیلیے اس مضمون کے رقعے اطراف و اکناف میں شایع کرنیکا کہ ہمنے کسی کو خلافت نہیں دی ہے واقعہ ذکر فرماکر فرمایا ہے کہ "حضرت شاہ مدار کا دستخطی ایک کاغذ مخدوم شیخ سعد کے ہاتھ بھی پڑ گیا تھا شاہ مدار نے لکھا تھا کہ میں نے کسیکو خلافت نہیں دی ہے اس سبب سے مخدوم شیخ سعد مریدان (سلسلہ) شاہ مدار کو (اس سلسلے سے) لوٹاتے تھے بلحاظ دیانت نہ کہ برائے اہانت اور حضرت مخدوم شیخ سعد کے خلفا بھی لوگونکو اس بیعت سے رجوع کراتے تھے چنانکہ مخدوم شیخ صفی قدس سرہ کو اس فقیر نے (ایسا کرتے) اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور مخدوم شیخ محمد منگن کہ مقام ملاوہ میں آرام فرما ہیں اور بندگی مخدوم شیخ نظام الدین کہ مقام امیٹھی میں راحت فرما ہیں یہ حضرات بھی لوگونکو اس بیعت و انابت سے لوٹاتے تھے واللہ اعلم بالصواب" اسکے بعد حضرت فرماتے ہیں "اس فقیر کو جو کچھ اخبار صحیح سے تحقیق ہوا وہ لکھا ہے اور ہمارے پاس اس ماجرے کی سچائی پر ایک قوی تصدیق اور روشن دلیل ہے اور وہ یہ کہ شاہ مدار کے مریدوں میں سے ہزاراں ہزار مرید پھر گئے اور رجوع کرلی بہتیرے ان میں سے حضرت مخدوم شیخ سعد کے اور بہت سارے خلفاے مخدوم شیخ سعد کے اور بہت سے مخدوم شیخ سعد کے خلفا کے اور بہت سے شیخ محمد منگن اور بہت سے شیخ نظام الدین اور بہت سے شیخ الہ دیا خیر آبادی اور سندیلی کے اور بہت سے دوسرے درویشوں کے مرید ہوگئے اور شاہ مدار کی مریدی سے پھر گئے، اگر حضرت شاہ مدار ان مریدوں کے رجوع کر جانے پر راضی نہوتے اور ان کا دیگر مشائخ سلسلہ سے پیوند بیعت روا نہ رکھتے تو ضرور ان مریدونکو کوئی خلل اور نقصان اور جزا اور بدلہ ان کی طرف سے پہونچتا اور ان مشائخ کو بھی خطاب و عتاب اور انتباہ کرتے جبکہ نہ انھوں نے نہ ان مشائخ کو کوئی عتاب و خطاب فرمایا نہ ان مریدوں کو کوئی خلل و نقصان پہونچایا

تو یقین ہو گیا کہ انھوں نے خود اپنے سلسلے کو ختم کر دیا ہے؛

پیری کی دوسری شرط کی وضاحت

فرماتے ہیں "دوسری شرط پیری کی شرائط سے یہ ہے کہ پیر عالم اور عامل ہو جملہ عبادات پر فرائض و واجبات اور سنن اور نوافل اور مستحبات سے اور ان احکام کو ادا کرنے میں قصور اور سستی نہ کرے چنانچہ ہر وضو میں مسواک کرے اور داڑھی میں کنگھا کرے کہ یہ دونوں سنت ہیں اور پنجوقتہ نماز باذان و اقامت بجماعت ادا کرے اور تعدیل ارکان اور ایسے ہی دیگر احکام کا لحاظ رکھے، اور اگر وہ عبادات کا عالم نہ ہوگا تو ان پر عمل نہ کر سکیگا اور (نتیجہ یہ ہوگا) کہ حدِ شرع سے گر جائیگا پس پیر بننے کے لائق نہ رہیگا، اسلیے کہ جو شخص مقامِ حقیقت سے گرتا ہے وہ طریقت پر قرار پکڑتا ہے اور جو طریقت سے گرتا ہے وہ شریعت پر قرار پکڑتا ہے اور جو شریعت سے گرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور گمراہ آدمی پیر بننے کے لائق نہیں، وہ درویش کہ مرجع خلائق ہو اور اکثر لوگ اسکی بیعت و انابت پر رجوع ہوتے ہوں اسے جزئیاتِ شریعت میں بھی احتیاط فرض لازم ہے چاہیے کہ کوئی دقیقہ شریعت کے دقائق سے اس سے نہ چھوٹے کہ (اس سے ایسا ہونا) مرید کی گمراہی کا وسیلہ ہے کہ وہ حجت پکڑینگے کہ پیر نے ایسا کام کیا ہے، پس پیر گمراہ اور گمراہ گر ہو جائیگا امیر المومنین حسن بصری نے ایک مست کو دیکھا کہ راہ چلتے اسکے پیر لرزتے تھے، فرمایا قدم سیدھے رکھو اُسنے جواب دیا آپ اپنے قدم سیدھے رکھیے کہ لرزنے نہ پائیں اگر میرا پانوں لرزیگا تو میں تو ایک مستِ معذور ہوں ہی، اگر آپکے پانوں لرزے تو وہ کل جہان کی لغزش کا ذریعہ ہو جائینگے اسلیے کہ عالم کی ہدایت آپکی پیروی سے ہے؛

پیری کی تیسری شرط کی تشریح

حضرت فرماتے ہیں "پیری کی تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقائد اہلسنت و جماعت کے مذہب کے موافق درست ہوں اور وہ سنی متصلب (پختہ) ہو اسلیے کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے تہتر فرقوں میں سے صرف ایک گروہ کو نجات پانیوالا فرمایا ہے اور بہتر گروہ سے احتراز و اجتناب (کا حکم) کیا ہے اور وہ ایک گروہ (نجات پانے والا) وہ قوم ہے کہ کتاب و سنت و اجماع صحابہ کی پیرو ہے ؎ سہ آید اصل شرع اے مومنِ صاف الخ

---

[۱] چونکہ حضرت میر کے بعد کے ہمارے خاندان کے اکابر کرام بواسطہ حضرات صاحبان کالپی شریف اپنے دوسرے سلاسل متصلہ صحیحہ قادریہ و چشتیہ کیساتھ اس سلسلہ کی بھی اجازت و خلافت دیتے اور لیتے چلے آئے ہیں اور ان اہل علم و صلاح بزرگان دین کی رفعت مقام و علو شان اس سے بلند ہے کہ وہ ایک ایسے سلسلہ کو جسکا اجراء بہر حال ناجائز ہو معاذاللہ خلاف دیانت جاری و مقرر و مسلم رکھیں اس لحاظ سے فقیر کے نزدیک حضرت میر قدس سرہ المنیر کی اس تحقیق کا محمل صحیح یہ ہے کہ اسکی برسمی سے مراد صرف اتصال ظاہری کا منقطع ہونا ہے اور یہ کہ بغیر دوسرے سلاسل متصلہ صحیحہ کے صرف اس سلسلے میں بیعت صحیح نہیں لیکن فیضانِ باطنی بطریق اویسیت اور دوسرے سلاسل متصلہ میں بیعت و پیوند کے ساتھ اس سلسلہ کی بھی اجازت و خلافت جیسا ابھی ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف و خلفائے عالیمقام کا عملدرآمد رہا ہے مسلم و جاری ہے عبارت سبع سنابل اس توجیہ کے منافی نہیں جیسا کہ تھوڑے سے تامل سے ہر ذی علم جان سکتا ہے وفیہ التوفیق وھو بالقبول حقیق محمد میاں قادری ۱۲

مرید جب پیر کو ان تینوں شرائط سے موصوف پائے تو اس سے بیعت کرے کہ جائز و مستحسن ہے اور اگر پیر میں ان تینوں شرائط میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس سے بیعت جائز نہیں "اگر کسے از سبب نادانی باو بیعت کردہ باشد باید کہ ازاں بیعت بگردد" اور اگر کوئی نادانی کی وجہ سے اس سے بیعت کر چکا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس بیعت سے پھر جائے ؛

طریقت میں پیری کی شرطیں

حضرت فرماتے ہیں "طریقت پیری کی شرطیں بہت ہیں انمیں سے بعض شرائط ہم لکھتے ہیں پہلی شرط یہ ہیکہ پیر کو چاہیے اکل حلال میں کامل احتیاط کرے کہ اصلاً قطعاً لقمۂ ناوجہ اور مشتبہ لقمہ کے پاس نجائے، اسلیے کہ ہر گوشت جو حرام سے اگا ہو پس اسکے لیے آگ (دوزخ کی) بہتر ہے، شرط دوم صدق مقال ہی پیر کو چاہیے کہ اصلاً جھوٹ اور غیبت اور فحش زبان پر نہ آنے دے اسلیے کہ سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہی تیسری شرط دنیا کی حرص اور اسکی لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا اور خلق کے رجوع و قبول پر التفات نہ کرنا ہے اگر مالدار لوگ اور تمام مخلوق (اسکی طرف) رجوع کرے (جب بھی) پیر کو چاہیے کہ (انسے) اسپر رغبت اور رفاہیت نہو اور انکے قبول سے اسکے ظاہر و باطن میں (کوئی) فخر و مباہات نہ پیدا ہو چوتھی شرط مال دنیا جمع کرنیکو ترک کرنا ہے اگر اسے فتوحات (نذریں) کثیر برابر پہنچتی رہتی ہیں تو اُسے چاہیے کہ سبکو خرچ کر ڈالے اور ذخیرہ نکرے، اور اگر فتوح برابر نہیں پہنچتیں لیکن (کہیں سے ایکہی بار) بہت سے فتوح آجائے تو اسکو اگر یہ اہل و عیال کے اخراجات ضروری کی طرف سے جمعیت خاطر رہنے اور عبادت بافراغت ادا کر نیکی نیت سے جمع کرلے تو روا ہے پانچویں شرط حسن خلق اور مخلوق کی نیکخواہی ہے پیر کو چاہیے کہ خلق کو ستانے اور رنج پہنچانے سے دور رہے اور ترشرو اور بدخو نہو اسلیے کہ جو شخص مردم آزار ہی خداوند تعالیٰ اس سے بیزار ہے، چھٹی شرط یہ ہے کہ اپنے آپکو عزت و وقعت کی نظر سے نہ دیکھے اور صفت خودبینی کو مقام صدق پر اتارے اور صفت خودنمائی کو مقام اخلاص پر، ساتویں شرط یہ ہے کہ مرید بنانے پر حریص نہو، اگر کوئی اسکی بیعت پر سچی رجوع لائے اسکو بیعت کرلے ورنہ اطمینان سے عبادت رب متعال میں مشغول رہے اور اپنے اوقات عزیزہ کو کہ سرمایۂ زندگی ہے ضایع نکرے، انبیا صلوٰت اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کہ خاص دعوت و ہدایتِ خلق کیلیے بھیجے گئے تھے ان میں سے بعض ایکہی شخص امت رکھتے تھے اور بعض یہ ایک بھی نہ رکھتے تھے، آٹھویں شرط جفائے مخلوق کا برداشت کرنا اور لوگوں کے ستانے پر صبر کرنا ہے اسلیے کہ درویشوں کا خرقہ جامۂ رضا ہے جو شخص اس جامہ کو پہنکر نامرادی

برداشت نہ کرے وہ (جھوٹا) مدعی ہے اور یہ خرقہ اس پر حرام ہے، نویں شرط گناہوں کا چھوڑ دینا ہے پیر کو ضرور ہے کہ جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے اسکا بجالانا اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے باز رہنا نہایت اہتمام کے ساتھ اپنے اوپر لازم پکڑے دسویں شرط یہ ہے کہ کشف وکرامات کا طالب نہو بلکہ (دین حق وصراط مستقیم واتباع احکام وحدود شریعت پر) استقامت کا طالب ہو اسلیے کہ کشف وخوارق بیدینوں سے بھی صادر ہوتے ہیں اسی لیے کہا ہے کہ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے **مثنوی**

ما براہ استقامت میروم ٭ نے پے کشف وکرامت میروم ٭ ہر کہ او از کشف خود گوید سخن کشف او را کفش کن بر سر زن ٭ دانکہ از راز کراماتش لاف ٭ چوں سگے باشد اگہ گوید عاف عاف

ور شد از نیکی بعالم شہرۂ ٭ او بخوشی نگی بود خر مہرۂ

وہ پہلی تینوں شرطیں ان دس شرطوں میں داخل ہیں لیکن پیری کی شرطیں باعتبار اسکی تمیت وکملیت کے نامحصور ہیں یہ جو مذکور ہوئیں انھیں میں محصور نہیں لیکن اگر طالب صادق پیر کو ان شرائط مذکورہ سے متصف پائے تو اس سے پیوند انابت بصدق ارادت وحسن عقیدت کرے اور جسقدر مرید کی ارادت وعقیدت کی سچائی زیادہ ہوگی اسی قدر دین میں اس کا کام زیادہ کشادہ ہو گا اسلیے کہ پیر پرست (پیر کیساتھ خلوص و صدق سے عقیدت وارادت تامہ رکھنے والا) خدا پرست ہے

بیعت کی علامات حضرت فرماتے ہیں" پیران طریقت نے بیعت اور (اس دینی) برادری کی ثبوت کیلیے دو علامتیں مقرر کی ہیں، ایک کاغذ ہی کہ پیران سلسلہ کے نام اس (کاغذ) میں لکھتے اور اسے شجرہ کہتے ہیں اسلیے کہ وہ بھی شاخیں نکلنے میں درخت سے مشابہ ہے پس جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت اپنے اصحاب کیساتھ درخت کے نیچے ہوئی تھی "اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" بیعت پیر ذکی بھی اپنے مریدوں کے ساتھ اس درخت کے نیچے واقع ہوتی ہے اور اسے کتبہ بناکر مریدوں کو دیتے ہیں دوسری علامت کلاہ (ٹوپی) ہے اور اسے بیعت وانابت کی علامت اسلیے بنایا ہی کہ سر کا لباس ہے اور سر جملہ اعضاد جوارح میں افضل واشرف ہے اور عقل کا مسکن اور حواس خمسہ باطنی کا مجمع ہی اور حواس ظاہری میں سے بھی زبان کہ محل کلام اور منھ کہ مکان آب وطعام ہے اور چہرہ کہ پیش نظر خواص و عوام ہے سب سر میں داخل ہیں گویا کہ اکیلا سر ہی پورا آدمی ہے اور اسکا لباس بھی مختصر ہے اس لیے کہ ایک گز کپڑے میں سے کتنی ٹوپیاں بنا سکتے ہیں بیعت کے وقت اپنے سر سے اتار کر مرید کے سر پر رکھد یتے ہیں تاکہ اسکی دلیل ہو کہ مرید (اس دینی) برادری میں پیر کا ہمسر ہو گیا اور امر انابت کو بسر وچشم قبول کر لیا۔

اور سرے تائب ہوا اور سرگردانی سے پناہ پائی نیز وقت انابت مرید کی پیشانی کے سامنے سے
دو تین بال اور پیچھے سے دو تین بال قینچی سے کاٹ کر اور انھیں اکٹھا کرکے گرہ دیدیتے ہیں اسلیے کہ جب
قیامت کے دن ہر بال بندے کے اعمال پر گواہی دے تو یہ بال اسکی صدق انابت پر گواہی دیں اور گرہ
دینا ان بالوں کو گواہی میں لفظ و معنی میں متفق کرنیکے لیے ہے لیکن عورتوں کے سر پر قینچی نہیں چلاتے
دامنی اور شجرے پر اکتفا کرتے ہیں اسلیے کہ قینچی چلانا بال کاٹنے پر اشارہ ہے اور بالوں کا کٹوانا اور منڈوانا
دونوں مردوں سے خاص ہے یوہیں عورتوں کو انابت کے وقت ہاتھ پر ہاتھ بھی نہیں رکھ سکتے

مریدوں کی قسمیں

حضرت فرماتے ہیں "مرید دو قسم کے ہیں رسمی و حقیقی، رسمی وہ ہے کہ کلاہ و شجرہ ایسے پیر سے
جو پیری کے لائق ہو حاصل کرے اور پیر سے سچے دل سے اعتقاد رکھے اور جو کچھ پیر نے
(کرنیکو) فرمایا ہو اس پر ثابت اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہے اور مرید حقیقی وہ ہے کہ اسکا ظاہر و
باطن پیر کے ظاہر و باطن کے تابع اور اسکے جملہ حرکات و سکنات پیر کے حرکات و سکنات کے موافق ہوں
اور کوئی دم اور کوئی قدم پیر کی راہ و روش کے مخالف نہ رکھے"

پیروں کیلیے مریدوں کی تربیت اور مقامات سلوک طے کرانیکے بارے میں مختصر دستور العمل

حضرت فرماتے ہیں "پیر کو چاہیے کہ جب مرید کا معاملہ سچا پائے تو اسے محلوق کرے اور خرقہ پہنائے اور ذکر و
مراقبے کی تلقین کرے اور خلوت میں بٹھائے اور مجاہدہ اور ریاضت کیلیے فرمائے اور تربیت کرکے
اپنا سا کرے" اسکے بعد حضرت نے ان سب امور کو علیحدہ علیحدہ مختصر طور پر ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں
حلق، قطعہ، بمرد صوفیے گفتم چرا تراشی سر ؛ جواب داد کہ ایں امتحان اہل صفاست ؛ تو خود بگوی کہ از سر چگونہ برخیزد
کسیکہ از سر مو ہم نمی تواند خاست ؛ ہدایۃ السعداء میں تشریح سے نقل کرتے ہیں کہ خلفائے راشدین اور جملہ
صحابہ ہمیشہ سر کے بال منڈاتے رہتے تھے اور ائمۂ دین جیسے ابو حنیفہؒ شافعی و مالکؒ احمد حنبل بھی
محلوق تھے اور مشائخ طبقات بھی محلوق تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پس انکی صورت کا اتباع اولی اور
احسن ہے اور جامع نصرت میں کہا ہے کہ مومن کا جمال سر منڈانے میں ہے اور خبر میں آیا ہے کہ کسی محلوق کو
موت کی کڑواہٹ اور قبر کا عذاب اور قیامت کا ہول نہو گا، اور محلوق کے سر سے جسقدر بال جدا
ہوتے ہیں ہر بال کے مقابل ایک فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے کہ قیامت تک اسکے لیے استغفار کرتا رہتا ہے
اور مولف (حضرت شدہ) کے خاطر میں (حلق کی حکمت) یہ گزرتی ہے کہ وضو میں سر کا مسح فرض ہے نہ کہ

سر کے بالونکا، اگرچہ سر کے بالوں پر مسح کرنے سے فرض مسح سر بدرجہ کمال (بحکم شرع) حاصل ہو جاتا ہے
لیکن سر کے مسح کی حقیقت سوائے سر منڈے ہونیکے نہیں پائی جاتی لہذا امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی
وجہہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ روزانہ سر منڈاتے تھے خرقہ پہنانا، چاہیے کہ طالبان صادق کو خالصاً
مخلصاً للہ تعالیٰ خرقہ پہنائیں نہ کہ دوکان مشیخت کی رونق اور ناموری و شہرت کی نیت سے والعیاذ باللہ منہا
اور طالب صادق اگرچہ مبتدی ہو اور کمال طلب کو نہ پہنچا ہو اسے بھی خرقہ پہنانا جائز ہے جب طالب صادق
حلق اور خرقے کا سکہ پیر اور مرشد کی عنایت سے حاصل کرلے تو اسے چاہیے کہ اس سکہ کو دولت دارین
اور سعادت کونین اپنے لیے جانے اور فضول فکر و وسوسہ نہ کرے اور اس سکہ سے منہ نہ پھیرے یعنی
یہ نہ کہے کہ فلاں بزرگ نے کہ مجھے یہ خرقہ پہنایا محض ان کی عنایت ہے ورنہ میں اسکی لیاقت کہاں رکھتا
ہوں اور اس خیال میں پڑکر سر پر بال پھر رکھائے اور خرقے کو تبرک بناکر رکھ چھوڑے اور دوسرا لباس
پہننے لگے، اے برادر من تشبہ بقوم فھو منھم نہ تھوڑی دولت ہے اور نہ ہم قوم لا یشقی جلیسھم
تھوڑی سعادت، اگرچہ اپنے آپکو اس خلعت کے لائق نہ دیکھنا بھی کمال سعادت اور فکر صحیح اور خیر و نسیح
کی کنجی ہے لیکن پھر بھی اس سکہ سعادت سے باہر نجانا چاہیے، ذکر و مراقبہ خواجگان چشت قدس اللہ
ارواحہم کا اس پر اتفاق ہے کہ طالب صادق کو ایک ذکر اور ایک فکر بس ہے اور وہ ذکر کلمہ لاالہ الا اللہ ہے کہ کل
انواع اذکار اس میں داخل ہیں اور مراقبہ خداوند تعالے کو حاضر و ناظر جاننا اور ہاتھ پانوں وغیرہ اعضا کی
حرکات اور دل کے بھید و نپر مطلع جاننا ہے، ائمہ طریقت اور سادات حقیقت کے نزدیک ثابت ہوا ہے کہ
امیر المومنین مرتضے علی نے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے خدا کی
طرف سے زائد نزدیک راہ کی رہنمائی فرمائیے پس رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تم ہمیشہ خدا کا ذکر کرو انھوں نے
عرض کیا کس طرح ذکر کردں رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے مجھسے ذکر سنو پس رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے
تین بار لاالہ الا اللہ فرمایا اور مرتضی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے سنا اسکے بعد مرتضی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے تین بار ذکر کیا
اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے سنا خلوت چالیس روز سے کمتر نہونا چاہیے اسلیے کہ چلے کیلیے پورا اثر ہے طینت آدم
علیہ الصلاۃ والسلام کا خمیر چالیس روز کیا ہے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ من اخلص للہ اربعین صباحاً
ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ جس نے اللہ کیلیے چالیس صبحیں خالص کردیں تو حکمت کے چشمے
اسکے دل سے اسکی زبان پر جاری ہوتے ہیں اور حضرت خواجہ نظام الحق والدین محمد بن احمد بداؤنی قدس اللہ
روحہ نے شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ سے فرمایا کہ تم چلہ چشتیانہ کھینچو انھوں نے حضرت کے بعض اصحاب سے

دریافت کیا کہ چلہ چشتیانہ کیا ہے انھوں نے فرمایا یہ کہ دیوار کے پیچھے بیٹھے رہو اور اربعین (چلہ) کے
شرائط جو مہمات ہیں ان میں سے ایک کے بھی چھوڑ دینے سے مقصود کلی بر نہیں آتا، جب دہنا پانوں
حجرۂ خلوت کے اندر رکھے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے اور پوری قل اعوذ برب الناس تین بار پڑھے
پھر بایاں پانوں حجرے کے اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے، اللھم انت ولی فی الدنیا والاخرۃ کن لی
کما کنت لمحمد علیہ الصلاۃ والسلام وارزقنی محبتک اللھم ارزقنی حبک فی شغفی
واجذبنی بجلالک وجمالک واجعلنی من المخلصین اللھم اجمع نفسی بجذبات ذاتک
یا انیس من لا انیس لہ رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین پھر مصلے پر قبلہ رو بیٹھکر
ایک بار انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین پڑھے
اور دو رکعت نماز اجلال اللہ تعالی پڑھے جسکو پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی اور دوسری میں
آمن الرسول ختم سورہ تک پڑھے، اس سے فارغ ہوکر سر سجدے میں رکھکر یہ دعا پڑھے اللھم
کن لی انیسا فی خلوتی ومعینا فی وحدتی اللھم اجعل لی خلوتی ھذہ موجبۃ لمشاھدتک
ردنفسی فیہ لما تحب وترضی اللھم انی اعوذبک من سخطک واسألک رضاک اللھم جنبنی
ان اعبد الھوی اللھم اکشف الغطاء عن عینی وارفع الغین عن قلبی حتی اشاھد جمال
لا الہ الا اللہ، پھر ذکر نفی واثبات بہ خاص الخاص ارادت کے ساتھ مشغول ہوجاوے اور کبھی ذکر ذات
میں ملاحظہ اور مفہوم کیساتھ مشغول رہے چنانچہ ایک لمحہ ذکر نفی و اثبات سے خالی نہ رہے اور اربعین (چلہ)
کی آٹھ شرطیں ہیں، اوّل خلوتخانے میں اکیلے ہونا اور منھ قبلے کی طرف رکھنا اور چار زانو بیٹھنا اور ہاتھ
زانوؤں پر رکھنا اور مردے کے غسل کی نیت کرنا اور خلوتخانے کو اپنی لحد تصور کرنا اور وہاں سے نماز
اور وضو کے سوا باہر نہ آنا، اور خلوتخانہ اندھیرا ہونا چاہیے اور اسکے دروازے پر پردہ لٹکا ہو تاکہ کوئی روشنی
اسمیں نہ آسکے اور آواز کسیکی کانمیں نہ پڑے جو حواس کو اپنی طرف دیکھنے یا سننے یا بات کرنیسے مشغول کرے کہ جب
محسوسات میں مشغول ہوگا تو عالم غیب سے بے نصیب رہیگا پس فکر میں مشغول رہے اور اندیشہ ورکرے تاکہ بدل وجان
(خدا سے) انس پکڑے اور خلق سے بالکل متوحش اور حق کی طرف متوجہ ہوجائے، دوسری شرط ہمیشہ
باوضو رہے کہ بے وضو رہنا شیطان کے تسلط کی راہ ہے تاکہ وہ اسپر قابو نہ پاوے تیسری شرط ہمیشہ
ذکر کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم اس میں بھی اشارہ
مدام ذکر پر ہے، چوتھی شرط دفع اور دور کرنا اندیشوں کا ہے، چاہیے کہ نیک و بد جو اندیشہ خاطر میں گزرے

اسے کلمۂ لاالٰہ الا اللہ سے نفی کر کہ جس چیز کا نقش صفحۂ خاطر پر آجائے خواہ نیک ہو خواہ بد وہ نقوش غیب کے
قبول کرنے سے صفائے دل کو مشغول اپنی طرف کر لیتا ہے اور جبتک دل کا آئینہ شہوانی نقوش سے صاف نہیں ہوتا
وہ نقوش مشاہدۂ غیبی اور علوم لدنی کیلیے مستعد اور انوار مکاشفات روحانی اور تجلیات ربانی کے قابل نہیں ہوتا
پانچویں شرط ہمیشہ روزہ رکھنا ہے، چاہیے کہ ہمیشہ روزہ دار رہے اسلیے کہ تعلقات بشری اور نفسانی
خواہشوں کے قطع کرنے میں روزہ قوی اثر رکھتا ہے چھٹی شرط ہمیشہ خاموش رہنا ہے کسی سے بات نکرنا چاہیے
مگر اپنے شیخ سے بقدر ضرورت کشف حال واقع کیلیے اور باقی سے من سکت سلم ومن سلم نجا کا
برتاؤ رکھے ساتویں شرط یہ ہے اپنے دل کی توجہ شیخ کے دل کے ساتھ ہمیشہ ثابت رکھے تاکہ شیخ کے دل سے
توجہ مرید کے دل میں پہنچتی رہے اسلیے کہ دلوں سے دوسرے دلوں کی طرف روزن ہے اور جسقدر مرید کے
دل کا ربط شیخ کے دل سے زیادہ قوی اور زیادہ سخت ہوگا اسیقدر دل کا روزن کھلتا جائیگا اسلیے کہ
مرید مبتدی جسے عالم شہادت کی عادت پڑی ہوئی ہے بہت سے پردے اسے درپیش ہیں پس ان کی
وجہ سے وہ حضرت عزت عزشانہ کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اور اسے شیخ کے دل کی طرف آسانی سے
توجہ حاصل ہوسکتی ہے اور شیخ کا دل حضرت عزت کی طرف متوجہ اور عالم غیب کا پرور دہ ہر فضل الٰہی کے
فیوض ہر دم شیخ کے دل میں پہنچتے رہتے ہیں اور وہاں سے مرید کے دل میں پہنچتے ہیں اسیطرح رفتہ رفتہ
یہ خود مستعد قبول فیض بیواسطہ اور عالم غیب سے آشنا ہو جائیگا، ہمیشہ شیخ کی ہمت کو اس راہ میں اپنے لیے
دلیل اور بدرقہ جانے، اور جب کوئی آفت یا خوف مرید پر پہنچے فوراً ولایت شیخ کی طرف رجوع کرے
اور شیخ کے دل کے اندر سے مدد طلب کرے تاکہ وہ آفت یا خوف اگر شیطانی یا نفسانی ہو تو دور ہو جائے
آٹھویں شرط خدائتعالے (کے افعال) پر اعتراض کا چھوڑ دینا ہے، اور اسی طرح شیخ پر بھی ایں معنی کہ
جو کچھ اللہ تعالے غیب سے اپر قبض و بسط رنج و راحت صحت و بیماری کشائش اور تنگی بھیجے اپر راضی رہے
اور حق سے منھ نہ پھیرے، اور اسی طرح شیخ کا جو کچھ بھی قول یا فعل یا حال اور صنعت دیکھے اپر کوئی اعتراض نکرے
اور شیخ کے ظاہر و باطن کے تصرفات تسلیم میں مشغول رہے، اور تمام احوال و اقوال میں نظر ارادت نہ ٹوٹ جائے
تاکہ مرتد طریقت نہو جائے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مرید اپنے شیخ کی ولایت کا مردود ہو جاتا ہے
تو کوئی دوسرا شیخ اسے کسی جگہ نہیں پہنچا سکتا، مگر مرید صادق جسنے کسی عذر کیوجہ سے اپنے شیخ سے
تربیت نہ پائی ہو وہ اگر ایسی حالت میں کسی دوسرے شیخ کی خدمت میں پیوند کرے تو معذور ہے
پس اب اس شیخ کے تصرفات اس مرید میں ممکن ہیں کہ اس کو منزل مقصود تک پہونچا سکیں

اور اس مرید کو چاہیے کہ اس پر جو کچھ فتح باب نزینضیں اس شیخ سے پہنچے اسے اپنے پیر کی درگاہ میں اپنے قبول کیے جانیکے اثر و نسے جانے، شرائط خلوت بہت ہیں مگر یہ آٹھ وہیں جن سے چارہ نہیں،

سچے صوفیونکے اخلاق کیا ہیں اور مرید کیلیے ان اخلاق پسندیدہ کا حاصل کرنا اور مقامات و احوال کی مشق ضروری ہے

حضرت فرماتے ہیں" مرید حقیقی صادق الارادت کو چاہیے کہ مکارم اخلاق حاصل اور مقامات اور احوال پر ورزش کرے مکارم اخلاق (کا بیان یہ ہے کہ) نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا آیا میں تم کو خبر کردوں ان لوگوں کی جو میرے بہت پیارے اور قیامت کے دن مجھسے نزدیک تر ہوں گے صحابہ نے عرض کیا فرمایئے، ارشاد فرمایا وہ لوگ نیک اخلاق نرم عادت اور الفت پکڑنیوالے اور الفت دینے والے ہیں اور انکے اخلاق مہربانی کرنا اور محبت اور دلاوری اور چشم پوشی اور ستر اور درگزر اور صبر اور رضا اور بشارت اور حلم اور تواضع اور نصیحت اور شفقت اور سختیوں کی برداشت اور موافقت اور احسان اور مدارات اور دوسرے کے نفع پہنچانیکو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا اور خدمت اور الفت اور کشادہ رو ہونا اور کرم اور جواں مردی اور بذل جاہ اور مروت اور آہستگی اور دوستی اور عفو اور درگزر گناہ سے اور سخاوت اور جود اور وفا اور حیا، اور لطف اور کشادہ روئی او تمکین و وقار اور دعا و ثنا اور حسن ظن اور اپنے نفس کو چھوٹا جاننا اور بھائیوں کی توقیر اور بزرگوں کی تعظیم اور چھوٹے بڑوں سب پر ترحم اور اس چیز کو حقیر جاننا جو دوسرے کو دی اور اسے بڑا جاننا جو اسے دوسرے سے پہنچی،

سچے صوفیوں اور جھوٹے مدعیونکے روش و رویہ کا فرق

حضرت فرماتے ہیں" اہل تصوف کے اخلاق یہ ہیں، نہ وہ جو (جھوٹے) مدعی کہتے ہیں کہ ان لوگونے تو طمع کا نام زیادت اور بے ادبی اور گستاخی کا نام اخلاص، اور حق سے نکلجانے کا نام زبان درازی، اور بے باکی سے ایسی باتیں بکنا جو دین سے باھر نکلجانیکا سبب ہیں ان کا نام شطح، اور خواہشوں کی پیروی کا نام ابتلا، اور بدخلقی کا نام مہابت (رعب و دبدبہ) اور بادشاہوں کی دربار داری کا نام مسلمانوں کی شفاعت رکھا اور بخل کو دانائی بنا رکھا ہے اور ایسے ہی خرافات و بطالات کہ یہ اہل معرفت (سچے صوفیوں) کی راہ و روش نہیں ہے

مقاماتِ سلوک کی تفصیل

فرماتے ہیں مقامات (کا بیان) یہ ہے کہ بندہ اللہ عزوجل کے سامنے عبادات میں قیام کرے، اور سب میں پہلا مقام انتباہ ہے اور وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہونا ہے، اسکے بعد توبہ ہے اور وہ حق سبحانہ کی طرف رجوع کرنا ہے گناہ چھوڑ کر ہمیشہ کی ندامت اور کثرتِ استغفار کے ساتھ، اسکے بعد انابت ہے اور وہ غفلت سے ذکر کی طرف بازگشت کرنا (پلٹنا) ہے اور بعض نے کہا کہ توبہ حق تعالیٰ سے ڈرنا اور انابت حق تعالیٰ سے رغبت کرنا ہے اسکے بعد ورع ہے اور وہ اس چیز کا چھوڑ دینا ہے جسکے حلال ہونیکی وجہ مشتبہ ہو، اسکے بعد نفس کا محاسبہ ہے اور وہ نفس کی غمخواری ہے اسکے فائدے اور ٹوٹے اور زیادتی اور نقصان میں اسکے بعد ارادت ہے اور وہ راحت و آرام چھوڑ کر اطاعت و عبادت میں ہمیشہ کد و کوشش کرنا ہے اسکے بعد زہد ہے اور وہ دنیا کے حلال کا چھوڑ دینا اور دنیا اور اس کی خواہشوں سے باز رہنا ہے اسکے بعد فقر ہے اور وہ کسی چیز کا مالک نہ رہنا اور جو کچھ ہاتھ میں نہو اس سے دلکو خالی رکھنا ہے اسکے بعد تصبر ہے اور وہ نفس کو تکالیف اٹھوانا اور ان کی تلخیاں برداشت کرانا ہے اسکے بعد صبر ہے اور وہ ترکِ شکایت ہے اسکے بعد رضا ہے اور وہ بلاء (مصیبتوں) سے لذت لینا ہے اسکے بعد اخلاص ہے اور وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملے میں سے مخلوق کو نکال دینا ہے اسکے بعد توکل ہے اور وہ اسکی رزاقی پر بھروسہ رکھنا اور اس کے غیر سے طمع دور کر دینا ہے،

احوال کا بیان

فرماتے ہیں احوال دلوں کے معاملے میں کہ صفائے ذکر سے ان پر نازل ہوتے ہیں جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حال وہ حادثہ ہے کہ دل پر نزول کرتا ہے اور دائم نہیں رہتا اسی میں سے ہے مراقبہ اور وہ صفائی یقین کے ساتھ مغیبات (پوشیدہ امور) کی طرف نظر کرنا ہے، پھر قرب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ہمتوں (نیتوں اور ارادوں) کو اسکے ماسوا کی طرف سے یکسو کرکے جمع کر لینا ہے، پھر محبت ہے اور وہ اپنے محبوب سے اسکی پسندیدہ اور ناپسندیدہ چیزوں میں موافقت ہے، پھر رجا (امید) ہے اور وہ حق تعالیٰ کی تصدیق ہے اس چیز میں جسکا اس نے وعدہ فرمایا ہے، پھر خوف ہے اور وہ دلوں کا دیکھنا ہے اللہ کی سخت پکڑ اور عذاب کے ساتھ، پھر حیا ہے اور وہ قلب کو کشادہ روئی سے باز رکھنا ہے، پھر شوق ہے اور وہ دل کا ہیجان ہے محبوب کے ذکر کے وقت، پھر انس ہے اور وہ سکون ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور جملہ امور میں فروتنی کرنا ہے، پھر طمانینت ہے اور وہ آرام پکڑنا ہے خدا کی طرف اسکی قضا و قدر کے نیچے، پھر یقین ہے اور وہ تصدیق ہے شک اٹھا دینے کے ساتھ

پھر مشاہدہ ہے اور وہ رویت یقینی اور رویت عیانی میں فرق کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو خدا کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر یہ نہ ہو سکے تو ایسے عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور یہ آخری حال ہے، پس مرید صادق کو ضرور ہے کہ ان سب چیزوں کی مشق و ورزش کرے تاکہ جملہ اخلاق و مقامات و احوال رفتہ رفتہ اسے حاصل ہو جائیں اور وہ حقیقی مرید ہو جائے، پھر اسکے بعد خوشبوئیں ہیں اور چمک، اور عطائیں جو گننے میں نہیں آتیں اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انھیں پورا شمار نہ کر سکو گے ان اخلاق و مقامات و احوال کا بیان کرنے اور یہ بتانے کے بعد کہ "یہ اخلاق و مقامات و احوال اور کشف علویات و سفلیات اکثر پیران طریقت کو بیعت سے پہلے حاصل ہوتے ہیں" حضرت نے اسکے ثبوت میں اپنے مرشدان عظام سلسلۂ چشتیہ کے مختصر سوانح و حکایات بیان فرمائے ہیں مریدان صادق کو اپنے پیران عظام کے ذکر اذکار میں ایمان کی حلاوت ملتی ہے، نیز ان سوانح سے ایک مزید فائدہ ان کمالات کی عملی شرح اور کاملوں کے کمال کی عملی مثال پیش کرنا بھی ہے جو بہ نسبت قولی ہدایات و احکام کے عام قلوب پر تحصیل کمالات کی ترغیب کیلئے اکثر زیادہ موثر ہوتا ہے، لہٰذا ہم بھی ان سوانح و حکایات کا کچھ حصہ درج کرتے ہیں

حضرت مخدوم شیخ فرید کی غیب دانی اور لوح محفوظ میں تصرف

حضرت فرماتے ہیں "کہ مخدوم شیخ فرید شکر گنج اور مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا اور مخدوم شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ ارواحہم بیعت کی نیت سے حضرت شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے مخدوم نے شیخ فرید سے فرمایا کہ تمھارا حصہ خانوادہ چشتیہ میں ہے اور تمھارے پیر شیخ قطب الدین بختیار شہر دہلی میں ہیں اور ان باقی) دونوں صاحبوں کو بیعت میں قبول فرمالیا اور مرید کر لیا، ایک پرانی خدمتگار دایہ کہ مخدوم شیخ شہاب الدین کی خدمت میں ملازم تھی طشت و آفتابہ لائی تاکہ یہ سب مہمان ہاتھ دھوئیں، اول طشت حضرت شیخ فرید کے سامنے رکھا انھوں نے دیر تک ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ آفتابے کا سب پانی خرچ ہو گیا، یہاں تک کہ شیخ بہاء الدین اور شیخ نجم الدین کے ہاتھ دھلانے کیلئے اور پانی لایا گیا جب کھانا لایا گیا اور کھانا شروع ہوا تو شیخ بہاء الدین و شیخ نجم الدین نے شیخ فرید سے کہا کہ آپ نے جو تمام آفتابے کے پانی سے ہاتھ دھوئے ہمیں معلوم نہ ہوا کہ یہ کیا کیا، مخدوم شیخ فرید نے فرمایا کہ یہ پرانی خادمہ دایہ کہ حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین کی خدمت کرتی ہے اسے لوح محفوظ میں دوزخی لکھا ہوا تھا مجھ کو ناگوار معلوم ہوا کہ جو ایسے بزرگ کی خدمت کرے وہ دوزخی کیسے ہو لہٰذا میں نے اس حرف کو

لوح محفوظ سے دھو کر مٹا ڈالا اور اسکا نام بہشت میں ثبت کر دیا، جب ان دونوں بزرگوں نے اس بانکی تلاش کی تو ایسی ہی نکلی اور ایسا ہی ہوا جیسا مخدوم شیخ فرید نے فرمایا تھا تو جان لو کہ ایسے کشف اور لوح محفوظ میں مٹانے اور لکھدینے کا تصرف و اختیار ان بزرگوں کو بیعت سے پہلے ہی حاصل ہو جاتا ہے

پیر کے سامنے پیر کے پیر کا ادب کسطرح کرے

فرماتے ہیں" جب مخدوم شیخ فرید دہلی پہنچے اور خواجہ قطب الدین بختیار سے بیعت کر لی اور اسکے بعد انکی خدمت کی ملازمت اختیار کر لی، ایک مدت بعد خواجہ جہاں شیخ معین الحق والدین اجمیر شریف سے تشریف لائے، مخدوم شیخ فرید انکی قدمبوسی کیلیے اس خیال سے نہ حاضر ہوئے کہ اگر میں اپنے پیر کی حضوری میں پہلے پیر کے پیر کی قدمبوسی کرونگا پیر کا لحاظ چھوٹ جائیگا اور اگر پہلے پیر کے پانؤں چومونگا پیر کے پیر کا ملاحظہ فروگذاشت ہوگا، آخر خواجہ جہاں خواجہ معین الدین نے خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ شیخ فرید کو بلاؤ اور حاضر کرو، جب انکی طلب پر حاضر ہوئے تو پہلے اپنے پیر کی پا بوسی کی اور انکے پیر نے انکا بازو پکڑ کر اپنے پیر کے پانؤں پر ڈالدیا، اور انھوں نے شیخ فرید کو گود میں چمٹا کر بہت سی عنایتیں نوازشیں فرمائیں اور خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ شیخ فرید کا کام کیوں روک رکھا ہے ان کا مقصد پورا کردو"

مقامات طریقت میں کشف و کرامات کی منزل بہت ہی نیچے پڑی ہے

یہ حکایت نقل فرماکر حضرت فرماتے ہیں" سبحان اللہ جب مخدوم شیخ فرید کا پائے سعادت یہاں تک پہنچا ہوا تھا کہ لوح محفوظ میں تصرف کر سکتے تھے تو اسکے اوپر اور کون سی مہم اور کون سا کام تھا جو ان کے حق میں معطل و موقوف رکھا گیا تھا، اے عزیز اس شبہ کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا، اسلیے کہ نیک بختان مادرزاد کو کسی پیر سے بیعت اور کسی مرشد کی تربیت کے بغیر بھی ایسے کرامات اور مقامات حاصل ہو جاتے ہیں جیسے لوح محفوظ میں تصرف کرنا اور ہوا میں اڑنا اور غیب کی خبر دینا اور جلتی ہوئی آگ میں گھس جانا اور پانی پر کھڑا ہو جانا اور مردے کو زندہ کرنا اور زندے کو قبر میں بھیجنا اور ایسے ہی اور تصرفات انھیں ابتدائے حال ہی میں حاصل ہو جاتے ہیں، حضرت ضیا نخشبی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقت میں سو مقام ہیں جب سیدھی چال چلنے والا سالک سترھویں مقام پر قدم رکھتا ہے ایسے کرامات اور تصرفات اسے حاصل ہو جاتے ہیں اور تراسی مقامات اور اُسکے اس سے اوپر ہیں جبتک انھیں حاصل نہ کرلے اُسکا کام معطل ہے (انکے لیے) امداد اور تربیت پیر و مرشد کی اسے ضرور ہے تاکہ وہ اسے ان سب مقامات پر پہنچادے، اور انکے بعد (اسے نعائے الٰہی کی) موہبتیں (انعام اور نوازشیں) خاص ہوتی ہیں بکثرت کہ

متواتر دروازہ اپر کھولتی اور اسے سرحد انتہا کی راہ دکھاتی ہیں،

پیر کے ادب کی ایک سبق آموز مثال

حضرت فرماتے ہیں" ایک وقت حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ) اپنے احباب کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے حاضرین مجلس نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ اٹھ کھڑا ہونا کس لیے تھا فرمایا ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہتا تھا آج ہمیں ایک دوسرا کتا اس کتے کی صورت کا نظر پڑا کہ اس گلی میں جا رہا تھا ہم اس کتے کی تعظیم کیلیے کھڑے ہوئے۔ یہ نقل فرماکر ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ) یہ اس کتے کی تعظیم ہے جو پیر کی خانقاہ والے کتے کے مشابہ تھا اگر کہیں وہ خانقاہ والا کتا خود آجاتا تو نہ معلوم کس قدر اس کی تعظیم و تکریم فرماتے آج کوئی مرید اپنے پیرزادوں کی بھی اس قدر تعظیم نہیں کرتا اے عزیز پیری و مریدی سہل کام نہیں ہے"

بزرگانِ دین کے عفو و درگذر کی بعض مثالیں

فرماتے ہیں" جب حضرت سلطان المشائخ کا وقت رحلت قریب پہنچا تو حضرت نے شیخ نصیر الدین محمود سے فرمایا کہ ہم تمھیں اپنی جگہ چھوڑتے ہیں تمھیں چاہیے کہ دہلی کی جفا اور قفا برداشت کرنا، جب حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود بن یوسف رشید اودھی قدس اللہ روحہ کا زمانہ آیا تو ایک دن ایک قلندر ترابی نام نے ترہ پندرہ زخم چھری سے حضرت کے بدن مبارک پر لگائے مخدوم نے اس جفا کو برداشت فرمایا اور قلندر سے فرمایا کہ میرے حجرے میں اگر چھپ رہ ورنہ لوگ تجھے زندہ نہ رکھیں گے اس نے ایسا ہی کیا اور لوگوں نے اسے ہر چند تلاش کیا مگر نہ پایا جب آدھی رات ہوئی تو حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود قلندر سے فرمایا کہ اگر اپنی خیریت اور زندگی چاہتا ہے تو اسیوقت دہلی سے بھاگ جا وہ وہاں سے ایسی جگہ بھاگ گیا کہ پھر اسکا لوگوں نے کہیں پتہ نہ پایا کہتے ہیں ایک درویش نے مخدوم کو خط لکھا کہ ان جفا کاروں کی اپنی اتنی جفائیں برداشت نہ کرنا چاہیے اگر آپ ان کا بدلہ نہیں دیتے ہیں تو ہمیں اجازت اور رخصت دیجیے کہ ہم ان کو انکے اعمال کا بدلہ دیں، مخدوم شیخ نصیر الدین نے جواب میں یہ بیت لکھ بھیجی" ؎

چوں حوالتہاے این ضربت بجائے دیگر است ٭ ننگم آید گر بگویم کز فلاں رنجیدہ ام

ایک مدت کے بعد حضرت مخدوم نے ان زخموں سے صحت کلی پائی یہ تو دہلی کی جفا کی ایک مثال تھی اور قفائے دہلی یہ ہے کہ بادشاہ وقت نے سب درویشوں کو اسکی تکلیف دی کہ تم لوگ میرا ایک ایک خدمت اختیار کر لو جسے ہر وقت بجالایا کرو، جملہ درویشوں نے (مجبورًا) ایک ایک خدمت قبول کر لی مگر حضرت

مخدوم شیخ نصیر الدین بعذر و منت پیش آئے کہ ہمیں اس خدمت سے معاف رکھو، بادشاہ ظالم تھا اس نے حضرت کو خفا کیا یعنی گلے کی ہڈیوں کے نیچے سوراخ کرائے اور ان ہڈیوں کو رسیوں سے مضبوط بندھوا کر حکم دیا کہ ان رسیوں کو بلندی پر باندھ دو اور انہیں لٹکتا رکھو یہانتک کہ یہ میری کوئی خدمت قبول کرلیں اسکے ملازموں نے ایسا ہی کیا، اب حضرات بزرگان چشت کی تلوار کہ ننگی لٹکتی رہتی ہے ظاہر ہوئی تاکہ بادشاہ پر گرے اسوقت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود نے بادشاہ کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اپنی آستین بادشاہ کے سر پر ڈالدیں یہانتک کہ حضرت کی آستینیں (اس تلوار سے) کٹ گئیں اور بادشاہ سلامت رہا (حضرت فرماتے ہیں) سبحان اللہ ایسی جفا و قفا انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود کون برداشت کرسکتا ہے سوائے حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ روحہ کے (سے برگزیدہ نفوس کے)"

حضرت چراغ دہلی کی آفتاب پر حکومت

حضرت فرماتے ہیں "حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود اسی طرح بادشاہ کی خدمت میں کپڑے پہنانے میں مشغول تھے ایکدن بادشاہ نے نماز عصر کے وقت کپڑے انسے طلب کیے حضرت تو کپڑے پہناتے تھے اور آفتاب غروب کے قریب پہنچگیا حضرت مخدوم نے آنکھوں میں آنسو بھر کر آفتاب سے فرمایا کہ اے بندۂ خدا بادشاہ تو بے مروتی کرتا ہے اور اسے ذرا بھی ہماری نماز جانے کا غم نہیں، تو ایک لحظہ اپنی جگہ پر ٹھہر اور بے مروتی نہ کر آفتاب اسی جگہ رک رہا یہانتک کہ حضرت مخدوم نے کپڑے پہنا دیے اور جب بند باندھے تو یہ بات فرمائی" باندھے نصیر الدین اڈھولے غسال، جب بادشاہ کی خدمت سے فارغ ہولیے تو وضو فرماکر نماز ادا فرمائی اسوقت آفتاب ڈوبا اور بادشاہ جو (وہ کپڑا پہننے کے بعد) گھوڑے پر سوار ہوا تو اس سے گر پڑا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی، اور جان ملک الموت کو سپرد کردی (یعنی مرگیا)

بزرگان دین سب جفائیں برداشت کرلیتے ہیں مگر نماز روزہ فوت ہونیکی تاب نہیں لاتے

اس واقعہ کو نقل کرکے حضرت فرماتے ہیں "(حضرت مخدوم نے وہ بات اسلیے فرمائی) تاکہ معلوم ہو کہ وہ عارف کہ ایسی سخت جفا و قفا کو جو ہلنے ہیجان کی باوجود قدرت انتقام عفو فرما دیتا اور برداشت کرلیتا ہے نماز و روزہ کے فوت ہو جانے کی تاب نہیں رکھتا، اسلیے کہ اہل معرفت کے نزدیک نماز روزہ کا فوت ہو جانا موت سے سخت و شوار، اور وقت پر عبادتوں کا ادا کرلینا زندگی سے بہت خوشگوار،"

بزرگان دین کا انکسار اور نفس کشی کی ایک مثال حضرت فرماتے ہیں "حضرت مخدوم جہانیاں

(مرید و خلیفہ حضرت چراغ دہلی) نے مسافرت اور سیاحت بہت فرمائی، ایکبار ایک شہر میں پہنچے وہاں کے لوگ چھوٹے سے لیکر بڑے تک حضرت کی قدمبوسی کیلیے حاضر ہوئے اور بہت خلقت جمع ہوگئی یہانتک کہ ہجوم کی کثرت سے بہت سے لوگ قدم مبارک کو چوم نہ سکتے اور دور ہی سے زمین چوم کر پلٹ جاتے تھے حضرت مخدوم اسوقت اپنے حال پر افسوس میں یہ بیت پڑھتے اور بار بار تکرار فرماتے اور روتے تھے، رباعی

آنہا کہ خدائے من زمن می بینند ؛ گر صبغ ببینند بہ صحبتم ننشینند
وہ جو میرا خدا مجھ سے دیکھتا ہے ؛ اگر انہیں رند ترابی دیکھے تو میرے پاس نہ بیٹھے
گر قصۂ خود پیش سگے بر خوانم ؛ سگ دامن پوستین من بر چلیند
اگر میں اپنا قصہ کسی کتے کے آگے دہراؤں ؛ تو کتا میری پوستین کا دامن پھاڑ لیجائے

تاکہ معلوم ہو کہ اگرچہ خلق مشرق سے مغرب تک مرید معتقد ہو جائے مگر اس سبب اپنے آپکو عزت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیے"

قطب حالت عدم تکلیف میں بھی احترام شریعت مد نظر رکھتے ہیں

حضرت فرماتے ہیں" لوگوں نے (حضرت مخدوم جہانیاں سے) عرض کیا کہ وہ (حضرت سید راجو قتال برادر و خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں) ماں کا دودھ نہیں پیتے فرمایا وہ قطب ہیں اکیلے دودھ نہ پئیں گے ایک اور بچہ دوسری جانب دودھ پینے کیلیے لاؤ اُسوقت سید راجو قتال دوسری طرف سے دودھ پئیں گے چنانچہ پوری دودھ پینے کی مدت میں حضرت میر سید راجو نے اکیلے دودھ نہیں پیا ایکدن لوگوں نے خبر دی کہ ہمنے ایک بچہ ایک جانب سے دودھ پینے کیلیے لگا دیا ہے اور وہ دودھ پیتا ہے اور میر سید راجو (اب بھی) دودھ نہیں پیتے، مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ وہ قطب ہے ماہ رمضان کی حرمت نگاہ رکھتا ہے، دن میں دودھ نہیں پیے گا رات میں پیے گا، سبحان اللہ السعید من سعد فی بطن امہ"

جامۂ خلافت قبول کرنے میں اُسکے حقوق کی محافظت کا لحاظ چاہیے

حضرت فرماتے ہیں" حضرت میر سید راجو قتال قدس اللہ روحہ نے مقام اُج (اچھ) سے جامۂ اور مثال خلافت انھیں (حضرت شیخ سارنگ کو) بھیجی جب جامۂ خلافت انھیں پہنچا (اس لحاظ سے) قبول نکر سکے کہ میں مرد نو مسلم ہوں مجھے یہ لیاقت کہاں کہ اولیاء اللہ کا جامہ پہنوں اور اُسکے حقوق کی محافظت کر سکوں لہذا جامۂ خلافت واپس کر دیا، جب جامۂ خلافت حضرت سید راجو قتال کے سامنے مقام اُج میں پہونچا

پھر انھوں نے اسے مخدوم شیخ سارنگ کو بھجوایا اور تحریر فرمایا کہ میں نے یہ جامۂ خلافت اپنی طرف سے نہیں بھیجا ہے خداوند تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانیکے مطابق اور پیران سلسلہ کے حکم کے اشارہ سے بھیجا ہے۔ تم کوئی دغدغہ اپنی خاطر میں نہ لاؤ اور اسے پہنو کہ یہ تمھارے لیے مبارک ہے اسوقت مخدوم شیخ سارنگ نے اس جامے کو پہنا، اس تاریخ کے بعد سے سرکار لکھنؤ سے جو کوئی بھی انابت وارادت کیلیے میر سید راجو قتال کی خدمت میں حاضر ہوتا اسے لوٹادیتے اور فرماتے ہمنے وہاں شیخ سارنگ کو مقرر کردیا ہے تم اس قدر دور کیوں آتے ہو وہیں جاؤ اور شیخ سارنگ کے مرید ہوجاؤ"

مرید اپنا قبلہ مقصود اپنے ہی پیر کو جانے

حضرت فرماتے ہیں" ایکبار حضرت مخدوم شیخ محمد مینا کو مخدوم شیخ سارنگ نے کسی شہر میں بھیجا، وہاں تشریف لے گئے اور جو کام اور مقصد تھا اسے درست کرکے پھر مخدوم شیخ سارنگ کی خدمت میں لوٹ آئے مخدوم نے انسے پوچھا کہ اس شہر میں ایک مرد عارف کامل تھا اس سے بھی ملے تھے، انھوں نے کہا نہیں مخدوم نے فرمایا جس شہر میں آدمی جائے اور وہاں کوئی درویش عارف ہو تو اسے بھی دیکھنا اور اسسے ملنا چاہیے مخدوم شیخ مینا نے (اسکے جواب میں) یہ بیت پڑھی بیت

همه شهر پُر ز خوبان منم و خیال ماہے — چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

اکل حلال میں بزرگان دین کا اہتمام

حضرت فرماتے ہیں" سلطان سکندر لودی نے حضرت مخدوم شیخ سعد کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ مجھے مخدوم کی زیارت کی بہت آرزو ہے، حضرت مخدوم بادشاہ کے پاس تشریف لیگئے اور ایک مدت وہاں تشریف فرما رہے اس زمانے میں ایک گانوں کو جو مطیع اسلام تھا لوٹا گیا تھا، اور اس گانوں کی چیزیں بادشاہ کے لشکر کے ہر بازار میں لوگ بیچتے تھے اور حضرت مخدوم کے دائرہ (قیامگاہ) میں کھانے بہت سے موجود ہوتے اور بہت آدمی جمع ہوجاتے اور کھاتے پیتے، حضرت مخدوم بھی کھانے کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے مگر اسوجہ سے اس کھانیکے حلال ہونے میں شبہ تھا، حضرت مخدوم کچھ نہ کھاتے اور کوئی مطلع نہ ہوتا کہ حضرت مخدوم نے کچھ نہیں کھایا ہے، بارہ دن اسی طرح گزر گئے، بارھویں روز بندگی قاضی محمد من اللہ کو پتہ لگا کہ حضرت شیخ نے اس مدت میں کچھ نہیں کھایا ہے تو بادشاہ کے لشکر میں ایک امیر تھا بادشاہ کا مقرب اکل حلال میں پوری احتیاط رکھتا تھا سب چیزیں گیہوں چاول وغیرہ بکری بکرا وغیرہ اسکے گھر سے آیا کرتا تھا، یہاں تک کہ استنجے کے ڈھیلے تک اسکے گھر سے آتے تھے، بندگی قاضی من اللہ اسکے گھر گئے اور وہاں سے کچھ کھانا لائے اور حضرت شیخ کو کھلایا،

تحصیل علوم دین میں بزرگان دین کی محنت و مشقت شدید

حضرت فرماتے ہیں" مخدوم شیخ صفی کی عمر شریف بارہ تیرہ برس کی تھی کہ خانقاہ مخدوم شیخ سعد میں آئے اور مرید ہوکر تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے ایک ٹوپی سر پر اور ایک چادر کندھوں پر اور ازار بند اس طرح خانقاہ میں رہ کر پوری کوشش سے پڑھنے لگے، ایکدن حضرت مخدوم شیخ سعد نے فرمایا کہ صفی تو کھانا مطبخ سے کھایا کرتا ہے، انھوں نے کہا جی ہاں، فرمایا مطبخ سے نہ کھایا کرو جو کچھ کھاؤ ہمارے ساتھ کھاؤ اور اس بارے میں نہایت تاکید اور احتیاط فرمائی، اور حال یہ تھا کہ حضرت مخدوم شیخ سعد تین روز یا چار یا پانچ روز بعد کھانا کھایا کرتے تھے اور کوئی نہ جانتا تھا، جب کوئی مہمان عزیز آجاتا تو حضرت مخدوم سعد اسکے ساتھ کوئی چیز کھاتے اسوقت مخدوم شیخ صفی بھی کچھ چیز کھاتے غرض کہ مخدوم شیخ صفی بھوکے رہنے کی شدت بہت اٹھاتے اور بھوک کی مشقت بہت برداشت کرتے اور شب و روز حضرت مخدوم کی ملازمت میں حاضر رہتے"۔

اولیاء اللہ کی غیب دانی اور دل کے رازوں پر اطلاع

حضرت فرماتے ہیں" (حضرت مخدوم شیخ حسین جب حضرت مخدوم شیخ صفی سے بیعت کرنیکے ارادے سے چلے تو) اپنے دل میں تین باتوں کی نیت کی ایک یہ کہ میں چند بیڑے پان کے حضرت مخدوم کے سامنے رکھوں مخدوم ایک بیڑہ پہلے خود کھائیں اور ایک بیڑہ مجھے عطا فرمائیں اس کے بعد باقی کو خرچ کریں دوسرے یہ کہ میں اوباش آدمیوں کے مشابہ ہو گیا ہوں جہاں جاتا ہوں لوگ اپنے سامان کی حفاظت کرتے ہیں کہ کہیں یہ مرد اوباش ہمارا سامان نہ چرالیجائے پس حضرت مخدوم کوئی ایسی بات فرمائیں کہ خانقاہ کے لوگوں کو میری طرف سے یہ گمان جاتا رہے، تیسرے یہ کہ حضرت کلاہ ارادت مجھے بری طلب کے بغیر عطا فرمائیں، جب سائیپور میں پہنچے تو اعتقاد کامل اور صدق ارادت توجہ حاصل ہوا اور ان تینوں ارادوں کو فسخ کرکے یہ ارادہ کیا کچھ شیرینی خرید کر نذر کو لیجائیں بیڑہ تنبول کی حاجت نہیں مگر تین بار حلوائی کے گھر کی بجائے جب تنبولی ہی کے یہاں جاجا پہنچے تو (مجبوراً) چند بیڑے پان کے خرید کر حضرت مخدوم کی ملازمت میں حاضر ہوکر پاؤں چومنے کا شرف حاصل کیا اور وہ چند بیڑے سامنے رکھدیے حضرت مخدوم نے نام پوچھا انھوں نے کہا میرا نام حسین ہے فرمایا کسلیے آئے ہو، انھوں نے عرض کیا اسلیے مخدوم کی ملازمت میں آیا ہوں تاکہ مجھے مسلمان فرمائیں حضرت مخدوم نے ایک بیڑہ خود کھایا

اور ایک بیڑہ انہیں عطا فرمایا اور باقی بیڑے خود اٹھاکر فرمایا اے شیخ حسین میں مصلی اور جوتے یہاں چھوڑ کر جاتا ہوں اور تم حاضر رہنا کہ میں (ابھی) واپس آتا ہوں شیخ حسین نے اس سے جانا کہ مخدوم نے یہ بات ان لوگوں کی تسلی کے لیے فرمائی ہے جو خانقاہ میں موجود ہیں تاکہ وہ مجھپر بدگمانی نکریں حضرت مخدوم تشریف لیگئے اور ایک کلاہ لاکر انھیں عطا فرمائی، یہ ڈیڑھ برس تک حاضر خدمت رہے اور جو کچھ نوافل و وظائف وذکر وفکر و ریاضت ومجاہدہ حضرت مخدوم نے فرمایا سب بجالائے اور ڈیڑھ برس بعد مخدوم نے انھیں جامۂ خلافت عطا فرمایا اور رخصت کیا کہ اب جاکر اپنے گھر میں بیٹھو اور وہاں اپنے اوقات کو طاعت وعبادت سے معمور رکھو"

بزرگانِ دین مستحب آداب کی ادائیگی کا نہایت اہتمام سے بجالاتے اور انکے فوت ہونے پر بہت غم کرتے تھے

حضرت فرماتے ہیں "متقدمان مشائخ سے منقول ہے کہ جب کسی درویش سے کوئی ادب اداب (شریعت) میں سے قصداً فوت ہو جاتا تو وہ اسے دائرہ درویشی سے نکال دیتے اور زمرۂ مشائخ سے نہیں شمار کرتے تھے ایک بار چند درویش ایک درویش کی ملاقات کیلیے گئے جب اسکے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس نے قبلے کی جانب تھوکا تو انھوں نے اس سے ملاقات نہ کی اور اسکا اس فعل کو ناپسند کیا اور لوٹ آئے، اور اگر انمیں سے کسی سے کوئی ادب یا امر مستحب بھول چوک سے فوت ہو جاتا تو اسے اس سے سخت مصیبت پہنچتی اور چند روز وہ اس مصیبت کے ماتم میں گریہ زاری کرتا اور دوسرے درویش اسے پوچھنے آتے امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ان سے کوئی لغزش کبھی سرزد ہو گئی تھی، تمام عمر جب کبھی سفید کپڑے پہنتے زار زار روتے اور نفس سے یہ خطاب کرتے کہ تو وہی ہے کہ تجھسے ایسی خطا واقع ہوئی، اور تو وہی ہے کہ وہ لغزش تجھ سے سرزد ہوئی اور جملہ اسلاف طریقت کی یہی روش تھی، محال ہے کہ یہ حضرات کسی بدعت کو بروجہ اہتمام (عمداً و باصرار) اختیار کریں یا اصل سنت میں ذرہ بھر کمی بیشی کریں"۔

اَولیٰ و احسن یہ ہے کہ پیر اور مرید فرعیات میں بھی ایک ہی مذہب کے پیرو ہوں

حضرت فرماتے ہیں "اگر مرید (پیر کے مذہب کے سوا) کسی دوسرے مذہب میں ہو اسے اس پیر سے بیعت جائز ہے جو دوسرے مذہب میں ہو اسلیے کہ چاروں مذہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) برحق ہیں لیکن اولی اور احسن یہ ہے کہ پیر اور مرید دونوں ایک ہی مذہب میں ہوں تاکہ مرید پیر کا اتباع مشرب اور مذہب دونوں میں کر سکے"

پیر کے ہوتے دوسرے کی طرف توجہ کرنا یا اُسکی اجازت کے بغیر خلافت قبول کرنا چاہیے

حضرت فرماتے ہیں "حضرت مخدوم شیخ مینا قدس اللہ روحہٗ فرماتے تھے کہ مرید اگر اپنے پیر کی زندگی میں دوسرے کی طرف اتباع اور تلقین میں توجہ کرے تو بے بہرہ رہیگا، اور باوجود پیر کے دوسرے سے کلاہ محبت لینا اور خلافت قبول کرنا جائز نہیں"

تیسرا سنبلہ کتاب کا ترک دنیا اور قناعت اور توکل اور تبتل کے بیان میں ہے، جس میں حضرت نے آیات و احادیث و ارشادات ائمۂ ظاہر و باطن سے محققانہ اور صوفیانہ انداز سے نہایت دلنشین پیرائے میں دنیا اور متاع دنیا کی مذمت اور انکا ہیچ ہونا واضح فرمایا، اور اس بارے میں اہل اللہ کی سیرت کریمہ پیش فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ دنیا کون سی مذموم ہے، اور کب مستحسن و محمود؟

دنیا کونسی مذموم ہے اور کونسی محمود

حضرت فرماتے ہیں "جان لو کہ دنیا بذاتہ بری نہیں ہے اس سے تعلق اور محبت مذموم ہے کہ "حب الدنیا راس کل خطیئۃ" (دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے) اسی سے عبارت ہے، اور دنیا اسکی صلاحیت رکھتی ہے کہ کبھی اعلیٰ علیین پر ترقی دیتی ہے اور کبھی اسفل السافلین کے اندر لیجاتی ہے، جو شخص دنیا کو دین کی راہ کا آلہ بنائے اور جسمانی مزوں سے نظر ہٹالے" ومما رزقنھم ینفقون" (اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں) صورۃً دنیا میں ہو اور دل سے ملاء اعلیٰ میں" ان للہ عبادا البدانھم فی الدنیا وقلوبھم عند اللہ" (بیشک اللہ کے ایسے خاص بندے بھی ہیں جنکے بدن دنیا میں ہیں اور ان کے دل اللہ عزوجل کے پاس) خدا کیلئے جیے نہ کہ خواہش نفسانی کیلیے تو ضرور دنیا اسکے لیے سیدھی راہ چلنے میں بڑی بھاری مددگار ہوتی ہے نعم المال الصالح للرجال الصالح" (مال صالح مرد صالح کیلیے بہتر ہے) تاکہ اسکو مولیٰ تعالیٰ کی رضا میں صرف کرے، اور جو دنیا کی چیزوں کو شیاطین کی راہ کا آلہ بنا بنائے اور اپنے تمام اوقات نفس امارہ کی لذتوں اور مطلبوں کے حاصل کرنے میں صرف کرے اسے تاریک کلوخ (ڈھیلا) جان لو وہ دوسرا عالم نہیں جانتا "یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غفلون"

بزرگانِ دین دنیا دار نہیں ہوسکتے باوجود دنیا سے علاقہ کے

حضرت فرماتے ہیں "سلک السلوک میں لکھا ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے نزع کیوقت اپنے خرقے کے نیچے سے ایک ہمیانی جسمیں ہزار دینار تھے باہر کھینچ کر اپنے دوستوں کو دی کہ انہیں صدقہ کر دو، انھوں نے کہا حضرت آپ تو

ہر وقت مال و زر پاس رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور خود بقدر زر پاس رکھتے تھے، حضرت نے فرمایا، میں نے اپنے دین کو اس زر کے ذریعے سے شیطان سے بچایا تھا یعنی جب وہ یہ وسوسہ ڈالتا تھا کہ آج تو کیا کھائے گا یا آج کیا پہنے گا، میں کہتا تھا کہ اسوقت اسقدر زر میرے پاس ہے تو شیطان مجھسے مایوس ہو کر پلٹ جاتا تھا اور مجھے در بدر زید و عمرو کے دروازے پر نہیں پھرا سکتا تھا، امام احمد غزالی قدس اللہ روحہ نے خواجہ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ سرہ سے کہا کہ آپ ہمیشہ دنیا کی مذمت کرتے اور لوگونکو دنیا سے علاقے توڑ لینے پر رغبت دلاتے ہیں اور خود کتنے طویلوں میں گھوڑے اور اونٹ ابریشم کی طنابوں اور زریں میخوں میں بندھے رکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا میں نے طویلے کی میخ مٹی میں گاڑی ہے دل میں نہیں گاڑی ہے

در دل بجز از یکے نشاید کہ بود ٭ در خانہ اگر ہزار باشد شاید

دل میں (محبت) دنیا کا ہونا درد ہے اور ہاتھ میں (مال) دنیا کا ہونا دوا، یعنی وہاں خطا ہوتی ہے اور یہاں عطا،

دنیا احمق ہے — حضرت فرماتے ہیں "کسی حکیم سے پوچھا کہ دنیا عاقل ہے یا احمق، اسنے کہا احمق اسلیے کہ احمقوں کے سوا دوسرے کی طرف میل نہیں کرتی، جنس اپنی جنس ہی کیساتھ میل کرتی ہے سہل تستری قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ عقل کے ہزار نام ہیں اور اسکے ہر نام کا اول ترک دنیا ہے

زہد کیا ہے؟ — حضرت فرماتے ہیں" ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہ نے فرمایا مجھپر ایسا کوئی غالب نہوا جیسا ایک جوان بلخ کا غالب آیا، جو ہمارے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو یزید تمھارے یہاں زہد کی حد کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ جب نہ پائیں صبر کریں اور جب پائیں کھالیں، اس نے کہا ایسے ہی ہمارے بلخ کے کتے ہیں تو میں نے کہا تمھارے نزدیک زہد کی تعریف کیا ہے؟ اس نے کہا یہ کہ جب نہ پائیں شکر کریں اور جب پائیں تو دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھیں"

دنیا سے کتنا لے؟ — حضرت فرماتے ہیں دنیا سے صرف بھوک بند کرنیکی مقدار سے زائد تصرف نکرنا چاہیے تاکہ مردار خوار نہ بنے، دنیا مردار ہے اور اسکے طلبگار کتے اور سب میں برا کتا وہ ہے جو اس کا زیادہ حریص ہو"

اہل اللہ کا برتاؤ اہل دنیا سے — حضرت فرماتے ہیں جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ (انھوں نے فرمایا) درویش کو سب مذہبوں میں اہل دنیا سے ملنا اور بادشاہوں اور سلاطین کے پاس آنا جانا حرام ہے مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ امرا اونکی صحبت فقرا کیلیے زہر قاتل ہے اور خواجہ سفیان ثوری قدس سرہ نے فرمایا ہے کوئی حجاب مولیٰ تعالیٰ اور بندے کے درمیان دنیا سے زائد بڑا

نہ دیکھا، اور سری سقطی قدس سرہ سے منقول ہے کہ بینے طالب مولیٰ کیلیے صحبت اغنیا اور اہل دنیا کے سوا کوئی قاتل زہر نہ دیکھا، پس بیشک یہ قلب کو مار ڈالتی ہے، پس جب مومن کا قلب مر گیا اور اس سے خدا کی پناہ، تو وہ لنگر پتھر کی طرح ہو جاتا ہے جو چاہتا ہے کہتا اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کوئی پروا نہیں کرتا

بزرگان دین شہرت دنیا سے کس قدر بچتے تھے

حضرت فرماتے ہیں" بشر حافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات ڈھیر کتب حدیث کے جنکا وہ سماع رکھتے تھے زیر خاک دفن کر دیے اور حدیث روایت نہ فرمائی اور فرمایا اسوجہ سے میں روایت نہیں کرتا کہ تھہو روایت منیم (آجکل) روایت کی خواہش دیکھتا ہوں، اگر چپ رہنے کی خواہش دیکھتا تو روایت کرتا،

حریص پڑھے لکھوں اور طمع والے فقیروں سے احتراز بہت ضروری ہے

حضرت فرماتے ہیں حریص علما اور طمع والے فقراء کی صحبت سے اعراض چاہیے اسلیے کہ انکی صحبت ابنائے دنیا کی صحبت سے بھی زیادہ مضر ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو مگر اس عالم کے پاس جو تمھیں پانچ باتوں سے چھڑا کر پانچ باتوں کی طرف بلائے، شک سے یقین کی طرف اور ریا سے اخلاص کی طرف اور رغبت سے زہد کی طرف اور عداوت سے نصیحت کی طرف اور تکبر سے تواضع کی طرف اور عداوت سے نصیحت کیطرف، سہل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تین قسم کے لوگوں سے بچو، جبار غافل اور مداہن قرا اور جاہل متصوف، یعنی آدمیوں کے ان تین گروہوں سے پرہیز کرو اور دور رہو، جباران غافل سلاطین اور امیروں اور بادشاہوں میں سے اور حافظ ریاکار بیدیانت اور صوفیان جاہل اور حریص مشائخ

نجاست باطنی کے اقسام

حضرت فرماتے ہیں" اے عزیز پلیدی باطن مین قسم ہے دنیا اور خلق اور نفس، دنیا جیسے نجاست عین، اور خلق جیسے حدث (وضو توڑنیوالی چیزیں) اور نفس جیسے جنابت (غسل توڑنیوالی چیزیں) جبتک دنیا اور خلق اور نفس سے پورا احتراز اور اجتناب نہ کرے گا طہارت باطنی ہرگز ہاتھ نہ لگے گی"

قناعت کا شرف

حضرت فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا تعز من تشاء وتذل من تشاء جسے چاہتا ہے تو عزت بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت، اصحاب طریقت (اسکی تفسیر میں) فرماتے ہیں عزت شرف قناعت سے ہے اور ذلت بجہت طمع، من قنع جل ومن طمع ذل

جس نے قناعت اختیار کی بزرگ ہوا اور جس نے طمع کی وہ ذلیل ہوا ہیت

شیر زر بوسد بعزت مرد قانع را قدم	ماده سگ خاید بخواری پائمرد ہر دری
شیر زر مرد قانع کے پانوں عزت کیساتھ چومتا ہے	اور در بدر مانگنے پھرنیوالے طامع کا پانوں کتیا ذلت کیساتھ چاٹتی ہے

طمع اور سوال کے دروازے استغنا بحق تعالیٰ کا قفل لگا کر اپنے اوپر (ایسے مضبوط) بند کرنا چاہیے کہ حوائج اور احتیاج کی کنجیوں کے ہزار صدموں سے بھی نہ کھل سکیں۔"

طمع سے نجات پانیکا ایک سہل اور مجرب نسخہ حضرت فرماتے ہیں ایک درویش کو شیطان ہر روز یہ وسوسہ ڈالا کرتا کہ آج کیا کھائیگا وہ کہتا موت اور جب شیطان یہ کہتا کہ آج کیا پہنے گا تو درویش کہتا کہ کفن اور جب وہ کہتا کہ آج کہاں رہیگا تو وہ کہتا کہ قبر میں، تو شیطان ناامید ہو کر پلٹ جاتا"

قناعت اور توکل کی حکمت ظاہر کرنیوالی ایک لطیف نقل حضرت فرماتے ہیں بہلول بغدادیؒ سے منقول ہے کہ انسے کسی خلیفہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ہر روز کی روزی مقرر کر دوں تاکہ تمہارا دل اس سے متعلق نہ رہے بہلول نے کہا میں بھی ایسا کر لیتا اگر چند عیب اسمیں نہوتے اول یہ کہ تو نہیں جانتا کہ مجھے کیا چاہیے دوسرے یہ کہ تو نہیں پہچانتا کہ کب چاہیے تیسرے یہ کہ تجھے معلوم نہیں کہ کتنا چاہیے، اور خداوند تعالیٰ یہ سب جانتا ہے اور اپنی حکمت کاملہ سے پہنچاتا ہے اور دوسرے یہ کہ شاید کسی وقت تو مجھ سے رنجیدہ ہو جائے اور اس روز سے روزینہ مجھ سے بند کرلے، اور حق سبحانہ کسی گناہ کی وجہ سے میری روزی بند نہیں فرماتا

ولیکن خداوند بالا و پست	بعصیاں در رزق بر کس نہ بست

لالچیوں کی آنکھیں کھولنے والا قطعہ حضرت فرماتے ہیں **قطعہ**

فراموشت نکرد ایزد دراں حال ٭ کہ بودی نطفہ مدفون و مدہوش ٭ روانت داد و عقل و طبع و ادراک جمال و نطق و رای و فکرت و ہوش ٭ دہ انگشتت مرتب کرد بر کف ٭ دو بازویت مرکب کرد بر دوش
کنوں پنداری اے ناچیز ہمت ٭ کہ خواہد کردنت روزی فراموش

یعنی حقتعالیٰ نے تجھے اس حال میں فراموش نہ فرمایا جبکہ تو ایک نطفہ تھا دفن کیا ہوا اور مدہوش، اس نے اسوقت تجھے روح اور عقل و طبع ادراک اور جمال اور نطق اور رائے اور فکر اور ہوش مرحمت فرمائے

اور ہتھیلی پر دس انگلیاں مرتب فرمائیں اور کندھو پر دو بازو دیے تو اب اے ناچیز ہمت والے تو یہ سمجھتا ہے کہ تیری نازبرداری تو نہ فرمائیگا،

حلم و صبر و قناعت کا شرف واضح کرنیوالی ایک تمثیل

حضرت فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت (بزرگوں نے اسکی تفسیر میں) کہا ہے کہ اونٹ حلیم ہے بھاری بوجھ اٹھاتا ہے، اور فرمانبردار ہے ہر کسی کی فرمانبرداری کرتا ہے اور قانع ہے ہر طرح کی گھانس چر لیتا ہے اور برداشت کرنیوالا ہے، بھوک اور پیاس میں صبر کرتا ہے تو جو کچھ فائدے حیوان سے مطلوب ہیں نسل اور بوجھ اٹھانا اور دودھ اور گوشت اور سواری سب اس سے حاصل ہیں فقیر کہتا ہے تو جو آدمی صبر و تحمل و حلم و قناعت اختیار کریگا اسی طرح جو کچھ فوائد انسان سے مطلوب ہیں حاصل ہوں گے اور وہ انسان کامل ہو جائیگا"

توکل کے معنی صوفیوں کے نزدیک

حضرت فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ، توکل سب کاموں کو خدا کے سپرد کرنا اور سب امور کی تسلیم ہے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کے اس طرح کہ بندے کو ان میں ذرہ بھر تصرف نہ رہے جبتک توکل خود کو نہیں چھوڑ دیگا توکل تیرا تمام نہیں ہوگا صاحب کشف الاسرار قدس سرہ آیہ کریمہ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زبان رحمت از روے اشارت فرماتی ہے کہ اے آدمی مخلوق عالم تیرے حق میں چار گروہ ہیں اول وہ گروہ کہ اول حال میں تیرے کام آتے ہیں جیسے ماں باپ دوسرے وہ جماعت کہ آخر زندگی میں تیری دست گیری کرتے ہیں جیسے بیٹے پوتے تیسرے وہ لوگ کہ ظاہر میں تیرے ساتھ ہیں جیسے یار دوست، چوتھے وہ فرقہ کہ پوشیدہ تیرے ساتھ گذارتے ہیں جیسے بیوی لونڈیاں، رب العالمین فرماتا ہے ان میں سے کسی پر اعتماد مت کر اور انہیں اپنا کارساز نہ جان میں ہی اول ہوں کہ تجھے عدم سے وجود میں لایا میں ہی آخر ہوں کہ تیری بازگشت میری ہی طرف ہوگی، میں ہی ظاہر ہوں کہ تجھے خوب ترین صورت پر آراستہ کیا، میں ہی باطن ہوں کہ اسرار حقائق تیرے دل میں میں نے ودیعت رکھے

توکل کے متعلق بزرگان دین کی چند سبق آموز حکایات

حضرت فرماتے ہیں" منقول ہے کہ بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا چالیس سال کی ریاضت کے بعد میں نے بیس ہزار حجاب اٹھائے اور بعجز و زاری عرض کیا کہ مجھے راہ دیں، خطاب آیا کہ اس ٹوٹے کوزے اور پھٹے پوستین کیساتھ جو تو رکھتا ہے تجھے راہ نہیں ملسکتی، فوراً میں نے انھیں بھی پھینکدیا تو ندا آئی کہ

اے بایزیدان مدعیوں سے کہدے کہ بایزید نے چالیس سال کی ریاضت کے بعد بھی جبتک ٹوٹا کوزہ اور پھٹا پوستین نہ پھینکدیا بار نپایا تم لوگ کہ باوجود اسقدر علائق دنیا کے دعوے مارتے ہو اور طریقت کو خواہش نفس کا دانہ و دام بنا رکھا ہے حاشا و کلا ہرگز بار یاب نہو پاؤ گے، منقول ہے کہ شفیق بلخی قدس اللہ روحہ کے مریدوں میں سے کسی مرید کو سفر حج پیش آیا، اپنے پیر سے رخصت طلب کی انھوں نے فرمایا جاؤ خدا کے سپرد کیا لیکن جب بسطام میں پہنچنا تو سلطان العارفین بایزید بسطامی کی قدمبوسی سے شرف ہونا اور ہماری دعا انھیں پہنچانا، جب وہ مرید بسطام پہنچے اور حضرت ابویزید کی پابوسی سے مشرف ہوئے تو انھوں نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو، انھوں نے کہا میں شفیق بلخی کے مریدوں میں سے ہوں حج کی نیت سے جا رہا ہوں، انھوں نے پوچھا تمھارے پیر کیا کام کرتے ہیں انھوں نے کہا میرے پیر نے مقام توکل درست کیا ہے اور انکا پایہ توکل اس حد تک پہنچگیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں اگر آسمان سب لوہے کا ہوجاے اور زمین سب پتھر ہوجاے نہ آسمان سے کچھ برسے نہ زمین سے کچھ اُگے اور سب خلائق میرے عیال واطفال ہوں جب بھی میں اپنے توکل سے نہ پھروں، سلطان العارفین نے فرمایا این است صعب کافری واین است صعب مشرکی، یہ ہے سخت کافری اور یہ ہے سخت مشرکی اگر ابویزید کوا ہو جب بھی اس مشرک کے مقام میں نہ اڑے، میری طرف سے اس سے کہنا کہ دو روٹیوں کیلیے خداوند تعالے کی آزمایش کیوں کرتا ہے، اگر تجھے روٹی کی حاجت ہے تو اپنے ہمجنس سے مانگ لے اور کھا تاکہ تیری شومی سے وہ شہر اور وہ ولایت خراب نہو، منقول ہے کہ حضرت اویس قرنی سے لوگوں نے کہا کہ ایک مرد تیس سال سے قبر میں پانوں ڈالے اپر بیٹھا ہوا ہے اور گلے میں کفن لپیٹے ہوے ہمیشہ رویا کرتا ہے حضرت اویس نے فرمایا مجھے وہاں لیچلو انھیں وہاں لیگئے، جب انھوں نے اسے اسطرح دیکھا تو فرمایا اے فلان تیس برس گور و کفن نے تجھے خدا سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کر رکھا ہے اور انھیں دونوں کی وجہ سے تو باز رہا ہے یہ دونوں تیری راہ کے بت ہیں وہ مرد اس بات کے راز کو سمجھ گیا اور ایک نعرہ لگا کر جان دیدی اور قبر میں گر گیا،

عبرت و نصیحت اس حکایت کو نقل کر کے حضرت فرماتے ہیں "سبحان اللہ اگر گور و کفن حجاب ہیں تو دوسری کیا چیز بندگی ہے، آجکل ہر شخص اپنے گمان فاسد اور جھوٹے خیال سے بسر ہو رہا ہے اگر دین اس آسانی سے ملتا ہوتا جیسا خلق سمجھتی ہے تو مردان خدا کے دل پانی اور انبیا و اولیا علیہم الصلاۃ والسلام کے کلیجے کباب نہوتے اے عزیز تجھے مردان خدا کے دین کی کیا خبر، جان رات دن انکی حسرت میں جلتی ہے اگر تو اپنے آپکو انمیں سے کسی کی جوتی ہی تک پہنچا سکے تو یہ خود ایک

عظیم الشان کام ہے، شوخ چشموں کو ہر شخص مشائخ عظام گنتا ہے مگر حق یہ ہے کہ مشائخ سے (اب) بجز عظام (ہڈیوں) کے باقی کچھ بھی نہیں رہا ہے، اے عزیز! شیخی کا شین اگرچہ شیر و شکر و شہد کے شین کی طرح شیریں معلوم ہوتا ہے اور اسکی نخ خوشی اور خرمی بڑھاتی ہے مگر یے جو حرف علت کا بیچ کا حرف ہے علتیں بڑھاتی اور آفتیں اور بلائیں اس سے ظاہر ہوتی ہیں رجوع اور قبول خلق زنار آہنی ہے مگر حقتعالیٰ کی عنایت سے ٹوٹ جاتا ہے، شیر نر دلیر مرد صادق چاہیے جو اس دام سے قلندر وار باہر نکل آئے، کوئی تو قطب الاقطاب کہتا ہے اور کوئی قدوہ اصحاب اور حال یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے ابتک (پوری طرح سیدھی سی) مسلمانی کا منہ بھی نہیں دیکھا، ثنا و صفت اور نیکنامی میں مغرور اور فریفتہ ہو کر گئے ہیں نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا بیشک بندے کی ثنائیں مشرق اور مغرب کے درمیان پھیل جاتی ہیں اور حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر و منزلت نہیں رکھتا، اگر مطلوب رجوع خلق ہے تو پتھر کی مورتیں مرجع اور مفید بعض لوگوں کی بنی ہوئی ہیں، اور اگر مقصود شہرت ہے تو خود ابلیس لعین بہت زائد مشہور رہے''

چوتھا سنبلہ۔ درویشان خدا آگاہ کی عبادات اور ان کے حسن اخلاق کے بیان میں ہے، اسمیں حضرت نے محبوبان خدا کی طاعت و عبادت اور انکے اخلاق کریمہ و محاسن جمیلہ دوام وضو و حضور صلوٰۃ و صوم و جوع و اکل حلال و قیام لیل و دوام ذکر و صدق و اخلاص و احسان و ایثار وغیرہ کا آیات و احادیث و ارشادات ائمہ شریعت و طریقت سے اثبات اور ان کی تشریح فرمائی اور انکی تعریف و توصیف و ترتیب و ترکیب کر کے اکابر اولیاء و صلحاء کی سیرت کریمہ کے وقائع و حکایات سے دلنشین کیا اور طالب کمال کو بتایا ہے کہ اسے اپنی زندگی اس سانچے میں ڈھالنا چاہیے۔

ہمیشہ باوضو رہنے کے فوائد و فضائل

حضرت فرماتے ہیں حضور اقدس صلعم نے فرمایا جسکو کوئی بلا پہنچے دراں حالیکہ وہ بے وضو ہو پس وہ ملامت نہ کرے مگر اپنے آپ کو، ایک گھڑی بھی بے وضو نہ رہنا چاہیے کہ مومن سالک وضو کی حمایت میں ہے پلک مارنا بھی بے وضو نہو مخدوم الملۃ شیخ مینا قدس سرہ جیسے ہی سونے سے جگتے تیمم فرماتے اور پھر وضو کی تیاری میں لگجاتے اور فرماتے اصل خلقت بشر کی پانی اور خاک سے ہے اور انھیں دونوں سے دنیا کی آگ بجھائی جاتی ہے اور بڑی امید ہے کہ آخرت کی آگ بھی (انھیں سے) بجھ جائے اہل معرفت فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمیشہ باوضو رہتا ہے حقتعالیٰ اسے سات خصلتوں کے ساتھ بزرگ کرتا ہے اول فرشتے اسکے پاس رہنے میں رغبت کرتے ہیں دوسرے کاتبان اعمال کا قلم ہمیشہ اسکے لیے ثواب لکھنے میں جاری رہتا ہے تیسرے اسکے سب اعضا تسبیح کرتے ہیں

چوتھے اس سے پہلی تکبیر فوت نہیں ہوتی، پانچویں فرشتے اسے سونے پر دیووں اور پریوں کے شر سے نگاہ رکھتے ہیں چھٹے اللہ تعالیٰ اس پر جان نکلنے کی مصیبت آسان فرماتا ہے ساتویں جبتک باوضو ہے خدا تعالیٰ کی امان میں رہتا ہے، چاہیے کہ نہ کھائے نہ پیے اور نہ بات کرے اور نہ سوئے مگر پاکی اور طہارت کے ساتھ تاکہ طہارت ظاہر کی برکت سے طہارت باطن حاصل ہو"

بزرگان دین کا نماز میں حضور و استغراق

حضرت فرماتے ہیں" موسیٰ بن جعفر سے کہا گیا کہ چند لوگوں نے آپکے آگے سے گزر کر آپ کی نماز فاسد کر دی انھوں نے فرمایا میں جسکے لیے نماز پڑھتا ہوں وہ مجھ سے اس شخص کی بہ نسبت زائد قریب ہے جو میرے آگے سے گزرتا ہے اور امام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب نماز کیلیے جانیکا ارادہ فرماتے تو (اللہ عزوجل کے خوف و خشیت کے سبب سے) رنگ بدل جانیکی وجہ سے پہچان نہ پڑتے ان سے اس بارے میں عرض کیا گیا تو فرمایا آیا یہ بھی جانتے ہو میں کس (ملک جبار قہار) کے حضوری میں کھڑے ہونیکا ارادہ رکھتا ہوں"

بزرگان دین کا روزہ

حضرت فرماتے ہیں" صوفیہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ چار روز سے زائد پے در پے افطار کرنا مکروہ ہے، اور منتخب الحقائق میں ہے کہ روزے کی دو قسمیں ہیں ایک روزہ کھانے اور پینے سے اور دوسرا روزہ گناہوں سے اور کہا گیا ہے کہ روزے کے تین حرف ہیں صاد تو نفس کو گناہوں سے صیانت (بچانے) پر دلالت کرتا ہے اور واؤ روزے دار کی اپنے اعضا پر طاعت کے ساتھ ولایت (حکومت) پر، اور میم اس پر موت تک مداومت (ہمیشہ عملدرآمد) پر اور بعض حضرات نے فرمایا میں نے اپنے گھر میں ایک دن رات کا کھانا کبھی جمع نہیں کیا ہے اور جب سے میں اسلام لایا ہوں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا ہے اسلیے کہ شکم سیری کی کنیت کفر سے کی جاتی ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بھوکے کا ہنسنا پیٹ بھرے کے روزے سے بہتر ہے"

بھوکے رہنے کے فضائل اور فوائد

حضرت فرماتے ہیں بزرگوں نے فرمایا ہے شکم سیری نہر ہے نفس میں کہ وہاں شیطان پہنچتے ہیں اور گرسنگی نہر ہے روح میں کہ وہاں فرشتے نازل ہوتے ہیں بشر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بھوکا رہنا دل کو صاف کرتا اور نفسانی خواہش کو دور کرتا اور مار ڈالتا اور دقائق کا علم پیدا کرتا ہے۔ جنید قدس سرہ نے فرمایا ہمنے تصوف قیل و قال سے نہیں پایا بلکہ بھوک اور ترک دنیا اور جن چیزوں سے (نفس کو) الفت ہے اور جو (اسے) اچھی لگتی ہیں انکے چھوڑ دینے سے پایا، اس گروہ (اہل باطن) کے نزدیک پیٹ بھر کر کھانا اسراف (فضول خرچی) ہے اور جو کچھ خواہش نفس کے لیے کھائیں وہ بھی اسراف ہے،

اکل حلال کے فضائل اور فوائد

حضرت فرماتے ہیں" اللہ عزوجل نے فرمایا یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا قوت القلوب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اکل طیب (پاکیزہ کھانے) کو عمل صالح نیک کام پر مقدم رکھا اسلیے کہ نیک کام اسکا نتیجہ ہے حضرت شیخ اسلام فرماتے ہیں کہ لقمہ بیج ہے اور عمل اُسکا پھل جتنا بیج زیادہ پاکیزہ ہوگا اتنا ہی اُسکا پھل بہتر ہوگا، مناہج میں لکھا ہے کہ ہر غذا جسے شرع نے حلال رکھا ہے اس کا اثر بحکم شرع اسکے ہمراہ ہے جیسے عدالت واستقامت وغیرہ وہ کھانیوالیکے نفس اور سب اعضا میں ظاہر ہوتا ہے اور اس وقت میں وہ ادائے عبادت کیلیے نرم اور فرمانبردار ہوجاتا ہے ثم تلین جلودھم وقلوبھم الے ذکر اللہ اسی پر اشارت ہے اور جسے شرع نے حرام کردیا ہے اس کے حلال ہونیکی وجہ مشتبہ اور پوشیدہ ہے اس غذا کا اثر مخالفت (شریعت سے) اور انحراف (حکم خدا سے) وغیرہ اسکے ہمراہ ہی اگرچہ ایک لقمہ ہی ہو اور اسوقت کھانیوالے کے نفس واعضاء میں اس عذاب کا اثر سرایت کرتا اور عصیان طغیان اور مناہی کا ارتکاب اور اخلاق ردیہ کی مباشرت ظہور میں لاتا ہے اور حدیث میں ہے کہ بیشک اللہ پاک ہے نہیں قبول کرتا مگر پاک ہی کو جو شخص چالیس روز ایسی چیز جسکی حلت میں شبہ ہو کھاتا ہے تو اسکا دل تاریک ہوجاتا ہے بس احتیاط کرنا چاہیے کہ حلال طیب کے سوا نہ کھایا جائے، جو گوشت حرام سے اُگا بس اس کیلیے آگ اولے ہے،

حلال طیب کے معنی اور بزرگان دین کا حلال طیب ہی کھانے میں اہتمام

حضرت فرماتے ہیں" حلال وہ ہے جسکی حلت پر شرع فتویٰ دے اور طیب ہے کہ دل فتویٰ دے مخدوم الملۃ شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا ایکبار ایک درویش کو منت سماجت کرکے کسی بادشاہ کے دسترخوان پر لیگئے، جب کھانا چناگیا تو درویش نے اپنی آستین سے چند روٹیاں نکال کر کھانا شروع کیں بادشاہ نے کہا یہ کھانا وجہ حلال سے ہے کھائیے درویش نے فرمایا اگرچہ حلال ہے مگر میرا دل اسکے کھانے پر فتوے نہیں دیتا، بادشاہ نے پھر کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ کھانا میں نے وجہ حلال سے تیار کرایا ہے کسواسطے نہیں کھاتے، میرے کھانیکے کھانے سے کسی کا ایمان نہیں جائیگا، درویش نے فرمایا ہاں اگرچہ ایمان نہیں جائیگا مگر ایمان کی حلاوت تو جاتی رہیگی، امام احمد بن حنبل یحیی بن معین سے بہت مصاحبت رکھتے تھے، کسی دن یحیی معین نے کہا میں کسی سے کوئی چیز نہیں طلب کرتا اور نہ یہ دریافت کرتا ہوں کہ

یہ چیز کہاں سے ہے (یعنی کس ذریعے سے حاصل کی ہے) اور اگر کوئی دیدیتا ہے تو کھا لیتا ہوں امام احمد قدس سرہ نے انکے ساتھ رہنا چھوڑ دیا۔ خواجہ یحیٰی نے کہا کہ میں نے تو یہ مزاح میں کہا تھا اور معذرت کی امام احمدؒ نے فرمایا دین کے کام میں مزاح کرتے ہو آیا نہیں جانتے کہ کھانا بھی دین کے کاموں سے ہے اور حق تعالیٰ نے اسے نیک کام پر مقدم رکھا ہے کہ فرمایا کلوا من الطیبات واعملوا صالحا،

قیام اللیل کے فضائل اور اس بارے میں محبوبان خدا کی سیرت کریمہ

حضرت فرماتے ہیں" خواجہ اویس قرنی قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ کسی شب فرماتے یہ رات رکوع کی ہے اور ایک رکوع میں رات بسر فرما دیتے دوسری شب میں فرماتے یہ رات سجود کی ہے اور ایک سجدے میں صبح کر دیتے لوگوں نے کہا اے اویس ایسی طاقت رکھتے ہو کہ لمبی راتیں ایک حالت میں گزار دیتے ہو، فرمایا لمبی رات ہے کہاں کاشکہ ازل وابد ایک رات ہو جاتی تاکہ میں اسے ایک سجدے میں بسر کر دیتا اور اس سجدے میں نالہائے زار وگریہ ہائے بے شمار کرتا (بیت)

بہ نیم شب کہ ہمہ مست خواب خوش باشند ٭ من وخیال تو ونالہائے درد آلود

اس ارشاد ربانی تتجافی جنوبھم عن المضاجع کی نسبت کہا ہے کہ یہ آیت تہجد گزاروں اور رات کو اٹھنے والوں کی شان میں ہے کہ جب رات کا پردہ گراتے ہیں اور جہان والے بالین غفلت پر سر رکھتے ہیں تو وہ حضرات اپنے گرم بستروں اور نرم فرشوں کو خالی کر کے قدم نیاز پر کھڑے ہوتے اور شب دراز میں حضرت خدا تعالیٰ سے راز رکھتے ہیں اے عزیز صبح اٹھنے والوں کیلیے اسوقت میں حضرت عزت کے سامنے عزت تمام ہے، اور عبادت کیساتھ قیام شب قساوت (سختی) دل کو دور کرتا اور محبت کو راست بناتا ہے، چاہیے کہ اپنے باطن کو گناہوں سے آلودہ نکریں کہ اسکی نحوست سے قیام شب سے محرومی آتی ہے، خواجہ ثوری قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ایک گناہ کے سبب سے قیام شب کی دولت سے پانچ ماہ میں محروم رہا، لوگوں نے پوچھا وہ گناہ کیا تھا فرمایا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ روتا تھا، میں نے کہا کہ یہ ریا کرتا ہے

ذکر اور مراقبے کے اقسام اور ان کے فضائل اور آداب اور احکام

حضرت فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا کہ تو (اس حال میں) مرے کہ تیری زبان پر خدا کا ذکر جاری ہو اور فرمایا نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اگر شیاطین بنی آدم کے دلوں کے گرد نہ پھرتے ہوتے

تو ضرور بنی آدم ملکوت آسمان کی طرف نظر کرتے پس آداب ذکر سے یہ ہے کہ جملہ اوقات میں ذکر میں مستغرق
رہنا چاہیے اور یہ کہ ذکر حضور قلب کے ساتھ ہو اور غفلت سے ضرور ذکر میں دور رہے کہ غفلت ذکر کے اندر
ذکر سے غفلت سے زیادہ سخت ہے، پس زبان و دل ذکر اور معنی ذکر سے خالی نہ رکھے کہ ایک مدت تک
اسی طرح کرنے سے ذکر دل تک پہنچ جائیگا اور اسکے بعد پھر جو ذکر پر ملازمت رکھیگا تو دل بھی کہنے سے
ٹھہر جائیگا اور خود ذکر کے معنی دل پر غالب ہو جائینگے وہ معنی کہ ان میں حرف اور آواز نہیں اسلیے کہ
دل سے کہنا بھی بات ہے اور بات اس شجر (معرفت) کا غلاف اور چھلکا ہے نہ خود عین شجر مثل کلمہ طیبہ
کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء اور ذکر از سر صدق و ارادت کرنا چاہیے، اس
امتحان کیلیے کہ جو کچھ مشائخ قدس سرہم نے فرمایا ہے مکاشفات و مشاہدات سے وہ صحیح ہے یا نہیں پس
(اگر) صدق ارادت نہو گا تو کچھ کشایش نہو گی، مخدوم الملک شیخ مینا قدس سرہ جب ذکر شروع کرنا چاہتے
اول تین بار درود شریف پڑھتے بعد اسکے یہ آیت پڑھتے فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو
علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم اسکے بعد کلمہ لا الہ الا اللہ با آواز بلند فرماتے تیسری بار میں
محمد رسول اللہ فرماتے اسکے بعد بلند آواز سے ذکر شروع فرما دیتے جبتک ذوق رہتا اور دم یاری دیتا
با آواز بلند کہتے، جب (اس ذوق و شوق کے عالم بیخودی سے) خودی میں آتے محمد رسول اللہ کہتے
اور بعد فراغ بھی درود شریف پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے اللھم انا ذکرناک علی قدر قلۃ عقلنا وعلمنا
وفھمنا فاذکرنا عندک علی قدر سعۃ رحمتک وفضلک یا خیر الذاکرین یا ارحم الراحمین
مخدوم الملک شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا ذکر کیلیے حلقہ بنا کر بیٹھنا بھی سنت مشائخ اور امر جائز اور پسندیدہ ہے
اگر ایک جماعت کو اکٹھا کرے اور انکے ساتھ ذکر کرے بہتر ہے (اسکے بعد حضرت ذکر جہر کا اثبات آیات و
احادیث و روایات سے کرنیکے بعد فرماتے ہیں) ذکر خفی کی سند (طریقہ) یہ ہے کہ سانس نکلتے وقت کلمہ
لا الہ کا با معنی تصور کرے اور سانس اندر جاتے وقت الا اللہ کا تصور کرے با معنی اور معنی لا معبود و لا مقصود
و لا موجود الا اللہ ہیں ان میں سے کسی ایک معنی کا تصور کرے، اور یہ ذکر ہر حال میں آسان ہے کھڑے بیٹھے
لیٹے خلا و ملا چلنے پھرنے کھانے پینے ہر حالت میں اسکی مداومت ہو سکتی ہے، اسقدر مداومت کرنا
چاہیے کہ اٹھتے بیٹھتے کوئی سانس بیکار نہ رہے یہانتک کہ خواب میں بھی کوئی دم خروج اور دخول کیوقت
ذکر اور معنی ذکر کے تصور کے بغیر معطل نہ گزرے اور یہ سب مجربات میں سے ہے جب کوئی سانس جاگتے میں
ضایع نجائیگی تو سوتے میں بھی ضایع نہو گی اور جب زندگی بھر اسی تصور و خیال میں رہیگا مرنے میں بھی

اسی تصور اور خیال پر ثابت رہیگا اور حشر کے دن بھی اسی تصور و خیال پر اٹھیگا نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا جیسے تم زندہ رہوگے (ویسے ہی) مروگے اور جیسے مروگے (ویسے ہی اٹھائے جاؤگے، اور یہ ذکر سوئی کے مثل ہے کہ سیج کے تاگے سے دل کو یاد مولی تعالیٰ کے ساتھ سیتا اور علمخانہ فاذکرونی اذکرکم میں فوگری سکھاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص علوم دین کو جو مایۂ حیات ابدی ہیں دل کی گہرائی سے باہر لایا جاہتا ہے تو اس ذکر خفی کے ذریعے سے میسر نہوگا اسلیے کہ کنواں سوئی سے نہیں کھودا جا سکتا، اس کنویں کی کدال ذکر جہر ہے جو شخص ذکر جہر کو اسکے شرائط و آداب اور حضور دل کے ساتھ ہمیشہ کرے تھوڑی مدت میں علوم دین کو دلکی گہرائی سے کھود کر باہر لے آئے ذکر جہر کی سند جو ہمیں اپنے پیران کرام سے پہنچی ہے یہ ہے کہ ذاکر کو چاہیے باوضو قبلہ رو چار زانو اس طرح بیٹھے کہ دہنے پاؤں کی انگلیاں الٹے زانو کے درمیان میں ہوں اور بائیں پاؤں کی انگلیاں دہنے زانو کے درمیان میں ہوں اور اب کلمۂ لاالہ کو ناف سے باواز بلند کھینچے اور سر دہنے مونڈھے کی طرف لیجائے بعدہ الاالله کی الٹی جانب ضرب (قلب پر) لگائے اسیطرح جبتک سانس ساتھ دے اور قوت رہے کرتا رہے، اور جب قوت نہ رہے تو چپ ہو کر محمد رسول اللہ کہے اس کو ذکر نفی و اثبات کہتے ہیں اور وہی معنی جو ہمنے اوپر بیان کیے دل میں حاضر رکھے اور چاہیے کہ حالت ذکر میں اپنے پیر و مرشد کی روحانیت کو مدد کیلیے اپنے پاس حاضر جانے اور پیر کا مشاہدہ اپنے تصور سے جدا نہ کرے اور جب چپ ہو تو حبس نفس کرے جسقدر ہو سکے اور حبس نفس (سانس روکنے) کی حالت میں اللہ اللہ کا تصور دل میں کرے بایں معنی کہ میں تجھے چاہتا ہوں میں تجھے چاہتا ہوں اور جب سانس لے تو تھوڑی تھوڑی کرکے لے اس (ذکر نفی و اثبات) کے بعد ذکر اثبات شروع کرے یعنی صرف الا اللہ الا اللہ اور اسکے بعد ذکر ذات شروع کرے فارغ ہونیکے بعد حبس نفس کرے جبتک ہو سکے سانس کو نہ چھوڑے اور جب طاقت نہ رہے تو تھوڑی تھوڑی کرکے چھوڑے اور ذکر اور حبس نفس سے فراغت کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم ذکرناک علی قدر قلۃ عقلنا (آخر تک جیسے اوپر گذری) اور وہ مراقبہ جو ہمیں اپنے پیروں سے پہنچا ہے یہ ہے اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ شاھدی اللہ معی مراقبہ معیت اللہ عزوجل نے فرمایا وھو معکم اینما کنتم مراقبہ برف کے ٹکڑے میں سوچے کہ یہ برف صورت پانی کی ہے لیکن پانی کہنا جھوٹ ہے اور پانی دیکھنا اور پانی جاننا سچ ہی چاہیے کہ ذکر و فکر اور مراقبے کی انواع میں سے کسی سے اپنے اوقات کو معمور رکھے تنبیہ حضرت نے یہاں اور بھی چند اقسام ذکر و مراقبے کی ذکر فرمائی ہیں ہمنے بلحاظ اختصار ستعدد پر اکتفا کیا، اور طریقہ مراقبے کا یہ ہے کہ

ذکر کرنیکی ہیئت پر بیٹھکر آنکھیں بند کر کے یکسوئی ظاہر باطن کیساتھ جس چیز کا مراقبہ کرنا ہے اسکا تصور کرے

خطراتِ ذکر کے دفع کی ترکیب

حضرت فرماتے ہیں "اگر اثنائے ذکر میں خلوت کے درمیان میں اچھی یا بُری صورتیں نظر آئیں تو ذاکر کو چاہیے کہ ان وقائع کی طرف التفات نہ کرے اور نہ ڈرے اور ولایت شیخ کی پناہ لے اور ہمت اور آگے کرے تاکہ دل کا آئینہ بتدریج طبیعت کے زنگ اور بشریت کی ظلمت سے صاف ہوجائے، اور انوار غیبی ظاہر ہوں"

انوارِ ذکر کے اقسام اور انکی تفصیل

حضرت فرماتے ہیں "ابتدائے حال (سلوک) میں یہ انوار زیادہ تر بمثال بروق ولوامع ولوائح وطوالع وفوائح ومنائح کی مثال ظاہر ہوتے ہیں ذاکر کو انکی طرف بھی التفات نکرنا چاہیے، بروق یہ ہے کہ (نور) برق کی طرح چمکے اور جلد منقطع ہوجائے اور لوامع کی چمک پے درپے ہوتی اور کچھ دیر ٹھہرتی بھی ہے اور لوائح جیسے نور آفتاب پانی یا آئینے کے عکس سے کسی جگہ پڑتا اور کچھ دیر ٹھہرتا اور پھر حجاب میں ہوجاتا ہے اور طوالع نور ستاروں اور چاند اور سورج کا ہے اور فوائح کشف نفس کشف قلب کشف روح کشف سر کشف خفی ہے اور منائح جمع منحہ کی ہے اور وہ عطیہ ہے، انوار کا منشا چند اقسام پر ہے چنانچہ ذکر لاالہ الا اللہ اور اذکار مختلفہ اور قرآن وایمان واحسان واسلام یہ سب منشا نور ہیں کہ انسے انوار پیدا ہوتے ہیں اور عبادات اور طاعتیں اور خود سالک کی روحانیت اور شیخ کی ولایت یا ولایت نبوت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ارواح انبیا واولیا علیہم السلام یہ سب منشا انوار ہیں اور انکے سوا زہد وصلاح وغیرہ بھی لیکن ہر ایک کا ذوق علیحدہ اور لون (رنگ) جدا ہے، جان لو کہ جو کچھ چراغ اور شمع اور اسکے مانند صورتیں ظاہر ہو وہ وہ نور ہے جو ولایت شیخ سے مقتبس ہے یا حضرت نبوت سے یا استفادہ علم سے یا قرآن سے یا ایمان سے اور یہ چراغ اور شمع دل ہے، اور اگر قندیل اور مشکوۃ (وہ چراغ جو قندیل میں رکھا ہوتا ہی) کی صورت میں دیکھے تو وہ نور عرفان ہے اور جو کچھ علویات کی صورت میں دیکھے جیسے ستارے اور چاند سورج وہ روحانیت کے انوار ہیں، جب آئینہ (دل) تمام صاف ہو چکا ہو تو ماہ تمام دیکھیگا ورنہ ناقص دیکھیگا، اور اگر کامل صاف ہے تو نور روح کو مثال خورشید دیکھے گا جسقدر صفائی زائد ہوگی خورشید زائد چمکدار ہوگا، اور اگر ماہ وخورشید ایک ساتھ دیکھے تو وہ ماہ دل ہے کہ نور روح کے عکس سے روشن ہوا ہے اور خورشید روح ہے، لیکن ابھی وہ پردے کے پیچھے سے طالع ہے یا خیال نے بصورت خورشید مناسب نقشبندی کردی ہے ورنہ روح کا نور تو بے شکل اور بے لون اور بے صورت ہے اور اگر ستارے

اور چاند سورج حوض یا دریا میں یا آئینے کی مانند میں دیکھے یہ بھی نور روحانیت سے ہوتا اور مختلف محلوں سے ہوتا ہے، اور کبھی یہ انوار ایمان اور طاعات اور تسبیحات و اذکار مختلف کے ہوتے ہیں کہ دل میں مشاہدے ہوتے ہیں، اور کبھی انوار صفات حق جل جلالہ کا پرتو حجاب روحانی کے پیچھے سے آئینۂ دل پر عکس ڈالتا ہے اور بقدر صفائی دل ظاہر ہوتا ہے لیکن اے عزیز یہ انوار ہر مقام میں الگ دوسرے ہی رنگ سے مشاہدہ میں آتے ہیں چنانچہ لوّامگی نفس کے مقام میں نور ازرق ظاہر ہوتا ہے، اور یہ بسبب روح کے نور کے یا نور ذکر کے ظلمت نفس سے ملجانیکی وجہ سے ہوتا ہے کہ روح کی ضیا اور نفس کی ظلمت سے نور ازرق پیدا ہوتا ہے اور جب روح کا نور زائد اور نفس کی ظلمت کم ہو جاتی ہے تو نور سرخ رنگ بے دھوئیں کی آگ کے مانند دکھائی دیتا ہے اور اگر سالک لقمۂ لذیذ سے محظوظ ہے تو اس آگ کے ساتھ دھواں بھی ہوتا ہے اور جب صفا زیادہ تر ہو جاتی ہے تو نور سپید ظاہر ہوتا ہے، اور جب نور روح دل سے امتزاج پاتا ہے تو نور سبز رنگ ظاہر ہوتا ہے اور جب نور حق تعالیٰ نور روح پر عکس ڈالتا ہے تو مشاہدہ ذوق شہود کے ساتھ ملجاتا ہے اور جب نور حقتعالیٰ روح اور دل کے حجابوں کے بغیر جلوہ گر شہود ہوتا ہے تو نور بے رنگ بے کیف و بے جہت و بمثال و بے نہایت ظاہر ہوتا ہے اور سب ہستیوں سے تعین اٹھ جاتا ہے ان سب انوار کا کشف حجب ریبی اور غیبی کے اٹھے بغیر ممکن نہیں ہے (حجب) ریبی طبعی (پردے) ہیں کہ بندے سے نسبت رکھتے ہیں اور (حجب) غیبی حقی (پردے) ہیں کہ حق تعالیٰ و تقدس سے منسوب ہیں"

حجابوں کا بیان

حضرت فرماتے ہیں" جان لو کہ جملہ انبیاء اولیا و اصفیا و اتقیا و عارف و عاشق اور مقربان بارگاہ اپنے اعمال مستحسنہ اور اپنے ظاہر و باطن کے حمائد (صفات پسندیدہ) سے استغفار کرتے رہتے ہیں تاکہ طاعت و عبادت کا عجب (گھمنڈ) مغفرت و رحمت کیلیے حجب (پردے) نہ بنجائیں (ارشاد) انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ (ابن دال ہی) اور جان لو کہ حجب نورانی سے گزرنا مشکل ہے، شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ علم حجاب نورانی ہے اس سے گزرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے اور جان لو کہ محبت (بھی) حجاب نورانی ہے یا غوث الاعظم المحبۃ حجاب بین المحب والمحبوب فاذا فنی المحب عن المحبۃ وصل الی المحبوب اور اسی طرح عشق بھی عاشقوں اور معشوقوں کے درمیان حجاب ہے اور ایسا ہی حجاب معرفت ذوالنون مصری قدس سرہ نے فرمایا میرا بڑا ذنب (گناہ) میری معرفت ہے اسکو اور ایسے ہی حجاب توحید، حسین منصور قدس سرہ نے فرمایا توحید جمال احدیت سے موحد کیلیے حجاب ہے اور اسیطرح حجاب قرب یا غوث الاعظم اہل القربۃ

یستغیثون عن القربۃ کاھل البعد عن البعد اور ایسے ہی حجاب افعال و صفات، قوت القلوب میں ہے
ذات کا حجاب صفات سے اور صفات کا حجاب افعال سے ہے اور مرصاد میں ہے کہ زمان و مکان بھی حجاب ہے
جب یہ حجاب اُٹھ جاتا ہے تو جو کچھ زمانہ ماضی میں ہو گزرا اور جو کچھ آئندہ زمانے میں آنیوالا ہے وہ سب اسوقت
معلوم ہو جاتا اور پیش و پس (آگے پیچھے) نہیں رہتا ہے، لیس عند ربک صباح ولا مساء کا راز
نقاب عزت سے باہر آتا اور فرمانِ یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت
والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن جمال دکھاتا ہے، یہ سب احوال و مقامات ذکر کے ثمرے ہیں
جب سالک بمدد ہدایت یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو (ایسا بھی) ہوتا ہے کہ اسے عالم مجاز کی طرف نفع اور ارشاد
خلق کیلیے لوٹا دیا جاتا ہے اور عالم اسکی نظر میں سایہ دکھائی دیتا ہے اور وہ خلائق کیطرف اس جمال سے
انکے محروم ہونیکی وجہ سے بنظر شفقت و مرحمت دیکھتا اور اسے انکے عالم مجازی پر جو سایے کی طرح ہے
قناعت کرنے اور عالم دنیا پر فریفتہ رہنے سے تعجب آتا ہے اور وہ بظاہر خلق کیساتھ حاضر ہوتا اور بدل اُنسے
غائب رہتا ہے، مقام کینونت و بینونت یہی ہے فرمان ربانی ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ"

صدق و اخلاص و آداب کے فوائد اور اس بارے میں مخدوم جہاں کی سیرت کریمہ کے بعض وقائع

حضرت فرماتے ہیں مرید مبتدی کو چاہیے کہ نیت خالص کرے نیز اسے حسن نیت کا عالم ہونا چاہیے اور اگر حسن نیت کا
عالم نہو تو اہل نیت کی صحبت اختیار کرے تاکہ وہ اسے حسن نیت سے آگاہ کردے اور حرکات ذمیمہ سے دور رہے
اور منجملہ حرکات ذمیمہ طلب دنیا ہے، اور جسنے دنیا طلب کی اس سے عقبیٰ چھوٹ جاتی ہے اور جسنے عقبیٰ طلب کی
اس سے مولیٰ چھوٹ جاتا ہے، اور جسنے طلب مولےٰ کی اس کیلیے دنیا و آخرت دونوں حاصل ہوتی ہیں اور
صدق کی کمی سے خطاء کی کثرت ہوتی ہے، قطب العالم شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا اعمال صلاح بندے کو
بہشت میں پہنچاتے ہیں اور آداب خداوند بہشت تک، حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا اور بندیکے درمیان ایک
حد ہے گناہوں سے باز رکھنے والی کہ جب بندہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے خدائے عز وجل اسکے دل پر مہر لگا دیتا ہے
پس ہر مومن کو چاہیے کہ گناہوں سے باز رہے اور ہمیشہ صدق و ادب سے زندگی گزارے خصوصًا وہ شخص کہ
دم محبت مارتا ہو اسلیے کہ صدور گناہ کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طلب اور محبت محال ہے، احمد غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں
اگر آج ایمان تجھے گناہوں سے نہیں بچاتا تو کل دوزخ کی آگ سے کیسے بچائیگا، مخدوم الملۃ شیخ مینا قدس سرہ
فرماتے ہیں جو آداب میں سستی کرتا ہے اسے حرمان سنت سے سزا دیجاتی ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اسے

فرائض کے حرمان سے عقوبت کی جاتی ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اسے معرفت سے محروم رکھکر سزا دیجاتی ہے
نعوذ باللہ منہا، خواجہ سری سقطی قدس سرہ فرماتے ہیں ایک رات وظیفہ ادا کر کے مینے محراب کی طرف پاؤں پھیلائے
ندا سنی کہ اے سری بادشاہوں کے دربار میں ایسے ہی بیٹھتے ہیں مینے فوراً پانؤں سمیٹ لیے اور عرض کیا کہ
تیری عزت کی قسم عمر بھر پانؤں نہ پھیلاؤں گا، اور کہتے ہیں کہ خواجہ جنید قدس سرہ کو تین سال گذر گئے تھے
کہ رات اور دن میں (کبھی) پانؤں نہ پھیلائے تھے، یہ کام ہمت سے ہے جسکی ہمت زیادہ اسکے افعال و آداب
بھی زیادہ، اور جان لو کہ اخلاص کے تین نشان ہیں ایک تو یہ کہ اسے مدح و ذم یکساں اور برابر دکھائی دے
دوسرے یہ کہ اعمال میں اعمال پر نظر چاہیے (یعنی خود وہ اعمال مقصود بالذات نہوں بلکہ مقصود اصلی حد اتعالےٰ ہو)
تیسرے طاعتوں عبادتوں میں ثواب پر ہمت نہ جمائے طاعت میں عوض کی طمع اور عبادت میں اجر اور
ثواب پر نظر زہر قاتل ہے، اے عزیز جو شخص اپنے آپکو بیقدری کی ترازو میں سلطان ہمت کے حکم سے نہ تولے
اس سے بندگی درست نہیں ہوتی، منقول ہے کہ خانقاہ مخدوم شیخ سعد قدس سرہ میں ایک غلام بچہ تھا صفیا نام
جب کبھی اُسے کوئی آواز دیتا اور بلاتا حضرت مخدوم شیخ صفی قدس اللہ سرہ جواب دیتے اور حاضر ہوتے
کہ کیا کہتے ہو، اور اصلاً انکی خاطر میں یہ نہ گزرتا کہ مجھے کوئی صفیا نہ کہیگا، سہل تستری قدس سرہ فرماتے ہیں
مینے اس کام میں نظر کی کوئی راہ نیاز سے زیادہ نزدیک نہ پائی اور کوئی حجاب دعوے سے زیادہ دشوار نہ دیکھا
بزرگوں نے فرمایا ہے علم بیج ہے اور عمل کھیت اور اسکا پانی اخلاص، محمد بن الفضل قدس سرہ فرماتے ہیں تین
چیزیں بدبختی کی علامتیں ہیں ایک[۱] یہ کہ علم دین اور عمل سے محروم کر دیں دوسرے[۲] یہ کہ عمل دیں اور اخلاص سے
محروم رکھیں، تیسرے[۳] یہ کہ نیکوں کی صحبت دیں اور ان کی خدمت اور صدق (عقیدت) سے محروم رکھیں
پس مرید مبتدی کو چاہیے کہ اپنی ذات کو حکم شیخ کے تسلیم کر دے، پس پیر کے ساتھ صدق و ادب مرید کا حال
ہو جانا چاہیے کہ اس راہ کے سلوک کی بنیاد ہی صدق پر ہے،،

بزرگان دین نے نذر اور پیشکش لینا کب جائز رکھا ہے

حضرت فرماتے ہیں مخدوم الملۃ شیخ محمد مینا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس گروہ کو فتوح (نذر اور پیشکش) لینا
اسوقت درست ہوتا ہے کہ نفس کی خواہش اور کھانے اور پینے اور پہننے کی خواہش سے بالکل باہر آچکے اور
مقام اخلاص پر کہ نازک ترین مقامات ہے ترقی کر چکے ہوں، اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بندہ شیطان سے
خلاص نہیں پاتا مگر اخلاص سے، قرآن مجید میں فرمایا ہے الا عبادك منهم المخلصين“

احسان اور ایثار اور بدی کے عوض نیکی کرنے کے فضائل اور اس بارہ میں اکابر کرام کی سیرت کریمہ

حضرت فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا ویوثرون علے انفسھم ولوکان بھم خصاصہ اسباب نزول میں ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے منقول ہے کہ بھنی ہوئی بکری درویشان صحابہ میں سے کسی ایک کے لیے لائی گئی تھی انھوں نے اسے دوسرے درویش پر جو انسے زائد حاجتمند تھے بھیجا اور انھوں نے دوسرے پر ایثار کیا اسی طرح نو اشخاص نے فقرا صحابہ میں سے ایک دوسرے پر ایثار کیا تو آیت ان ول کے مالدار درویشوں کے حق میں نازل ہوئی اور ایثار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کا حاجتمند ہو اور دوسرے کو اسکا مستحق جانکر اپنے سے اُسے دو تا کر اسے بخشدے، کسی نے امام اعظم (ابو حنیفہ کوفی) کے طمانچہ مارا، امام قدس سرہ نے فرمایا کہ میں بھی تیرے طمانچہ مار سکتا ہوں مگر نہیں مارونگا اور میں اسپر بھی قادر ہوں کہ خلیفہ کے سامنے تیری شکایت لیجاؤں لیکن (یہ بھی) نہیں کرونگا، اور میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ صبح کیوقت (جو قبول دعا کا خاص وقت ہے) تیری جفا سے حضرت الہ العالمین میں فریاد کروں مگر یہ فریاد بھی نہ کرونگا، اور مجھے یہ بھی میسر ہے کہ قیامت کیدن کمر خصومت باندھوں اور تجھسے اپنی داد لوں اور میں یہ بھی نہیں کرونگا اور اگر (بروز قیامت) مجھے نجات ملے اور میری شفاعت قبول کرینگے تو تیرے بغیر بہشت میں قدم نرکھونگا، بیت بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اسا، منقول ہے کہ امیر المومنین حسن بن علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہما کو پانچبار زہر دیا گیا اسنے اثر نہ کیا چھٹی بار جگر مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، جب قریب موت حالت پہنچی امیر المومنین حسین نے حضرت سے پوچھا کہ اے بھائی جسنے آپکو زہر دیا ہے اسے آپ جانتے ہیں فرمایا ہاں جانتا ہوں انھوں نے پھر فرمایا مجھے خبر دیجیے تاکہ اگر آپ انتقال فرماجائیں تو میں اس سے آپکا انتقام لوں اور اس سے قصاص لوں حضرت نے فرمایا اے بھائی غمازی (چغلخوری) ہمارے خاندان کے لائق نہیں اسلیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں قسم ہے عزت و جلال خداوند تعالی کی کہ اگر وہ مجھے بخشے گا اور دخول بہشت کا حکم فرمائے گا تو میں بہشت میں نہیں جاؤنگا جبتک کہ اسے (زہر دینے والے کو) بہشت میں نہ لیجاؤں، مخدوم الملۃ شیخ مینا قدس سرہ فرماتے ہیں جب اس گروہ (صوفیہ صافیہ) پر کوئی شخص کچھ ظلم کرے یا کوئی چور سامان یا مال چورا لیجائے تو وہ اسے دعاے بد نہ دے دگر نہ توکل باطل ہو جائے گا، اور یہ نظم پڑھتے نظم

ہر کہ مارا یار نبود ایزد او را یار باد ❊ ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد

ہر کہ اندر راہ ما خارے نہد از دشمنی ❊ ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

استقامت کے معنی اور اسکی فضیلت

حضرت فرماتے ہیں" (بزرگان دین کی خلاق کریمہ میں سے ایک) استقامت ہے اور وہ افعال و اقوال و احوال کے درمیان ظاہر اور باطن میں برابری اور یکساں ہونا ہے، اور روش طریقت میں کوئی درجہ استقامت سے زیادہ بلند نہیں اور استقامت کے بغیر سر منزل کمال تک پہنچنا فکر باطل اور خیال محال ہے"

پانچواں شغلہ خوف و رجا کے بیان میں ہے اس میں حضرت نے مولیٰ عزوجل کے قہر و غضب سے خوف و خشیت اور اسکی رحمت و کرم سے امید اور بھروسے کی ضرورت و اہمیت بیان فرمائی اور اسکی عملی تفسیر و تشریح اکابر مشائخ طریقت و اجلۂ ائمہ دین کے ارشادات اور ان کی سیرت کریمہ سے دکھائی ہے،،

خوف و رجا کے فوائد و فضائل اور اس بارے میں بزرگان دین کے ارشادات اور سیرت کریمہ

حضرت فرماتے ہیں" اللہ عزوجل نے فرمایا ان ربك لذو مغفرة للناس علیٰ ظلمهم ان ربك لشديد العقاب" محققین فرماتے ہیں کہ یہ آیت قواعد خوف و رجا کی تمہید ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے میں بخشنے والا ہوں تاکہ لوگ اسکی رحمت سے ناامید نہوں، اور عقوبت کرنے والا ہوں تاکہ لوگ بیخوف نہو جائیں، حدیث شریف میں اگر خدا کا عفو نہوتا تو کسی کا عیش اسے گوارا نہوتا اور اگر وعید حق نہوتا تو سب لوگ عفو پر بھروسہ کرکے عمل سے باز رہتے، جان لو کہ رجا (امید) لگام کی طرح ہے کہ بندہ کو (حقتعالیٰ کیطرف) کھینچتی ہے اور خوف کوڑے کی طرح ہے کہ اسے چلاتا ہے اور آدمی کا کمال یہ ہے کہ محبت حقتعالیٰ میں مستغرق رہے اور جو موت کے وقت سے قریب ہے اسے رجا غالب ہونا چاہیے کہ وہ محبت کو زائد کرتی ہے اور دوسرے وقتوں میں اگر مرد اہل غفلت میں سے ہے تو اسے خوف غالب ہونا چاہیے اسکے لیے رجا (امید) کا غلبہ زہر قاتل ہے اور اگر اہل عبادت میں سے ہے تو اسے رجا غالب ہونا چاہیے، اور جان لو کہ جہاں خوف ہے دلیری نہیں، اور جہاں رجا ہے وہاں فراغت (اعمال و طاعات سے) نہیں، اور دوستی میں ناراضی نہیں اور مشاہدہ میں غفلت نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا کہ حضور کی امت سے کوئی شخص بے حساب بھی جنت میں جائے گا فرمایا جائیگا وہ شخص اپنے گناہ یاد کرتا اور روتا ہے یحییٰ معاذ رازی سے لوگوں نے کہا کل (قیامت کے دن) کون زیادہ امن میں ہوگا فرمایا وہ جو آج زیادہ ڈرنے والا ہے حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت برس نہ ہنسے اور اس حال میں رہتے کہ گویا کوئی قیدی مار ڈالنے کے لئے لایا گیا ہے، لوگوں نے پوچھا اس قدر علوم اور عبادت کے باوجود آپ کیوں اس طرح جلے ہوئے

رہتے ہیں، فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ خدائیتعالی نے مجھسے کوئی کام دیکھا ہو کہ اسے ناپسند فرمایا اور فرمائے کہ تجھپر رحمت نہ فرماؤنگا، اور اکثر بزرگان دین کا یہی معاملہ رہا ہے، جو شخص نہیں دیکھتا یہ گمان کرتا کہ جو ایسے گویا نا امید ہو گئے ہیں، اب تو دیکھ کہ وہ (برگزیدگان خدا) کیسے ڈرتے تھے، کیا تجھے اس کا سوجھ سے ہے کہ (تیرے نزدیک) انکے گناہ بہت تھے اور تیرے نہیں ہیں یا انکی معرفت بہت تھی اور تجھے نہین ہے حکایت ہے کہ ایکبار خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی مرید سے فرمایا کیف اصبحت تونے کیسے صبح کی اس نے کہا بالسلامۃ والعافیۃ سلامتی اور عافیت کے ساتھ، خواجہ چیخ پڑے اور فرمایا اے بیخبر اہل بہشت کی بات اہل دنیا کس طرح کہہ سکتا ہے، جس شخص کا ایک پاؤں بہشت کے اندر ہو اور دوسرا باہر اسے بھی یہ بات کہنا حرام ہے تجھے کہ ابھی دنیا کی پستی سے بہشت کی بلندی تک ہزاروں ہزار دشواریاں عقبیٰ کی درپیش ہیں تو یہ بات کیسے کہتا ہے، یحییٰ بن معاذ نے فرمایا اے وہ لوگو جو نعمتوں اور عصمتوں میں چھپے ہوئے ہو مغرور نہو کہ بیشک اسکے ضمن میں انواع عقوبت ہے اور مغرور نہونا اوقات کے معمور ہونیسے کہ بیشک اسکے ضمن مین بہت آفتیں ہیں اور صفائے عبودیت پر مغرور ہونا پس بیشک اس میں نسیان ربوبیت ہے ذوالنون مصری قدس سرہ نے فرمایا اہل علم کا استدراج طلب جاہ و منزلت ہے اور مریدونکا استدراج انکی عطاؤں اور کراموں کی طرف دیکھتا ہے اور عارفونکا استدراج انکا حق سے کم معرفت پر استغنا ہے کہ انھوں نے معرفت کیلیے حد و نہایت بنالی ہے اور گمان کرلیا ہے کہ وہ معرفت پر چھاگئے اور جسکا مرتبہ بلند ہوتا ہے اسکا استدراج بھی زیادہ بڑا اور زیادہ باریک ہوتا ہے، ابو سعید خراز فرماتے ہیں اگر تونے ترک دنیا کر دی اور اس ترک پر فخر کیا پس یہ بڑی دنیا ہے، اور تونے دنیا کو ترک نہیں کیا، اور اگر تونے نفس کے عیب ترک کیے اور اسپر گھمنڈ کیا، پس یہ گھمنڈ بڑا بھاری عیب ہے، پس تونے اسے ترک نہ کیا اور اگر تو کوشش کرتا ہے اور اپنی کوشش ہی سے تعلق رکھتا ہے تو یہ بڑا بھاری استدراج ہے، پس تونے کوشش نہیں کی اور اگر تو (خدا سے) ڈرا اور پھر اس امن میں ہو گیا کہ میں تو ڈرتا ہوں پس ڈر سے یہ امن زیادہ بڑا ہے، اور اگر تونے توکل کیا اور پھر اپنے اسی توکل پر توکل کرلیا سوائے کفیل کے پس تونے توکل نہیں کیا اور اگر تونے خدائیتعالی کو دوست رکھا پھر تو اس محبت ہی سے اٹک گیا سوائے محبوب کے پس تونے اسے دوست نہ رکھا، پھر فرمایا قرب میں قرب دیکھنا بعد میں بعد ہے اور انس میں انس دیکھنا بڑی بھاری وحشت، اور ذکر میں ذکر دیکھنا سخت ترین فراموشی اور معرفت میں معرفت دیکھنا بڑی بھاری غفلت ہے

چھٹا سنبلہ حقائق وحدت اور ظہور آثار معرفت و محبت کے بیان میں ہے اس میں حضرت نے ان حقائق وحدت اور آثار محبت و معرفت کا بیان فرمایا ہے، بتکمیل مقامات سلوک اور ان اخلاق کریمہ سے متصف ہونے کے بفضلہ و کرمہ جل مجدہ سالک کے ظاہر و باطن پر نور افگن ہونے لگتے ہین

ساتواں سنبلہ فوائد متفرقہ کے بیان میں ہے اور اس میں حضرت نے اپنے سلسلۂ عالیہ چشتیہ مینائیہ کے بقیۃ مرشدان عظام امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے لیکر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدست اسرار ہم تک کا مختصر تذکرہ فرمایا ہے اور اسی پر کتاب ختم فرمادی ہے،

علم و عمل دونوں ضروری ہیں اور علیحدہ علیحدہ ایک کو دوسرے سے مطلقاً افضل جاننا نادرست ہے

حضرت فرماتے ہیں" ایک گروہ عوام علم کو عمل پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ درست نہیں اور دوسرا گروہ عمل کو علم پر فضیلت دیتا ہے یہ بھی درست نہیں، جاہل صوفی کہ فضول بکواس کیا کرتے ہیں اور عمل کو علم پر ترجیح دیتے ہیں، بلکہ علم کا حجاب اللہ نام رکھتے ہیں یہ انکی نہایت تن آسانی ہے اسلیے کہ چند رکعت نماز نفل پڑھ لینا بہت آسان کام ہے۔"

فرائض شریعت کو چھوڑ کر اوراد و وظائف میں مشغولی بیکاری ہے

حضرت فرماتے ہیں" بعض درویش ایسے ہوتے ہیں کہ نوافل و وظائف بہت ادا کرتے ہیں ور ذکر و فکر و مراقبہ میں مشغول رہتے ہیں لیکن حق سبحانہ کے (مقرر کردہ) فرائض میں سے بعض کو چھوڑ دیتے اور اس سے کوئی باک نہیں رکھتے ہیں میرے مخدوم مخدوم شیخ حسین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ پیر دستگیر حضرت شیخ عبد الصمد المعروف بشیخ صفی قدس اللہ روحہ کی خانقاہ میں ایک درویش (کہیں سے) پہنچا کہ رات دن طاعت و عبادت میں مشغول رہتا کبھی ذکر کرتا کبھی فکر کبھی اوراد و قرآن مجید پڑھتا، ایک لحظہ اپنے آپکو (ان سے) فرصت نہ دیتا اور ایک دم بھر پہلو زمین پر نہ رکھتا، میری نظروں میں وہ پسندیدہ آدمی معلوم ہوا ایکبار میں نے اسکے حال کی تعریف اپنے پیر دستگیر کے حضور میں عرض کی فرمایا لیس بشئی، وہ کوئی چیز نہیں، جب ایک مدت مدید میں نے اسے اسی حال پر دیکھا تو یہ سمجھکر کہ وہ اب کسی مرتبے کو پہنچگیا ہوگا پھر اسکے حال کی تعریف پیر دستگیر کے حضور میں عرض کی، حضرت نے فرمایا وہ کوئی چیز نہیں اب میں اسکے حال کی جستجو میں پڑا، ایکدن رمضان المبارک کے مہینے میں نماز عصر ادا کرنیکے بعد وہ ایک گوشے میں گیا اور میں چھپا ہوا اسے دیکھتا رہا، کیا دیکھتا ہوں کہ اُسنے افیون ازار بند کی گرہ سے کھولی اور منہ میں ڈالکر نگل گیا اور اسکے بعد مجلس شریف میں حاضر ہوگیا، اسوقت مجھے تحقیق ہوا کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس پشت براہ نے ماہ رمضان کے تمام روزے اسیطرح ضایع کیے تھے بلکہ ہر رمضان کے تمام روزے اسی طرح باطل کیے ہونگے اسلیے کہ وہ افیونی تھا اور اکثر افیونی اور حشیشی لوگ زندیق ہوتے ہیں

الا ماشاء اللہ کہ اپنی زندیقی سے خبر نہیں رکھتے ہیں

دین و ایمان کا کمال کیا ہے
حضرت فرماتے ہیں "کمالیت دین دیانتداری میں ہے اور کمالیت ایمان امانت گزاری میں"

معرفت اور محبت کا پھل کیا ہے
حضرت فرماتے ہیں "ثمرہ معرفت کم آزاری (کم ستانا) ہے اور ثمرہ محبت بہت زاری (رونا) مگر یہ نہیں کہ ہر شخص جو زار زار روتا ہو اُسکا گریہ سچا ہی ہو"

مولیٰ علی کی نماز
حضرت فرماتے ہیں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ جب نماز کیلیے کھڑے ہوتے تو آپ پر سخت لرزہ پڑ جاتا اور سخت کانپتے اور فرماتے اس امانت کے گزارنیکا وقت آگیا جسے آسمان و زمین نہ اُٹھا سکے تھے"

درویشی کی راہ موت کی راہ ہے
حضرت فرماتے ہیں "حضرت پیر دستگیر مخدوم شیخ صفی قدس اللہ روحہ فرماتے تھے کہ راہ درویشی راہ موت ہے یعنی موتوا قبل ان تموتوا اور لوگ زندگی کی تدبیر بنا کر اس راہ میں قدم رکھتے ہیں اور اکثر لوگ سکۂ درویشی کو روزی حاصل کرنیکا وسیلہ جانتے اور رجوع اور قبول خلق پر فریفتہ رہتے ہیں"

طالب صادق کی بیعت قبول کرنے میں دیر لگانا چاہیے
حضرت فرماتے ہیں "ایک طالب صادق ایک رات کسی پیر بزرگوار کی خدمت میں انابت (بیعت) کیلیے حاضر ہوا، ان بزرگ نے فرمایا کل تجھے کلاہ دونگا اور انابت میں قبول کرونگا ناگاہ قضائے الٰہی سے وہ مرد اسی رات میں مر گیا، اُن بزرگ نے بہت افسوس فرمایا اور اسوقت سے پھر اگر کوئی طالب صادق انابت (بیعت) کے لیے رجوع لاتا ہے اہل معرفت دیر روا نہیں رکھتے"

بچوں کو مرید کرنا قبل از تولد اور مردوں کو قبل از دفن بیعت میں لینا درست ہے

حضرت فرماتے ہیں "مریدی دودھ پیتے بچوں کی بھی مستحسن ہے ان کے ماں باپ کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو کسی پیر بزرگ کی انابت میں دیں، سید فتن ساکن مقام زید پور مرد نیک تھے انکے گھر فرزند نرینہ پیدا ہوا وہ حضرت پیر دستگیر مخدوم شیخ صفی قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر آئے اور فتوح (نذر) گزران کر عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے فرزند نرینہ بخشا اسے کلاہ اور شجرہ عطا فرمائیے حضرت مخدوم چونکہ نور باطن سے جانتے تھے کہ سید فتن کے گھر میں پانچ فرزند نرینہ ہونگے اور یہ بھی جانتے تھے کہ میری زندگی اُسوقت تک

نہ رہے گی لہذا پانچ کلاہ اور پانچ شجرے عطا فرمائے اور فرمایا کہ تمہارے پانچوں لڑکوں کو ہم نے مرید کر لیا
کچھ مدت بعد حضرت مخدوم نے وصال فرمایا اور سید فتن کے گھر پانچ لڑکے پیدا ہوئے، معلوم ہوا کہ آدمی
کے پیدا ہونے سے پہلے اور اسکے اس جہان میں آنے سے پہلے بھی انابت اور ارادت درست ہے، اور یہی جب
آدمی مر جائے تو جب تک اسے دفن نہ کیا ہو بر بنا الیہنا درست ہے چنانچہ دوسرے سلسلے میں اس مردہ کی
جسکا سر ہلتا تھا حکایت لکھی جا چکی ہے کہ مخدوم شیخ مینا نے اسے کلاہ اور شجرہ عطا فرمایا تو اسکے سر نے ہلنے سے آرام پایا!

مولیٰ علی کی ریاضت و مجاہدہ

حضرت فرماتے ہیں مولیٰ علی مجاہدہ و ریاضت میں ایسی شان رکھتے تھے کہ بیان میں نہیں آسکتی اور ان کے گھر میں تین تین اور چار چار فاقے (مسلسل) ہوتے، اور زند فاقے بھی ہوتے ہیں"

حضرت حسن بصری کا تقویٰ طہارت و ریاضت و عبادت

حضرت فرماتے ہیں" خواجہ حسن بصری قدس اللہ روحہ تقوے بدرجہ کمال رکھتے تھے تیس سال انکا وضو سوائے
پیشاب پہنچانے اور سونے (کی حوائج ضروریہ انسانیہ) کے وقتوں کے نہ ٹوٹا، تین روز کے بعد افطار کرتے
اور کبھی پانچ اور چھ روز بھی گزر جاتے، لوگوں نے پوچھا کہ اے خواجہ لوگ تھوڑا کھانے سے ضعیف اور بیمار
ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت سے باز رہتے ہیں تمہیں تو پانچ چھ روز گزر جاتے ہیں کہ افطار نہیں کرتے
اگر ضعیفی و بیماری زور باندھے تو کیا کرو گے فرمایا میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متابعت (پیروی)
کرتا ہوں انہیں تین اور کبھی چار اور کبھی پانچ فاقے اور کبھی چھ فاقے ہو جاتے تھے میں نے انکا خرقہ پہنا ہے
اگر انکا اتباع نہیں کرونگا تو مجھکو ان (کے پیر ودں جانشینوں) میں نہ گنیں گے اور درویش مجھے
درویش نہ مانیں گے، ہم بھی انہیں کی راہ پر جائینگے خواہ ضعیف ہوں خواہ بیمار، اور خواجہ حسن بصری کو
خوف خدا بہت تھا اتنا روتے کہ آنکھوں میں گڑھے پڑ جاتے اور بہت رونے سے بصارت کم ہو گئی تھی"

خواجہ عبد الواحد کی ریاضت و مجاہدہ و طاعت و عبادت

حضرت فرماتے ہیں" خواجہ عبد الواحد نے مرید ہونے سے چالیس سال پہلے سے مجاہدہ و ریاضت فرمائی اور عالم کامل تھے
بڑے مجتہد، اور خلق و تواضع بیحد رکھتے تھے، بہت کم کسی نے انہیں اول سلام کر پایا ہے (ورنہ) جس سے انکی
ملاقات ہوتی چھوٹا ہو یا بڑا اول شیخ عبد الواحد اسے سلام فرماتے، اور لوگوں کے سامنے ادب سے بیٹھتے اور فرماتے کہ
تم اس بادشاہ کے بندے ہو جس کی تعظیم ہم پر لازم ہے، جسے بادشاہ سے محبت ہو وہ اسکے بندوں کی تعظیم
ضرور نگاہ رکھیگا اور ہمیں خدا سے محبت ہے اور تم بندگان الٰہی ہو ہمیں تمہاری تعظیم واجب ہے کہ تمہاری تعظیم

خدائی عظیم ہے اور ہمیشہ خوف خدا تعالیٰ سے روتے اور ہمیشہ روزہ دار رہتے اور دو دو تین تین فاقے کرتے اور افطار کے وقت دو تین نوالے سے زیادہ نہ کھاتے انسے پوچھا گیا کہ آپ کیوں تھوڑا کھانا کھاتے ہیں فرمایا میں محمد مصطفےٰ و علی مرتضیٰ اور اپنے پیر کی متابعت کرتا ہوں کہ وہ بھی بھوکے رہنے کو دوست رکھتے تھے اور درویش وہی ہے کہ قولاً و فعلاً محمد مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ اور اپنے پیر کی متابعت کرے"

خواجہ فضیل عیاض کی دنیا و اہل دنیا سے علیحدگی

حضرت فرماتے ہیں "شیخ عبدالواحد زید (مرشد خواجہ فضیل) نے فضیل عیاض کو اول مشغولی یہی بتائی (کہ) خلوت اختیار کرو اور ذکر لا الٰہ الا اللہ بے گنتی اور بیشمار کہو (اس سے) حضرت کا مرتبہ یہاں تک پہونچا کہ اس زمانے کے سب درویش حضرت فضیل کی طرف رجوع ہوے، اور حضرت فضیل نے جب کہ شیخ عبدالواحد کے مرید ہوے اور انسے خلافت پائی اہل دنیا کا منہ نہ دیکھا، اور دنیا کی کوئی چیز ہاتھ میں لی سوائے اس کے جس سے روزہ افطار کرتے"

حضرت سلطان ابراہیم ادہم کا ترک دنیا

حضرت فرماتے ہیں "منقول ہے کہ ایک شخص ہزار دینار سلطان ابراہیم کے سامنے نذر لایا قبول نہ فرمائے اور فرمایا اے عزیز تو چاہتا ہے کہ میرا نام درویشوں کے دفتر سے دور کردے اور اس حقیر مقدار سیم و زر مردار سے مجھے کل قیامت کے دن محمد مصطفےٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور بزرگان دین کے سامنے شرمندہ کرے"

جسے تین مواقع میں حضوری قلب حاصل نہ ہو وہ رحمت سے محروم ہے

حضرت فرماتے ہیں "حضرت ابراہیم ادہم نے فرمایا کہ جو شخص تین جگہوں میں اپنے دل کو حاضر نہ پائے تو (جان لے) کہ نعمت اور اسرار باطنی اور رحمت کے دروازے اس پر بند کردیے گئے ہیں ایک قرآن مجید پڑھنے میں، دوسرے ذکر کے وقت، تیسرے نماز میں"

خواجہ حذیفہ مرعشی کی ریاضت و مجاہدہ و ترک و تجرید

حضرت فرماتے ہیں خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ سرہ مرید و خلیفہ سلطان ابراہیم ادہم عالم کامل اور علم سلوک میں بہت سی تصانیف والے، انھوں نے ریاضت و مجاہدہ بہت فرمایا اور فاقہ اور بھوک بیشمار اٹھائی، تیس برس انکا وضو پیشاب پاخانے اور سونے کی حوائج ضروریہ کے سوا نہ ٹوٹا، انھوں نے فرمایا ہے

درویش خالی ہاتھ، خالی پیٹ اور خالی دل ہونا چاہیے اگر درویش کے ہاتھ میں درم (روپیہ) دیکھو اُس درویش کے قریب نہ بیٹھو خواجہ حذیفہ اہلِ دولت اور مالدار لوگوں سے علیحدہ رہتے اور فرماتے اگر تیری صحبت مجھ میں اثر کرے تو میں راہ سے گر پڑوں اور درویشوں کے سامنے شرمندہ ہوں منقول ہے کہ جب اہلِ دنیا میں سے کوئی توبہ کرتا اور دنیا کو چھوڑتا (جب بھی) شیخ حذیفہ مرعشی چالیس روز تک اُسکا منھ نہ دیکھتے اور فرماتے ابھی مالداری کی بو آتی ہے، چالیس روز کے بعد تائب کو طلب فرماتے اور چمٹاتے اور فرماتے اے ولی اللہ!"

خواجہ ہبیرہ بصری کے فضائل و کمالات و ریاضات و مجاہدات

حضرت فرماتے ہیں "خواجہ ہبیرہ بصری قدس اللہ روحہ مرید و خلیفہ خواجہ حذیفہ مرعشی تیرہ برس کے سن میں عالم اور دانشمند (فقیہ) اور حافظ کلام ربانی ہوگئے تھے، ہر روز دو ختم اور ہر رات میں دو ختم فرماتے اور تیرہ برس کے سن سے آخر عمر تک خواجہ ہبیرہ کا وضو قضائے انسانی کے اوقات کے سوا نہ ٹوٹتا اور انکی عمر بہت تھی بعض کہتے ہیں اکسو تیس برس اور بعض کہتے ہیں اکسو بیس برس اور مدت العمر انکا افطار تین یا چار روز بعد ہوتا، اور جب افطار کرنا چاہتے چند ورق کتابت کرتے اور اس کتابت کے ذریعہ سے افطار کرتے

خواجہ علو دینوری کے فضائل و کمالات و مجاہدات و ریاضات

حضرت فرماتے ہیں "خواجہ علو دینوری مرید و خلیفہ ہبیرہ بصری شیخ نامدار اور عارف محرم اسرار تھے علم کامل رکھتے تھے اور حافظ کلام ربانی تھے، مرید ہونے سے پہلے تیس سال مجاہدہ فرمایا ساتویں روز کے بعد ایک چھوارا کھاتے اور ایک گھونٹ پانی پیتے، پہلے بہت آسودہ حال تھے اور بہت دینار رکھتے تھے سب مال و اسباب فقراء کو دے دیا اور فقر و فاقہ اختیار کیا، جس دن شیخ علو دینوری تارکِ دنیا ہوئے دس ہزار دینار فقیروں کو دیے اور سب اسباب دنیاوی لوگوں کو دیدیا یہاں تک کہ افطار کیلیے بھی کچھ نہ چھوڑا، فراغ دل سے عبادت خداوند تعالیٰ میں مشغول ہوئے ہر روز چند بار خوف خدا سے روتے اور بیہوش ہو جاتے جب ہوش میں آتے تو عرض کرتے الٰہی بیچارہ علو دینوری گناہگار ہے اگر تو اسے جلائیگا تو وہ کوئی طاقت نہیں رکھتا ہے، جب شیخ علو دینوری شیخ ہبیرہ بصری کے مرید ہوئے تو شیخ نے فرمایا اے علو دینوری خلوت اختیار کرو اور لا الٰہ الا اللہ کا ذکر بہت کرو انھوں نے خلوت اختیار کی اور ذکر لا الٰہ الا اللہ میں مشغول ہوئے (یہاں تک کہ سلوک کی برکت و نورانیت سے) کوئی پردہ انکی نظر میں نہ رہا عرش کے اوپر سے ثریٰ کے نیچے تک سب منکشف ہوگیا، حال ہبیرہ بصری سے عرض کیا خواجہ نے فرمایا کہ ابھی تمہارا مطلب دور ہے، یہ مقام تو مبتدیوں کا ہے اسلیے کہ عرش سے ثریٰ تک کچھ دیکھنا تو سہل کام ہے اسلیے درویش کا

مطلوب تو خالق عرش و ثریٰ ہے"

خواجہ ابو اسحٰق شامی کے فضائل و کمالات و عبادات و ریاضات

حضرت فرماتے ہیں" خواجہ ابو اسحٰق شامی قدس اللہ روحہ مرید و خلیفہ خواجہ علو دینوری صاحب سماع تھے
جب سماع[۱] سنتے سب حاضرین مجلس وجد میں آجاتے اور در و دیوار سب حرکت و جنبش کرنے لگتے جو کوئی خواجہ
ابو اسحٰق شامی کی مجلس سماع میں حاضر ہوتا وہ ہرگز گناہ کے گرد نہ پھٹکتا اور خواجہ کسی امرد اور دنیادار کو اپنی
مجلس سماع میں نہ آنے دیتے، اور اگر دولت مند دنیا سے کوئی بغیر خواجہ کی رضا کے مجلس سماع میں (کسی طرح)
حاضر ہو جاتا تا فی الحال تائب ہو کر اموال دنیا کو فقراء پر انیثار کر دیتا اور درویش اہل معرفت اور صاحب نعمت
ہو جاتا، خواجہ ابو اسحٰق جب سماع سننا چاہتے تو تین روز پہلے اس سے قوالوں کو خبر کرتے اور دوستوں سے
فرماتے کہ تیار ہو جاؤ ہم سماع سنیں گے، شیخ کے دوست دو روزے طے کے رکھتے اور بعض تین روزے
طے کے رکھتے اور قوال برے کاموں سے اپنے کو نگاہ رکھتے، اسکے بعد خواجہ سماع سنتے اور خواجہ ابو اسحٰق
ہمیشہ ریاضت میں رہتے ساتویں روز کے بعد افطار کرتے تین خرمے کھاتے اور کبھی بہ طریق ندرت
(بہت کم) تین لقمے کھانے کے نوش فرماتے، اور فرماتے کہ جو لذت بھوکے رہنے میں ملتی کسی چیز میں نہیں پائی
اور گرسنگی اور تشنگی اور برہنگی کی مشقت برداشت کرنا انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا کام ہے"

[۱] آجکل کے وہ متصدیان مشیخت جنھوں نے اپنی دوکان مشیخت کی رونق سماع ہی میں سمجھ رکھی ہے اور اپنے ہر وقت گانے بجانے میں مجبور رہنے کیلیے
حضرات اکابر چشت کا نام خصوصیت سے لیتے ہیں یہاں ذرا ایمان و انصاف کی نظر سے غور کریں اور بتائیں کہ کیا انکا مروجہ زمانہ سماع اپنی
نفس ذات و دیگر لوازم و نتائج کے اعتبار سے ویسا ہی سماع ہے جیسا حضرات اکابر چشت نے سنا ہے اور جسکا بیان اس سیرت کریمہ میں ہے
اور وہ جو اسی سبع سنابل میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کا واقعہ سماع مذکور ہے وہ ان مدعیان حال کیلیے حجت نہیں ہو سکتا خود اسمیں تصریح ہی
کہ بر غمان و دردمنداں را مباح باشد و بیدرداں و نفس پروراں را حرام بود" یعنی عشق و محبت محبوب حقیقی جل مجدہ کے درد و غم میں مبتلا عاشقان
رنجور کیلیے سماع مباح ہے اور بیدردوں اور نفس کے بندوں کیلیے حرام، وہ دردمند بھی کیسے کہ بغیر سماع انکا درد فرسا درد کسی طرح
تسکین ہی نہ پائے، وہ سماع کیلیے ایسے ہی مضطر اپنے اختیار سے قطعاً باہر ہو رہے ہوں جیسے وہ سخت پیاسا کہ جسکا دم لبوں پر آلگا
اور سوائے شراب کے کوئی حلال چیز پینے کی پاتا نہیں اب اگر شراب نہ پیے تو مر جائے لہذا بقائے جان کیلیے اب اسے شراب حلال ہے
یونہی بغیر سماع جنکی زندگی ہی پر بن آئے اسے سماع مباح ہی، جبکہ خود حضرت قاضی کی یہ عبارت دال ہے کہ بر قول امام اعظم خمر کہ
حرام است تشنہ را در غلبہ تشنگی چوں آب نیابد مباح ست واگر نخورد آثم شود و خود را ہلاک کردہ باشد و در شرع ہلاکت نفس نیامدہ است
نیز مفتیان شہر کا مطالبہ اور حضرت قاضی کا انکے جواب میں اپنی بے اختیاری و مجبوری پر خود مزامیر سے گواہی دلوانا جو اسکا ثبوت ہیں نہ کہ [illegible]

خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد فرشانہ کے فضائل وکمالات وریاضات ومجاہدات

حضرت فرماتے ہیں "خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد شانہ قدس اللہ روحہ مرید وخلیفہ خواجہ ابو اسحٰق شامی شیخ کامل تھے ریاضت ومجاہدہ بہت فرماتے اور جسپر نظر فرماتے وہ صاحب کرامت اور درویش ہوجاتا اور ہمیشہ خوف خدا سے روتے رہتے، اور فرماتے کہ دوستان خدا کا رونا اسکی جباری اور قہاری کے خوف سے ہے کہ کسی کو اسکی درگاہ بے نیاز میں چون وچرا کی مجال نہیں ہے، حافظ کلام ربانی اور علم کامل رکھتے تھے"

خواجہ ناصر الدین ابو محمد کے فضائل وکمالات وریاضات ومجاہدات

حضرت فرماتے ہیں "خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتی قدس اللہ روحہ مرید وخلیفہ خواجہ قدوۃ الدین ابی احمد چشتی ہیں، منقول ہے کہ خواجہ ابو محمد ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ اہل نعمت ہو گئے تھے انکی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ شیخ ابو محمد چار ماہ کے میرے پیٹ میں تھے کہ تہجد کے وقت میرے پیٹ میں ہلتے اور میرے پیٹ سے ذکر لا الٰہ الا اللہ کی آواز میرے کانمیں پڑتی، اور جیسے ہی ماں کے پیٹ سے باہر آئے سب بیٹھے ہوئے تھے (سب کے سامنے) کلمۂ لا الٰہ الا اللہ سات بار آواز بلند کہا اور منقول ہے کہ شیخ محمد چشتی وقت صبح عاشورا پیدا ہوئے تھے، اور دودھ نہ پیتے تھے ہر چند عورتیں انکے منھ میں دودھ ڈالتی تھیں ہرگز نہ پیتے تھے یہ ماجرا خواجہ ابو احمد کے سامنے لوگوں نے کہا، فرمایا کہ اسنے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا ہے اور خدا تعالےٰ کے دوستوں کی موافقت کی ہے، جب یہ تیرہ برس کے ہوئے تو شیخ ابو احمد نے انہیں مرید کر لیا، مرید ہونیکے بعد بارہ برس کامل یہ حجرہ میں مشغولی باطن کرتے رہے سات روز کے بعد ایک ترخرمے پر افطار کرتے اور شیخ محمد کے عہد میں چشت میں کوئی کافر نہ رہا تھا، جو کافر چشت میں (کہیں باہر سے) آتا مسلمان ہوجاتا"

خواجہ ناصر الدین ابو یوسف کے فضائل وکمالات وطاعات وریاضات

حضرت فرماتے ہیں "خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس اللہ روحہ مرید وخلیفہ خواجہ محمد چشتی جو شخص خواجہ ناصر الدین ابو یوسف کی صحبت پاک میں تین روز رہتا درویش صاحب کشف وکرامات ہوجاتا، فوق عرش سے ما تحت الثرےٰ تک اسکی نظر پڑتی اور انکے مریدوں اور معتقدوں میں سے کوئی بھی

دنیا کے گرد نہ پھٹکتا، خواجہ علم کامل رکھتے تھے چودہ برس انکا شغل لا الہ الا اللہ میں تھا تین فاقوں یا
چار فاقوں کے بعد تین لقمے کھانے سے افطار فرماتے اور جب کسی دنیا دار کا منھ دیکھتے تو انکے چہرہ میں
تغیر رونما ہو جاتا اور فرماتے مردار دنیا کی بو میرے دماغ میں گئی ہے (اسوجہ سے) عبادت میں حضور
نہیں پاتا، افسوس اس درویش کے حال) پر کہ درویشی اختیار کرے اور اہل دنیا کے ساتھ بیٹھے
مشک اور ہینگ ایک جگہ اکٹھا نہیں ہوتے اور اگر اکٹھا ہو جاتے ہیں تو مشک کی خاصیت باطل ہو جاتی ہے"

اس اعتراض کا جواب کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام دنیاداروں کے ساتھ بیٹھتے تھے ہم کیوں نہ بیٹھیں

حضرت فرماتے ہیں" لوگوں نے (خواجہ ابو یوسف سے) پوچھا کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے تو اہل دنیا کی
صحبت سے احتراض نہیں کیا ہے آپکو یہ اسقدر احتراز کہاں سے ہے، فرمایا پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام تو معصوم تھے
انھیں اغنیا کی صحبت نقصان نہ پہنچا سکتی تھی اور ہم معصوم نہیں گنہگار و خود کام ہیں ہمیں بالاوں کی صحبت مضر ہے"

خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے فضائل و کمالات و عبادات و ریاضات

حضرت فرماتے ہیں" خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ روحہ مرید و خلیفہ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف
چشتی ہیں، شیخ نامدار عارف محرم اسرار محقق بزرگوار سر قوم مقربین و ابرار تھے جو انکی خانقاہ میں تین روز
رہتا، اسکے کارہائے بستہ وکشادہ ہو جاتے اور وہ منجملہ اولیاء اللہ ہو جاتا اور مقرب خدا ہو جاتا منقول
ہے کہ جو کوئی خواجہ کا مرید ہوتا پہلے روز ماسوی اللہ کا حجاب اس سے اٹھ جاتا اور عرش سے
فرش تک انوار تجلیات اسے نظر آجاتے" انکے سب مرید صاحب نعمت تھے، خواجہ علم کامل رکھتے تھے
اور انکی کوئی حرکت و سکون اور قول و فعل بے رخصت شرع نہوتا، جو کچھ کرتے حضرت عزت کی
طرف متوجہ ہوتے اور جو ہاتف غیب آواز دیتا اسکے مطابق کاربند ہوتے، انکے زمانے میں انکا سا دوسرا نہ تھا،
مرید ہو چکے بعد بیس برس مجاہدہ فرمایا کہ پانچ چھ روز بعد افطار کرتے اسوقت شیخ ناصر الدین نے انھیں
جامۂ خلافت عطا فرمایا اور فرمایا کہ اے شیخ مودود درویش کا خرقہ وہ شخص پہنتا ہے کہ اسکے نزدیک
مدح و ذم اور قبول و رد (خلائق کا) یکساں ہو"

خواجہ حاجی شریف زندنی کے فضائل و کمالات و ریاضات و عبادات

حضرت فرماتے ہیں" خواجہ حاجی شریف زندنی

قدس اللہ روحہ مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی ہیں، ہمیشہ خلوت میں رہتے تین روزہ کے بعد تین لقمے سبزی بے نمک سے افطار فرماتے، ان کا پس خوردہ جو کوئی کھا لیتا مجذوب ہو جاتا انکی نظر اکسیر نعمت تھی، جسپر نظر ڈالتے وہ صاحب نعمت ہو جاتا، فوق عرش سے تحت الثریٰ تک اسپر کھل جاتا ایک سو بیس سال کی عمر شریف تھی، چودھویں برس سے آخر عمر تک خواجہ کا وضو سوائے قضائے حاجت کے نہ ٹوٹا، اور ہمیشہ روتے رہتے اور بار بار نعرے مارتے اور آہ آہ کہتے اور بیہوش اور بے طاقت ہو جاتے پانی ان کے چہرے پر ڈالتے جب ہوش میں آتے لوگوں نے پوچھا اسقدر رونا اور یہ نالے کس لیے ہیں فرمایا کہ ہر بار کہ یہ آیت وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون مجھے یاد آتی ہے مدہوش اور بیطاقت ہو جاتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے تو ہمیں عبادت کیلیے پیدا فرمایا ہے تاکہ رات دن اسکی عبادت کریں اور ہم عمر و زید سے مشغول ہیں، میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہو کہ کل قیامت کے دن درویشوں میں شرمندہ ہوں اور وہ کہیں کہ حاجی شریف خدا سے دوستی رکھتا تھا اور خلق سے بھی میلان رکھتا تھا، ایسی دوستی عاشقان صادق کے یہاں درست نہیں ہے اسے عاشقان صادق کے حلقے میں نہ بیٹھنے دینگے اور ایسا شخص خرقۂ درویشی کے لائق نہیں، خرقہ وہ پہنتا ہے کہ جسکے دل میں محبت خدا اور رسول کے سوا دوسری کوئی محبت نہیں ہوتی۔

خواجہ عثمان ہارونی کے فضائل و مناقب اور ریاضات و مجاہدات

حضرت فرماتے ہیں "خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ روحہ مرید و خلیفہ خواجہ حاجی شریف زندنی ہیں، صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے ستر برس کی مدت ایک وقت بھی نفس کو پیاس بھر کر پانی اور بھوک بھر کر کھانا نہ دیا اور رات کو نہ سوے، بعد تین روز کے یا چار روزہ کے افطار کرتے اور تین لقمے اور کبھی چار لقمے اور کبھی پانچ لقمے تین انگلیوں سے کھاتے اور فرماتے افسوس ہے اس درویش پر کہ رات کو سوئے اور دن کو کھانا کھاے اور پھر خود کو درویش سمجھے اور درویشوں کا خرقہ پہنے منقول ہے کہ دو سال خواجہ عثمان ہارونی نے اپنے نفس کو کھانا نہ دیا، سات روز کے بعد گھونٹ بھر پانی پیتے اور عرض کرتے الٰہی ہمیں نفس کے ہاتھ سے آزاد کر نفس مجھپر غالب آتا اور مجھسے پانی چاہتا ہے، میں اسے گھونٹ بھر پانی دیتا ہوں۔"

سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری کے فضائل و کمالات اور ریاضات و مجاہدات

حضرت فرماتے ہیں "خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ روحہ مرید و خلیفہ خواجہ عثمان ہارونی ہیں علم کامل رکھتے تھے

اور تصانیف خواجہ اطراف و نواح خراسان میں بہت ہیں تیس برس رات کو نہ سوے اور زمین پر پیٹھ نہ لگائی اور تیس سال انکا وضو قضائے حاجت کے سوا نہ ٹوٹا آنکھیں بند رکھتے تھے نماز کیوقت کھولتے تھے اور جس کسی پر حضرت شیخ کی نظر پڑجاتی ولی اللہ ہوجاتا، حافظ کلام ربانی تھے ہر روز ایک ختم اور ہر رات میں ایک ختم فرماتے اور جب ختم قرآن مجید کرچکتے ہاتف آواز دیتا کہ ہمنے تیرا ختم قبول کیا"

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے فضائل و کمالات و ریاضات و مجاہدات

حضرت فرماتے ہیں " خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ مرید و خلیفہ خواجہ معین الدین چشتی ہیں ماں کے پیٹ سے سعید پیدا ہوے ، خواجہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ خواجہ قطب الدین میرے پیٹ میں تھے ہر آدھی رات کو پیٹ کے اندر رہتے اور یا اللہ یا اللہ یا اللہ آواز دیتے اور میں آدھی رات سے ایک گھڑی دن تک یہ آواز سنتی آدھی رات تھی کہ خواجہ پیدا ہوے تمام گھر نور سے بھر گیا خواجہ کی والدہ کو اس سے ہیبت آئی جب خواجہ نے سر باہر نکالا تو وہ نور آہستہ آہستہ کم ہوا ہاتف نے آواز دی اے خواجہ کی والدہ یہ نور ہمارے اسرار کا ہے کہ ہم نے تیرے فرزند کے دل میں رکھدیا ہے تاکہ وہ ہمارے اسرار کے نور سے منور ہو، جب حضرت خواجہ چار برس چار روز کے ہوے تو حضرت کی والدہ نے انہیں خواجہ معین الدین کی خدمت میں بھیجا خواجہ معین الدین نے خواجہ قطب الدین کی تختی لیکر لکھنا چاہی ہاتف نے آواز دی اے معین الدین ہمارے قطب الدین کی تختی لکھنے میں توقف کرو کہ حمید الدین ناگوری آتا ہے ہمارے قطب کی تختی وہ لکھیگا اور وہی تعلیم کریگا اسدن خواجہ قطب الدین اوش میں تھے اور قاضی حمید الدین ناگور میں، ہاتف نے آواز دی کہ اے حمید الدین اوش میں جاکر ہمارے قطب کی تختی لکھو اور انھیں تعلیم دو، قاضی حمید الدین نے آنکھیں بند کیں اور طرفۃ العین میں اوش جا پہنچے خواجہ قطب الدین سے پوچھا کیا لکھوں، انھوں نے کہا لکھیے سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام قاضی حمید الدین نے پوچھا کہ سبحان الذی پندرھواں سیپارہ ہے تمنے قرآن مجید کس کے سامنے پڑھا ہے فرمایا میری ماں پندرہ پارے یاد رکھتی ہیں ماں کے پیٹ میں میری نظر ماں کے دل پر پڑی اور وہاں سے میں نے خدا تعالیٰ کی تعلیم سے یاد کرلیے، منقول ہے کہ خواجہ معین چشتی نے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو چالیس روز متواتر خواب میں دیکھا اور ارواح مشائخ کرام ہمراہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام حاضر ہیں ، اور حضور نے فرمایا کہ اے معین الدین قطب الدین بختیار کاکی دوست خدا ہے اسکو خلافت دو اور خرقہ گلیم پہناؤ، اور ایک رات حضرت ذوالجلال کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرمایا کہ اے معین الدین قطب الدین بختیار کو خرقہ گلیم عطا کرو اور خلافت دو کہ وہ میرا

اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے، تو خواجہ قطب الدین نوجوان تھے اور ڈاڑھی نہ نکلی تھی، کہ خواجہ معین الدین نے خرقہ پہنا دیا اور اپنا خلیفہ بنا دیا۔

سبع سنابل پر اعتراضات کے جوابات

بحمدہ تعالیٰ اس کتاب کے پر فوائد مضامین کے مختصر بطور نمونہ اقتباسات تمام ہو گئے، اور اگرچہ ان سے بہت زائد سے محض بخوف طوالت و گرانباری مصارف طبع و اشاعت مجبوراً قلم روکنا پڑا تاہم یہی اقتباسات قدردان اور حق پسند ناظرین پر اس کتاب سراپا انتخاب کے محاسن ظاہری باطنی روشن کرنیکے لیے کافی ہیں، لیکن بمقتضائے مضمون شعر ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است ٭ گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

کینہ جو اور عناد پرور طبیعتیں اس کتاب مستطاب پر بھی جو خود بارگاہ رسالت سے سند قبول پا چکی ہے خواہ مخواہ اعتراض جمانے اور اپنے عیب زبردستی اوس پر تھوپنے سے باز نہیں رہیں لہذا فقیر پر ضرور ہے کہ ان نچلی بیٹھنے والی طبیعتوں کی بھی خدمتگذاری کرتا چلے جہاں تک اسوقت فقیر کا علم ہے اب تک دو اعتراض اس کتاب پر سننے میں آئے ہیں۔

اعتراض اوّل یہ کہ حضرت میر عبدالواحد قدس سرہ نے اسی سبع سنابل سنبلہ دوم صفحہ ۱۶ میں یہ حکایت لکھی کہ "مردے بود از سلطان المشائخ منکر واز راہ درویشاں ایشاں متنفر و اعتقاد بدر درویشے دیگر داشت روزے از اں درویش پرسید کہ مرا آرزوے ملاقات خضر پیغامبر علیہ السلام بسیار است اگر بعنایت شما ملاقات میسر شود عنایت بندہ نوازی و سرفرازی باشد آں درویش گفت روزے کہ در خانقاہ سلطان المشائخ سرود و سماع باشد بیا آنروز خضر علیہ السلام آنجا حاضر میشود و نگاہبانی نعلین و کفشہائے مردم میکند آں مرد از انکار خود پشیماں گشت در روز سماع در خانقاہ ایشاں آمد و با خضر علیہ السلام ملاقات کرد و از وے فائدہا گرفت"، تو حاصل اعتراض یہ کہ اس حکایت میں حضرت خضر کی (جو ایک قول پر نبی تک ہیں) توہین کی کہ انھیں حضرت سلطان المشائخ کا خدمتگار اور وہ بھی ایسا کہ انکی مجلس سماع کے حاضرین کی نعلین (جوتیوں) کا نگہبان بتایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراض بعض منتسبان سلسلۂ مداریہ نے اس عناد و بغض کی بنا پر جڑا کہ حضرت میر قدس سرہ المنیر نے اسی سبع سنابل کے اسی سنبلۂ دوم میں انکے سلسلۂ مداریہ کا منقطع ہونا ثابت فرمایا ہے لہذا ان مداریوں نے جوش عناد و بغض میں اس بنائے فاسد پر کہ ہمارے حضرت نے ایک نبی کی توہین خود کی یا کم از کم روا رکھی حضرت میر کی تضلیل و تکفیر تک نوبت پہنچائی، غرض یہ اعتراض کسی نے بھی کیا ہو اعلٰحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی قدس سرہ جو منجملہ اجلہ خلفائے سلسلۂ حضرت میر قدس سرہ المنیر ہیں اسکے متعلق چھاؤنی میرٹھ سے ڈاکٹر احسان علیصاحب انصاری نے استفتا کیا، اور حضرت مولانا نے بحکم شریعت و بپاس حمایت جانب محبوبان خدا و بنظر خدمت حضرت میر قدس سرہ المنیر اس اعتراض کے تین شافی و کافی مدلل و مفصل جواب دیے جو ہم یہاں درج کرتے ہیں جواب اوّل اولیائے کرام

قدست اسرارہم کو اسمیں اختلاف ہے کہ یہ حضرت خضر جو اکثر اکابر سے ملاقی ہوتے ہیں آیا وہ خضر موسیٰ علیہما الصلاۃ والتسلیم ہیں جنکی نبوت میں اختلاف ہے اور صحابیت میں شبہ نہیں یا ہر دورے میں ایک ولی بنام خضر ہوتا ہے یعنی مناصب ولایت سے ایک عہدے کا نام خضر ہے کہ جو اس عہدے پر قائم ہوگا اسی نام سے پکارا جائیگا جیسے غوث کا نام عبداللہ و عبدالجامع اور انکے دونوں وزیر دست چپ و راست کا نام عبدالملک و عبدالرب جنکو امامین کہتے ہیں اور اوتادِ اربعہ کا نام عبدالرحیم و عبدالکریم و عبدالرشید و عبدالجلیل یونہیں جو عہدہ نقابت پر ہو اسے خضر کہا جائیگا اسکا اپنا نام کچھ ہو ایک جماعت عظیم صوفیہ کرام اسی قول دوم پر ہے اور بہت حکایات سے اسکا پتہ ملتا ہے حافظ الحدیث الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کی تائید کی اصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں" قول بعضھم ان لکل زمان خضر او انہ نقیب الاولیاء وکلما مات نقیب اقیم نقیب بعدہ مکانہ ویسمی الخضر وھذا قول تداولتہ جماعۃ من الصوفیۃ من غیر نکیر بینھم ولا یقطع مع ھذا بان الذی ینقل عنہ انہ الخضر ھو صاحب موسی علیھما الصلوٰۃ والسلام بل ھو خضر ذلک الزمان ویؤیدہ اختلافھم فی صفتہ فمنھم من یراہ شیخا او کھلا او شابا وھو محمول علی تغائر المری وزمانہ واللہ تعالیٰ اعلم اس ولی مسمّٰی بخضر کا جمیع اولیاء ورکنا اپنے دورے کے اولیاء سے بھی افضل ہونا ضرور نہیں بلکہ افضل نہونا ضرور ہے غوث بالیقین اس سے افضل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دورے میں سلطان کل اولیاء ہے یونہیں امامین یونہیں افراد یونہیں اوتاد یونہیں بدلا یونہیں ابدال کہ یہ سب یکے بعد دیگرے باقی اولیائے دورہ سے افضل ہوتے ہیں امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں ان اکبر الاولیاء بعد الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم القطب ثم الافراد علی خلاف فی ذلک ثم الامان ثم الاوتاد ثم الابدال اھ اقول والمراد بالابدال البدلاء السبعۃ لما ذکر بعدہ ان الابدال السبعۃ لا یزیدون ولا ینقصون وھولاء ھم البدلاء اما الابدال فاربعون بل سبعون کما فی الاحادیث تو کیا ضرور ہے کہ عہد کرامہد حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خضر حضور سے افضل ہو بلکہ ممکن ہے کہ حضور کا خادم ہو حضور کا لقب بیاق عرش پر قطب نظام الدین لکھا ہے اور یہ قطب اور غوث شے واحد ہے نہ وہ قطب کہ ہر شہر ہر قریہ ہر لشکر کا جدا ہوتا ہے غالباً اسلیے حضور کا لقب سلطان المشائخ ہوا کہ قطب سلطان اولیائے دورہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور خادم کہ اپنے مخدوم کے مہمانوں کی خدمت کرے وہ درحقیقت مخدوم ہی کی خدمت ہے اور اس سے خادم کی کوئی اہانت نہیں ہوتی بلکہ

ممکن ہے کہ اس دورے کا خضر خود حضرت سلطانی کا مرید ہو اور مرید تو کوچہ شیخ کے کتونکی بھی تعظیم
کرتا ہے اور اس میں اسکی اہانت نہیں، بلکہ اور ترقی عزت وبلندی مرتبت ہے من تواضع للہ
رفعہ اللہ، اللھم ارزقنا حسن الادب مع اولیائک بجاھھم عندک آمین انت محب السائلین

جواب دوم حکایت مذکورہ میں صرف ذکر نگہبانی ہے یہ بیان نہیں کہ وہ حفاظت بطور خدمت تھی
نہ حفاظت معنی خدمتگاری میں متعین، باپ اپنے بچوں یا استاد اپنے شاگردوں کو تعلیم شناوری کیلیے
سنت ہی بھیجے اگر دریا میں بھیجے اور خود کنارے پر بیٹھا انکے لباس ونعال کی حفاظت کرے کوئی
عاقل اسے خدمتگاری نہ کہیگا بلکہ رحمت وشفقت ونوازش وپرورش حکایت میں یہ صورت ہونا کس نے
محال کیا فان واقعۃ عین یتطرق الیھا کل احتمال کما نص علیہ العلماء فی غیر ما مقال

جواب سوم یہ دونوں جواب اہل ظاہر کے مدارک پر تھے ورنہ لسان حقائق کے طور پر معاملہ بالکل معکوس ہے
وہم کرنیوالا اصطلاح قوم سے ناواقفی کے باعث کمال عظمت کو معاذ اللہ موجب اہانت گمان کرتا ہے اور
اہل ظاہر پر انکار کلمات اہل اللہ میں اکثر بلا اسی دروازے سے آتی ہے ان کی اصطلاح کو اپنے مفہوم پر
حمل کرتے اور خطا میں گرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح ٭ سندیاں را اصطلاح سند مدح ٭ در حق او مدح و در حق تو ذم
در حق او شہد و در حق تو سم ٭ در حق او ورد و در حق تو خار ٭ در حق او نور و در حق تو نار
تو چہ دانی زبان مرغاں را[1] ٭ کہ ندیدی گہے سلیماں را

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور مجمع علما تھا بعض کلمات منسوبہ باولیا پر رائے زنی ہو رہی تھی ہر ایک
اپنی سی کہتا اور اعتراض کرتا ایک صاحب کہ اس جماعت میں سب سے اعلم تھے خاموش تھے بادشاہ نے
عرض کی آپ کچھ نہیں فرماتے، فرمایا یہ سب صاحب میرے ایک سوال کا جواب دیں تو میں کچھ کہوں
سب ان عالم کیطرف متوجہ ہوے انھوں نے فرمایا آپ حضرات بولی کتے کی سمجھتے ہیں سب نے کہا نہ
کہا بلی کی؟ کہا نہ، کہا سبحان اللہ تم مقر ہو کہ ارذل خلق اللہ کی بولی تم نہیں سمجھتے اولیا کہ افضل خلق اللہ ہیں
انکا کلام کیونکر سمجھ لوگے، امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں علمائے مصر جمع ہو کر ایک مجذوب کی زیارت کو
گئے انھوں نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا "مرحبا بعبید عبیدی مرحبا میرے بندے کے بندوں کو"، سب
پریشان ہو کر لوٹ آئے ایک صاحب جامع ظاہر وباطن سے ملے اور شکایت کی انھوں نے فرمایا ٹھیک
تو ہے تم سمجھے نہیں، تم خواہش نفس کے بندے ہو رہے ہو اور انھوں نے خواہش نفس کو اپنا بندہ کر لیا ہے

[1] خود حضرت سلطان المشائخ کی اس بارے میں حکایت گزری - محمد میاں عفی عنہ

تو انکے بندے کے بندے ہوئے، اب سنئے اصطلاح قوم میں نعلین کونین کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل نے
اپنے بندے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی اپنے دونوں جوتے اتار ڈالو
کہ تم پاکیزہ جنگل طوی میں ہو، مفسر علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف
بتفسیر نیشاپوری میں اس آیہ کریمہ کی تاویل یعنی معنی بطور اہل اشارات وحقائق میں فرماتے ہیں اترك
الالتفات الی الکونین انك واصل الی جناب القدس یعنی نعلین سے دونوں جہان مراد ہیں انہیں
اتار ڈالو یعنی انکی طرف التفات نکرو کہ تم بارگاہ قدس میں پہنچ گئے، اقول نعل قطع راہ میں معین ہوتی ہے
اور مقصد اولیا، وصول بحضرت کبریا ہے اور دنیا و آخرت دونوں اس راہ کی قطع میں معین، دنیا یوں
کہ اس میں اعمال سبب وصول جنت ہیں، اور آخرت یوں کہ وہیں وعدۂ دیدار ہے، معہذا طالبان مولےٰ
لذات کونین کو زیر قدم رکھتے ہیں اور جو زیر قدم ہو اسے نعل کتنا مناسب ہے، حدیث میں ہے الدنیا حرام
علی اھل الاٰخرۃ والاٰخرۃ حرام علی اھل الدنیا والدنیا و الاٰخرۃ حرام علی اھل اللہ
دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر اور دنیا و آخرت دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر
رواہ الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نیز نعل زوجہ کو کہتے ہیں کما فی القاموس وغیرہ
اور دنیا و آخرت دونوں سوتیں ہیں شعر فان من جودك الدنیا وضرتها ۔ ومن علومك علم اللوح والقلم
سیوطی اشارہ ہے حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے کہ فرماتے ہیں من احب دنیاہ اضر باٰخرتہ ومن
احب اٰخرتہ اضر بدنیاہ فاٰثروا ما یبقٰی علی ما یفنٰی جو اپنی دنیا کو پیار کریگا اسکی آخرت کو نقصان
ہوگا اور جو اپنی آخرت کو پیار رکھے گا اسکی دنیا کو ضرر ہوگا تو باقی کو فانی پر ترجیح دو رواہ احمد والحاکم
عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح، اور مدار دنیا بنیۂ بشری پر ہے اور مدار
مثوبات آخرت عقل تکلیفی پر اور وجد و سماع کے غلبے میں انکے زوال کا اندیشہ، خصوصاً جب قوت ضعف ہو
اور برکت صاحب مجلس سے تجلی شدید اقوی واقع ہو تو بدن فنا یا عقل زائل ہو جانا کچھ بعید نہیں، حضور پرنور
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز پڑھا رہے تھے جب سجدے میں گئے مقتدیوں میں سے ایک مرید کا جسم گھلنا شروع
ہوا یہانتک کہ گوشت پوست استخواں کسی کا نام نشاں نہ رہا صرف ایک قطرہ پانی رہ گیا، حضور نے بعد سلام
روئی کے پھوئے میں اٹھا کر دفن فرما دیا اور فرمایا سبحان اللہ ایک تجلی میں اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا
لہذا سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام اپنی قوت و مدد سے ان کی دنیا و آخرت کی یعنی بنیۂ بشری
و عقل تکلیفی کی حفاظت فرماتے تھے لہذا یہ کمال عظمت ہے یا معاذ اللہ اہانت" الخ مختصراً

اعتراض دوم کا قصہ یہ ہے کہ [illegible] اشرفعلی [illegible] تھانوی سرگروہ حال وہابیہ ہند (جنکی بارگاہ رسالت میں سخت دریدہ دہنی اور ملعون گستاخی ان کی ملعون رسلیا بزور مسماۃ حفظ الایمان سے روشن) رسالہ الامداد صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ پر مرید کا ایک خواب چھپا ہے جس میں اسنے کلمے میں اشرف علی رسول اللہ کہا، پھر جاگ درود پڑھنی چاہی تو اللھم صل علے سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی پڑھا، مریکو ان پر ایسا ہی خیال رہا اسپر تھانوی صاحب نے اسے جواب لکھا کہ اس واقعے میں تسلی تھی کہ جسکی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہی یہاں صاف صاف ان تھانوی صاحب نے اپنے آپ کو نبی کہلوانا اپنا کلمہ پڑھوانا اپنے اوپر اپنے آپکو نبی بناکر درود پڑھوانا نہ صرف جائز رکھا بلکہ اسے اپنے مریدین کیلیے تسلی بناکر اور دوسرے اپنے مریدوں کو بھی ترغیب دی کہ وہ بھی اسی طرح تھانوی صاحب کو نبی کہہ کر انکے نام کا کلمہ پڑھکر انپر درود بھیجکر تسلی حاصل کیا کریں، جب اس ملعون وشنیع کفر خبیث وقطیع واضح وصریح پر حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ اور دیگر علمائے اہلسنت بالخصوص منتسبین ومتوسطین حضرت امام اہلسنت دامت برکاتہم نے تحریراً وتقریراً اعتراض کیا مسلمانوں کو اسکی خباثت اور شناعت پر توجہ دلائی تو بعض کاسہ لیسان تھانوی نے برسوں جان مارکر بہت کچھ خاک چھان کر بڑی تلاش اور جستجو کے بعد بزعم خویش اپنے پیر کے الزام کفر میں دوسرے اکابرین کو بھی محض زبردستی لپٹنے کیلیے سبع سنابل شریف کی اس عبارت سے "بخدمت شیخ یوسف چشتی مردے بہ نیت بیعت در آمد سر در قدم خواجہ نہاد وگفت بہ بیعت آمدم خواجہ درحالتے بود گفت اگر بگوئی لاالہ الا اللہ چشتی رسول اللہ ترا مرید گیرم چوں آں مرد راسخ وصادق بود بفور اقرار کرد خواجہ اورا بہ بیعت دست داد ونعمت مشرف گردانید بعدہ گفت بشنو من کیستم وچہ کس باشم یکے از کمینہ بندگان درگاہ رسول ہستم وکلمہ ہمان است" چشتی رسول اللہ دکھاکر لگے بغلیں بجانے کہ دیکھو کچھ ہمارے ہی پیر (تھانوی) نے اپنے آپکو رسول اللہ کہنے کو تسلی بخش نہیں بتایا ہے بلکہ تمہارے پیر (حضرت میر) نے بھی اپنی کتاب سبع سنابل میں حضرت شیخ یوسف چشتی سے اپنے آپکو چشتی رسول اللہ کہلوانا نقل کیا ہے تو ہم تم برابر ہوگئے، اس اعتراض کے مفصل ومدلل جواب جناب مکرم ذوالمجد والکرم مولانا ومولوی حافظ سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی زادت فضائلہم نے جو حضرت امام اہلسنت قدس سرہ کے خلفائے مجازین سے ہیں دیے ہیں جنکا خلاصہ مع قدرے اضافہ ہم درج کرتے ہیں اولاً بزرگان دین کے احوال واقوال کی نقل میں بدمذہبوں معاندوں نے بہت دست اندازیاں کی ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف تک کو نہ چھوڑا امام المحدثین شیخ شہاب احمد بن حجر المکی رحمۃ اللہ علیہ فتاوائے حدیثیہ میں فرماتے ہیں

وایاک ان تغتر ایضا بما وقع فی الغنیۃ لامام العارفین قطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

فانہ دسہ علیہ فیہا من سینتقم اللہ منہ والا فہو بری من ذلک الخ ان حضرات اکابر دین کی ولایت و
کرامت کا وثوق اسکی کافی شہادت ہے کہ ان سے ایسے کلمات جو کفر و ضلالت ہوں سرزد نہیں ہو سکتے تو سبع
سنابل والی اس عبارت میں یا کسی بد مذہب کا تصرف ہوا اور کوئی کلمہ بدلا گیا، یا عبارت میں تحریف ہوئی گو اس
عبارت میں یہ بھی ہے کہ خواجہ در حالتے بود ممکن ہے کہ وہ حالت ایسی ہو جس پر شرع مطہر مواخذہ نہیں فرماتی
ایسی حالت میں بے ارادہ و اختیار کوئی کلمہ زبان سے نکلا، اور بعد تنبہ من کیستم و چہ کس باشم و یکے از کمینہ بندگان
درگاہ رسول ہستم و کلمہ ہمان (محمد رسول اللہ) است فرمایا، اور اس شخص کو بیعت کیا جو توبہ کی متضمن ہوتی ہے تو تھانوی جی
کی حالت تو یہاں سے بقدر رسے بھی اس حکایت سے جدا ہو گئی کہ وہ آجتک اپنے نفس ذلیل کو "اشرف علی رسول اللہ" کہلوا کر
تسلی دینے پر مصر ہیں، ثانیاً خود وہابی بتلائیے آیا انکے نزدیک خواجہ کیطرف اس کلمے کی نسبت باطل ہے یا صحیح
اگر باطل ہے تو پھر اسکا اس عبارت کو پیش کرنا جنون سے کم نہیں اور اگر حضرت خواجہ کی طرف اس کلمہ کی نسبت
اسکے نزدیک یقینی ہو تو وہ بتلائے کہ آیا اس نسبت کی وجہ سے وہ اس کلمے کو جائز کہیگا اور ایسی تلقین روا رکھیگا
جب تو وہ کفر کا مجوزہ ہو کر خود بھی کافر ہو گیا فان الرضاء بالکفر کفر شفا شریف میں ہے وکذلک قال فیمن تنبأ
وزعم انہ یوحی الیہ قالہ سحنون وقال ابن القاسم دعی الی ذلک سرا وجہرا قال اصبغ وہو کالمرتد لانہ کفر بکتاب اللہ
مع الفریۃ علی اللہ وقال اشہب فی یہودی تنبأ وزعم انہ ارسل الی الناس وقال ان بعد نبیکم نبی انہ یستتاب ان کان
معلنا بذلک فان تاب والا قتل وذلک لانہ مکذب للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی قولہ لا نبی بعدی مفتر علی اللہ فی دعواہ
علیہ الرسالۃ والنبوۃ بمثل ہذہ الخزعبیلات" علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وقد یکون
فی ہولاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوۃ" اور اگر اس کلمے کو کفر مانتا ہے تو اسکے پیش کرنے سے اشرف علی کو
کیا فائدہ پہونچیگا، کیا ایک کلمۂ کفر کی نسبت کسی بزرگ کی طرف اس کفر کو مباح کر دیتی ہے ثالثاً اور یہ بات تو
وہابی کیا سمجھے گا کہ اولیائے کرام کی اصطلاحات ہیں انکے کلام کی صحیح مراد وہی سمجھ سکتے ہیں جو ان اصطلاحات کے
عارف ہوں، ولہذا انکے بعض اکابر نے صاف تصریح کر دی کہ جو ہماری اصطلاحات کا عارف نہیں اسے ہماری
کتب میں نظر حرام ہے جیسا کہ اسکی بحث اوپر مفصل گزری، کیا یہ وہابی حلاج کے کلمہ کو دیکھ کر اشرف علی کو خدائی کے
دعوے کی اجازت بھی دیگا اور فرعونی دعوے کر گزرنیکے بعد پھر اسکی تائید میں حسین بن منصور اور ان کے امثال
بزرگان دین کے کلام کو پیش کریگا، اگر نہیں تو کیوں کیا حضرت خواجہ کی نسبت ایک کلمہ کا کسی کتاب میں لکھا ہونا
دعوائے رسالت کو اشرف علی کیلیے مباح کر سکتا ہے اور حسین بن منصور حلاج کا کلمہ جسکی نسبت میں تردد نہیں ہے
اشرف علی کیلیے خدائی کے فرعونی دعوے کو مباح نہیں کر سکتا، وجہ فرق کیا ہے، حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صوفیہ کرام کی

اصطلاحات ہیں، رموز خاص ہیں، ہر شخص انکے کلام سے انکی مراد نہیں سمجھ سکتا اسلیے وہ حضرات ہر کس و ناکس کو اپنی خاص کتابیں دیکھنے اور اپنے مخصوص کلمات سننے تک کی اجازت نہیں دیتے جیسا کہ اسی سوانح میں اوپر گزر چکا پھر انکا کوئی کلمہ اگر گوش زد ہو جاے تو جبتک انہیں کے گروہ کے حضرات سے استعانت نہ کیجاے حل نہیں ہوتا اور انسے دریافت کیا جائے تو حقیقت صاف روشن ہو جاتی ہے کہ وہ کلمہ جو بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتا تھا اصلاً مخالف شرع نہیں حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے منقول ہوا کہ فرمایا خضضنا بحرا وقف الانبیاء علی ساحلہ یعنی ہمنے ایسے سمندر میں غوطے لگائے کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام اسکے کنارہ پر کھڑے ہیں، بظاہر یہ جملہ کسقدر مہیب اور خوفناک معلوم ہوتا ہے اور ظاہر بیں اس سے اس وہم میں پڑجاتا ہے کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام پر اپنی فضیلت نکالتے ہیں مگر عرفا جو ان حضرات کے انداز کلام اور رمز سخن کے ماہر ہیں انہیں ایک لحہ بھی تردد نہیں ہوتا انسے دریافت کیجیے تو فرمادیتے ہیں کہ یہ کلام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی مدح و ثنا میں بہترین کلام ہے جس میں قائل نے یہ بتایا ہے کہ ہم سب تو خواہشات کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں اندیشہ ہے کہ کہیں غرق نہ ہو جائیں مگر امید اسلیے بندھی ہوئی ہے کہ اپنے غلاموں کو غرق سے بچانیکے لیے انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کنارہ پر تشریف فرما ہیں، اب غور کیجیے تو اطمینان ہوتا ہے کہ واقعی اس جملہ کا یہی مطلب ہے اور جسکی طرف بظاہر ذہن سبقت کرتا ہے وہ مطلب ہرگز نہ تھا اور عارفین کے وہم میں بھی وہ بات خطور نہ کر سکتی تھی کوئی بیدین اس معنی کا لفظ زبان سے نکالتا تو ممکن تھا مگر یہاں تو اثر صلیبصا کی بد زبانی اور شان انبیا علیہم الصلاۃ والسلام میں بیباکی اور گستاخی پے در پے انکے اقوال سے ثابت ان کی اور ان کے فرقے کی عادت اور حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم کی جناب میں ان کی سخت گستاخانہ روش معلوم ان کے پیشواؤں کا ختم نبوت یعنی آخریت کا منکر ہونا انکی تصانیف میں مطبوع اور ان سے مشہور، انکے مقتداؤں کے در پردہ نبوت اور وحی کے دعادی انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ ہم استاذی کے ادعا انکی کتابوں میں چھپے ہوے موجود، پھر انکا رسالہ عوام کیلیے ہے انکی خاص اصطلاحیں اور مخصوص رموز نہیں اور ہوتے بھی تو وہ زندہ ہیں ملامت کی بوچھار ہونیکے بعد اپنا مطلب ایسا صاف بیان کردیتے جس سے اطمینان حاصل ہو سکتا، جیسا کہ حضرت ابو یزید کے مبارک کلام کے مطلب کو سنتے ہی اطمینان ہو جاتا ہے گو کہ اثر فعلی کا طرز عمل اور انکے فرقے کی عادت اسکے قبول کرنیسے مانع ہوتی مگر وہ تو آجتک اس کلام کی کوئی توجیہ ہی نکر سکے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ قائل کے ذہن میں بھی اسکے کوئی معنی صحیح نہ تھے اور طویل زمانے کی فرصت میں وہ کوئی صحیح معنی پیدا نکر سکا پھر اسکو اس سے کیا نسبت

مجموعۂ اوراد حضرت کی جن تصانیف کا پتہ اسوقت تک چلا ان پر مختصر تبصرہ ختم ہو چکا، ان تصانیف کے علاوہ حضرت کا ایک قلمی مجموعۂ اوراد ہمارے پاس ہے، جس میں حضرت نے کچھ اوراد

و وظائف بعض اعمال و تعویذات اور بعض اکابر صوفیہ مثل امام احمد غزالی و شیخ المشائخ نجم الدین کبریٰ قدست
اسرارہم کے علم سلوک و تصوف میں بعض مستقل رسائل و فوائد اور خود اپنے نظم فرمائے ہوئے شجرہائے طریقت
و نسب و دیگر فوائد جمع فرمائے ہیں، نیز حضرات جد اکرم سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ نے بھی اپنے مرتبہ مسودہ
مجموعۂ اعمال میں حضرت میر قدس سرہ کے بعض اعمال و نقوش و ادعیہ و اوراد جمع کیے ہیں، ہم ان دونوں
مجموعوں سے یہاں چند اعمال و نقوش و ادعیہ وغیرہ فائدہ عام کیلیے درج کرتے ہیں صلاۃ العاشقین
چار رکعت نماز اللہ عزوجل کی محبت پیدا ہونیکے واسطے آدھی رات میں پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد
سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ شریف) پڑھے اور اسکے بعد پہلی رکعت میں سو بار یا اللہ اور دوسری میں سو بار
یا رحمٰن اور تیسری رکعت میں سو بار یا رحیم اور چوتھی رکعت میں سو بار یا ودود پڑھے، اور سلام پھیرنیکے بعد
ننگے سر کھڑے ہوکر سو بار یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا ودود کہکر بیٹھے اور اب دس بار درود شریف پڑھکر یہ مناجات
پڑھے "الٰہی دل مارا روشن گرداں و باطن مارا منور گرداں و آباداں و مونس خویش گرداں و از غیر خویش
بیزار گرداں بفضلك وكرمك وبرحمتك يا ارحم الراحمين وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد
واله واصحابه اجمعين اسے صلاۃ العاشقین بھی کہتے ہیں اور یہ ایک سر ہے اسرار الٰہیہ میں سے جس پر
اولیاء اللہ ہی عمل کرتے ہیں، اسکا ثواب بہت ہے جو اسے بجا لائیگا وہ انشاء اللہ تعالیٰ اسے پائیگا، اور اگر
کوئی شخص آدھی رات میں نہ پڑھ سکتا ہو تو وہ نماز عشاء کے بعد جب چاہے پڑھے برائے رویت نبی صلعم
اگر کوئی شخص حضور اقدس صلعم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے اچھی باتیں
دریافت کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ مہینے کے پہلے جمعہ کی رات میں غسل کرے اور نماز عشاء پڑھنے کے بعد بارہ رکعت
نفل تین سلاموں سے (یعنی چار چار رکعت کرکے) اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ مزمل
ایکبار پڑھے، اور سلام پھیرنیکے بعد ہزار بار درود شریف پڑھے، پھر باوضو سو رہے، جب خواب میں زیارت
جمال جہاں آرائے نبوی علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام سے مشرف ہو تو جو چاہے عرض کر سکتا ہے مگر ضرور ہے
کہ نیک ہی کام عرض کرے فوائد مزمل شریف جو شخص سورۂ مزمل شریف ہمیشہ پڑھتا ہے اللہ عزوجل دنیا میں
اسکی روزی میں وسعت دیتا اور اسکے کاموں کو نیک کرتا ہے، ہر مہم کیلیے اس سورہ مبارکہ کو ہزار بار پڑھے اور
روزی اور عیش و آرام سے زندگی بسر ہونیکے لیے اکتالیس بار پڑھے دانت کا درد دور ہونے کے لیے
ایک بار اول درود شریف اور پھر آیت الکرسی شریف ایکبار اور اسکے بعد ایکبار یہ دعا پڑھے "من كرب العظيم
والعظيم اسکے بعد آخر میں درود شریف پڑھکر چھری پر دم کرے اور اس سے یہ نقش لکھ کر کاٹے یعملوا

چوری گئی ہوئی چیز کا پتہ لگنے کیلیئے اگر کسی کا غلام بھاگ جائے، سامان چوری جائے تو نماز عشا کے وقت وضو کرکے سات بار سورۂ والشمس اور سات بار سورۂ واللیل اور ایک بار یہ دعا پڑھے اور داہنی کروٹ پر سو رہے، خواب میں کسی شخص کو یہ کہتے دیکھیگا کہ اٹھ اور فلاں جگہ جا تیرا غلام وہاں ہے یا فلاں اسے لے گیا ہے مجرب ہے، دعا یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللھم اٰمنت بک توکلت علیک وکفرت بالجبت والطاغوت فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لاانفصام لھا واللہ سمیع علیم یاحی یاقیوم یاعالم الغیب اجعل لی من ھذا فرجا ومخرجا" **ہکلا پن دور ہونے کیلیے** ان آیات کو لکھے اور دھو کر پیے، جبتک زبان کھل نجائے یہی عمل کرے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی "،

بھاگے ہوئے کے واپس آنیکے لیے، اگر کسی کا غلام بھاگ گیا ہو یہ نقش کاغذ پر لکھکر تیہر کے نیچے دبائے ان شاء اللہ تعالےٰ وہ فوراً واپس آئے"

۴	۹	۲
۳	۵	۷
۸	۱	۶

نماز کی توفیق ملنے کیلیے یہ اسم شریف پڑھے "یاکلکائیل بحق جبار الذی خضع کل جابر لجبروتہ یاکلکائیل"

فرزند نرینہ کے لیئے، عورت اور مرد دونوں باوضو قبلہ رو بیٹھیں اور یہ آیۂ کریمہ مع بسم اللہ شریف عورت کے بائیں پہلو پر ناف کے نیچے تک لکھے، اور ایک کاغذ کے پرزے پر بھی لکھکر بائیں طرف لٹکادے اور اسے حوائج ضروریہ کے بغیر وہاں سے کھولے نہیں (اور اب قربت کرے) اور یہ نیت کرے کہ اگر فرزند نرینہ ہوگا تو اسکا نام محمد رکھونگا، واؤ اور میم اور دوسرے حروف چشمے دار کھلے لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولو ان قراٰنا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتےٰ بل للہ الامر جمیعًا لو انزلنا ھذا القراٰن علےٰ جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔ **پانی برسنے کے لیے** اسّی بار یہ رباعی پڑھے،

خلقے ہمہ در گشت اے صانع پاک	ہستند برائے قطرۂ آبے غمناک
سقائے سحاب را بفرما ز کرم	تا آب زند بر سرِ ایں مشتے خاک

دعائے مجبانہ، محبوب کو خواب میں دیکھنے کیلیے اکتالیس بار پڑھے، اول و آخر درود شریف اور داہنی کروٹ پر سو رہے، مجرب ہے دعا یہ ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم زین بملازمۃ عتبۃ بابک اشباحنا وروح بنا سمۃ الطاف جنابک ارواحنا غرقنا بحار جبروتک وشوقنا الی عالم ملکوتک سکرنا شراب صاف محبتک

وقونا فی سبیلک برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ اجمعین

برائے جملہ مہمات، اگر کسی کو کوئی ایسی حاجت یا ایسا غم پیش آئے جو کسی طرح دور نہوتا ہو اسے چاہیے کہ یہ دعا جمعرات کے دن صبح کے وقت پڑھے، (دس روز اسے پڑھتے) نگذر ینگے کہ بحکمہ جل مجدہ اسکی حاجت برآئیگی شیخ الاسلام شیخ الشیوخ مرشد الدین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اسکی حاجت روا نہو تو قیامت کے دن اسکا ہاتھ میرے دامن میں ہو، دعائے بزرگ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحان اللہ القادر القاھر القوی الکافی یا حی یا قیوم لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

دفع تپ و لرزہ اس آیت کو سات بار پڑھکر مریض پر دم کرے اور ایک لکھکر دھو کر پلاوے بعونہ تعالیٰ شفا پاوے لایرون فیہا شمسا ولا زمھریرا، ان سب اعمال کی سب سنی بھائیوں کو اجازت ہے جبکہ وہ جائز مقصد کے لیے نیک نیت سے کریں،

تصرفات وخوارق عادات اوپر کے بیانوں سے حضرت کے فضائل وکمالات ومرجعیت و مقبولیت عام پر کافی روشنی پڑچکی ہے اور ساتھ ہی خود حضرت ہی کی تصانیف سے ہم یہ بھی دکھا چکے کہ جیسا اب رسم زمانہ ہے اگلے اکابر کرام قدست اسرارہم کشف وکرامات کو وہ اہمیت نہیں دیتے تھے جو آجکل دیجاتی ہے کہ اسکے لیے فرضی حکایات اور باطل روایات تک گڑھنے سے باک نہیں ہی، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف کرام قدست اسرارہم نے اپنے اجداد واکابر عظام قدست اسرارہم کے تصرفات و خوارق عادات کے جمع وتحریر واعلان وتشہیر کیطرف کبھی خاص توجہ نہ فرمائی بلکہ اسکے برخلاف انہیں ہمیشہ ستر حال میں اہتمام مدنظر رہا، اور باوجودیکہ یہ خاندان برکات پشتہا پشت سے جامع فضل کمال ظاہری و باطنی چلا آتا ہے اور اس خاندان شرف کے اکابر حضرات تو اکابر حضرات انکے خدام اور فیض یافتوں کے روزمرہ کے اقوال واحوال وافعال سے چلتے پھرتے ظہور خوارق وتصرفات ہوتا رہا ہے جو مشہور خاص وعام ہے مگر ہمارے اسلاف کرام اپنی تصانیف وتحریرات میں اپنے اکابر عظام کی اس طرح کی خوارق عادات و تصرفات سے بہت کم تعرض فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انکے اتباع میں ہمنے بھی حال کی رسم زمانہ کے برخلاف اس بارے میں زیادہ قلم فرسائی نہیں کی اور صرف بطور نمونہ اظہار واقعہ کیلیے ان چند مستند وقائع کے بیان پر اکتفا کیا جو خود ہمارے اسلاف کرام نے کہیں کہیں ضمنا وتبعا لکھدیے یا دوسرے مستند سوانح نگاروں نے بیان کیے، میر آزاد مآثر الکرام میں لکھتے ہیں کہ ایکبار چور حضرت کے دولت خانے میں آیا،

اندھا ہو گیا، یہ معلوم کر کے فریاد کرنے لگا حضرت نے اسکی فریاد پر اسے معاف کر دیا اور توبہ کرا کے اسکے لیے دعا فرمائی حق تعالی نے اسکی آنکھوں میں روشنی اور بینائی اسے پھر عطا فرمائی، نیز اسی کتاب میں ہے کہ ایک کافر جن حضرت کے دست حق پرست پر دولت اسلام سے مشرف ہوا تھا، ہمیشہ حاضر خدمت رہتا اور حضرت کی خدمت بجا لاتا، نیز یہی علامۂ آزاد شجرۂ طیبہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت کو جنون کی تسخیر اور انکی اذیت اور آسیب کے دفع کرنے میں ایسی قدرت تھی گویا کہ خاتم سلیمانی قبضے میں رکھتے تھے اور ہر ایک جن بمنطوق آیہ کریمہ یعملون لہ مایشاء حضرت کے احکام کا غاشیۂ امتثال اپنے کندھوں پر رکھتا تھا اور حضرت کے کشف صحیح کا ایک واقعہ حضرت کے خلیفہ حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے تذکرے میں آگے آتا ہے،

عقد نکاح و اولاد امجاد حضرت نے یکے بعد دیگرے دو عقد فرمائے اور دونوں سے صاحب اولاد ہوئے پہلی بیوی سے حضرت سید میر عبد الجلیل قدس سرہ فقیر کے جد اعلی صاحبزادے اور بی بی مریم صاحبزادی تھیں اور عقد ثانی سے تین صاحبزادے حضرت سید فیروز اور حضرت سید یحیی اور حضرت سید طیب قدس سرہم اور ایک صاحبزادی مسماۃ بی بی شاہا تھیں عہ یہ عقد ثانی حضرت نے قنوج میں محلہ احمدی ٹولہ کے شیوخ عثمانی میں فرمایا تھا (شجرہ وغیرہ) اور عقد اول کی نسبت جناب پھوپھا صاحب سید حسین حیدر صاحب بلگرام سے وہاں کی کسی صاحب کی کتاب انساب سے ایک خلاصہ لکھ لائے اس میں یہ تحریر ہے کہ وہ بلگرام میں محلہ قاضی پورہ میں قاضی عبد الدائم صاحب کی صاحبزادی سے قبیلۂ شیوخ عثمانی میں فرمایا تھا، واللہ اعلم حضرت کی ان سب اولاد امجاد کے حالات ہم قدرے تفصیل سے آگے درج کرینگے

معاش ظاہری مستقل وجہ معاش ظاہری میں اس پانسو بیگہ زمین کے علاوہ جو حضرت نے اکبر بادشاہ کے نذرانے میں سے بعد جد و کد بسیار قبول فرمائی تھی اور ہماری نظر میں نہیں، حضرت کے مجموعۂ اوراد کے ایک ورق میں ایک جگہ گانوں سے وصول زر کا یہ حساب لکھا ہے جسکی نقل ہم یہاں تبرکاً و تیمناً حضرت کی اصل عبارت میں کرتے ہیں، بتاریخ بست و ہشتم ماہ رمضان از دیہ رسید مبلغ پنج روپیہ کرت دیگر روپیہ کرت دیگر روپیہ و شش تنکہ کرت دیگر بست و شش تنکہ

وصال شریف سو برس سے زائد عمر شریف ہوئی اور اس طویل مدت میں بہت سے گمگشتگان بادیۂ ضلالت کو راہ ہدایت اور طلبگاران منزل وصال معبود کو وصل مقصود فرما کر شب جمعہ ستر ہویں ماہ رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ میں اپنے وطن آبائی بلگرام میں اس عالم فانی سے اس عالم جاودانی کیطرف نقل مکان فرما کر محبوب حقیقی کے وصل تحقیقی سے کامیاب و شاد کام ہوئے (مآثر الکرام وغیرہ) حضرت کے ایک ارادت مند بندگی مفتی محمد میاں قنوجی نے حسب ذیل قطعۂ تاریخ نظم کیا

عہ ان بی بی صاحبہ کی تاریخ وصال خود حضرت نے اپنے مجموعۂ اوراد میں پندرہ ذی قعدہ ۹۶۵ھ ہجری تحریر فرمائی ہے حضرت کی اصل عبارت یہ ہے (وفات والدۂ پچھان پانزدہم ماہ ذی قعدہ سنہ ۹۶۵ھ)

قطعہ تاریخ وصال حضرت میر عبدالواحد قدس سرہٗ

سحر غنودم زدیدم کرمی سرو فلک ٭ گزیدہ نیل ردا تا سینہ بر شاقم ٭ زسالکان رہ ارشاد کس بسر نبرد
کرشدہ بہ تیر فنا ہا وہ طریقت گم ٭ موحدے کہ بسر وجود واحد بود ٭ بغار کشف چو صدیق ثانی دوم
شکست باصرہ مردمی اجل کو بود ٭ بفیض خانہ چشم وجود رام روم ٭ ازیں ترانہ برم آمد و بگفت خرد
کرائے لب تو موالید فیض را شدہ ام ٭ زسال فوت و شب وصل و روز عرس گو ٭ کہ می برم بر کرد بیاں چرخ نہم
برفت واحد صوری معنوی گفتم ٭ ہزار و ہغدہ شب جمعہ ماہ صوم سوم

یہ تاریخ صوری و معنوی ہے مگر بیس عدد زائد ہوتے تھے انھیں اس لطیف تعمیہ سے نکالدیا کہ واحد صوری جسکے ۱۹ عدد ہیں اور واحد معنوی (۱) مجموعہ بیس عدد کم کردیے گئے مزار منور حضرت میر قدس سرہ العزیز کا اپنے وطن آبائی بلگرام میں زیارتگاہ خاص و عام ہی (نص تبصرۃ آثار وغیرہ) عرس شریف کے بارے میں فقیر اسوقت نہیں جانتا کہ ہوتا ہے یا نہیں،،

اولاد امجاد حضرت میر سید عبدالجلیل خلف اکبر حضرت میر قدس سرہ نے چونکہ فقیر کے اجداد کرام میں ہیں لہذا انکا تذکرہ علحدہ مفصل مستقل عنوان کے ماتحت لکھا جائے گا، بقیہ اولاد کا ذکر یہاں درج کیا جاتا ہے

حضرت سید فیروز قدس سرہٗ زوجۂ ثانیہ سے حضرت کے فرزند اکبر ہیں اپنے زمانے میں مرجع اکابر و اصاغر تھے نہایت عظیم القدر اور رفیع الشان نہایت سخی و فیاض اور احاجت روائی خلق میں یگانہ زمانہ اول سے آخر تک اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ سے تعلیم و تربیت پائی اور فیوض و کمالات ظاہری و باطنی حاصل فرمائی، اور تمام کتب درسیہ پڑھیں اور افاضل روزگار سے ہوے بعد وصال حضرت میر عبدالواحد قدس سرہ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ حضرت سید فیروز ہی اپنے والد ماجد کے سجادے پر رونق افروز ہونگے مگر حضرت سید فیروز نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید طیب کو سجادے پر اجلاس کرایا اور فرمایا کہ خدمت سجادہ تم کرو اور درویشوں اور اہل خانقاہ کی خدمت ہم کرینگے چنانچہ آپ ہر وقت رات اور دن اپنے باورچیخانہ میں مہمانوں اور مسافروں اور اہل خانقاہ کیلیے عمدہ عمدہ کھانے مہیا رکھتے اور غریبوں اور حاجتمندوں کی چار سو لڑکیاں جنکے سرپرست انکے بیاہ کردینے کی وسعت نرکھتے تھے حضرت نے اپنے پاس سے ہر ایک کا لائق جہیز اور دیگر ضروریات مہیا فرماکر انکا بیاہ کرادیا، سو برس کے قریب کمال عظمت و اقتدار کیساتھ زندہ رہے اور اس سب عظمت و اقتدار کے باوجود ایک دم بھی یاد مولی سے غفلت میں نہ گزرنے دیا، تمام شب طاعت و عبادت میں بیدار رہتے اور مراقبے اور وظائف اوراد میں مستغرق رہتے ۵ محرم سنہ ۱۰۶۶ھ میں وصال فرمایا

اور اپنے حضرت والد بزرگوار کے پہلو میں جانب شرق آرام فرمایا آپکے وصال کے بعد آپکے چھوٹے بھائی حضرت سید طیب
بہت غمگین تھے مگر آپکو دفن کرکے جب قبر سے باہر آئے تو بہت خوش و خرم تھے حاضرین نے متعجب ہوکر سبب پوچھا
فرمایا میرے برادر اعظم نے مجھسے وعدہ فرمایا کہ تم غمگین نہو ساٹھ روز کے بعد تم بھی مجھسے پھر آملو گے آخر ایسا ہی ہوا
رحمہما اللہ تعالیٰ آپکا عقد نکاح قبیلہ شیوخ عثمانی بلگرام میں ہوا اور دو صاحبزادے سید مصطفےٰ اور سید مرتضیٰ
اور دو صاحبزادیاں بی بی ملوکرا اور بی بی پیاری آپکے اعقاب رہے (شجرہ و مآثر و کاشف وغیرہ)

سید مصطفےٰ حضرت سید فیروز کے پہلے صاحبزادے بہت صاحب ثروت اور جمعیت تھے بادشاہ عالمگیر سے
ملاقات کی عالمگیر نے حضرت کی بہت تعظیم و توقیر کی اور مصافحے کیلیے ہاتھ بڑھایا انکا عقد نکاح بی بی صاحب
دختر سید مسعود بن سید شاہ محمد بن سید عبد الغفار بن سید تاج الدین جد القبیلہ تاجوزئی سے ہوا تھا، اور ان سے
نکے دو صاحبزادے سید داؤد اور سید دیوان اور دو صاحبزادیاں عقب رہیں، ایک صاحبزادی کا عقد سید
غلام اشرف بدلے زئی سے ہوا تھا اور دوسری کا سید عبد الرحمٰن سے

سید داؤد بہت وجیہ و مکرم و مبجل و صاحب دیانت و امانت و نقاوت و طہارت تھے اور علم تکسیر میں بہت
بڑی قدرت رکھتے، اور مردانگی و بہادری میں یگانہ زمانہ تھے، انکا عقد سید عطاء اللہ عرف اوتا ابن سید جیون
بن سید عبد الحلیم ابن سید پیارے ابن سید بدر الدین جد القبیلہ بدلی زئی کی صاحبزادی سے ہوا، (شجرہ)

حضرت سید یحییٰ قدس سرہ زوجۂ ثانیہ سے حضرت میر قدس سرہ المنیر کے دوسرے فرزند ہیں مجموعہ اوراد کے ایک ورق پر خود
انکے حضرت والد ماجد کے دستخط مبارک سے انکا سال ولادت اسطرح تحریر ہے "تولد فرزند رشید یحییٰ شب دوم از ماہ ذیقعدہ کہ
شب اول ہفتہ بود وقت سحر سنہ ۹۸۵ھ" فرزند یحییٰ کی پیدائش ماہ ذیقعدہ کی دوسری شب میں کہ وہ ہفتے کی پہلی رات تھی (یعنے
شب یکشنبہ) صبح کیوقت سنہ ۹۸۵ھ میں ہوئی حضرت عالم عامل فاضل کامل محدث حمید حافظ کلام مجید تھے ابن حجر الحانی سے

[1] میر آزاد نے مآثر الکرام وغیرہ میں حضرت سید یحییٰ کا سن ولادت سنہ ۹۸۵ھ تحریر فرمایا ہے اور اسکی سند یہ لکھی ہے کہ انھوں نے خود حضرت میر عبد الواحد
کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کتاب کے گوشہ میں دیکھا اور غالبًا میر آزاد ہی کے اعتماد پر حضرت جدی سید شاہ حمزہ صاحب اور دوسرے بعد کے سوانح نگاروں نے اسکو اختیار کیا ہے
مگر ہمارے پاس جو حضرت کا مجموعہ اوراد ہے اسکی عبارت وہ ہے جو ہمنے بعینہ متن میں درج کی جسمیں صفر کو حسب عادت قدما گول مجوف دائرے کی شکل میں لکھا ہے
اور غالبًا اسکو میر آزاد نے دیکھا اور صفر کے دائرے کو اپنے زمانے کے کاتبوں کی روش پر قیاس کرتے ہوئے پانچ کا ہندسہ سمجھکر ان کے لفظوں میں تصریح خمس و
ثمانین و تسع بانہ کردی حالانکہ یہ جیسا کہ ہمارے جد امجد حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب نے اسی مجموعہ اوراد کے اسی ورق سے ملحق ورق پر افادہ فرمایا
دو وجہ سے غلط ہے اولیٰ یہ قدما اور خود حضرت میر عبد الواحد کے رسم الخط کے خلاف ہے خود حضرت نے اسی ورق پر اپنی ایک صاحبزادی بی بی جیو کے سال ولادت
سنہ ۹۷۵ھ میں پانچ کا ہندسہ حسب دستور قدما بائے دو چشمی کی صورت اسطرح ہ تحریر فرمایا ہے دوسرے کہ خود حضرت میر عبد الواحد نے اسی جگہ اپنے چھوٹے صاحبزادے

سکی قرات فرماتے کہ سننے والے بیخود ہو جاتے میر آزاد مآثر الکرام میں فرماتے ہیں سید یحییٰ فرشتے تھے بصورت انسان
اور اس آیۂ صدق پیرایہ کے مصداق" وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا" اور شجرہ طیبہ میں
فرماتے ہیں کہ تقدس ذاتی اور صفات ملکی میں ملاء اعلیٰ سے گوئے سبقت لیگئے تھے دنیا و مافیہا سے کنارہ کش
صاحب جلال عالی اور مقامات متعالی تھے، نہایت خشوع اور خضوع اور انکسار میں عمر شریف گزاری، عاشق جمال
یزدانی تھے، رات دن اداے طاعت و عبادت میں ریاضت و مجاہدہ اور طالبان علوم ظاہر و باطن کے افادہ کا
شغل رہتا، اول سے آخر تک اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ کے شاگرد رشید تھے حضرت کی تصانیف سے کتاب
مستطاب میزان الاعمال و معیار الاحوال مسئلہ جبر صوری و اختیار معنوی میں ہے، غایت شیرینی اور نہایت متانت
سے اس میں اس ادق معرکۃ الآرا مسئلہ کی توضیح و تشریح فرمائی اور بہت سے حقائق و معارف اور اذواق و مواجید
ارباب معرفت اس میں درج فرمائے ہیں (شجرہ کاشف مآثر وغیرہ) یہ کتاب بحمدہ تعالیٰ فقیر کے کتبخانہ میں موجود و محفوظ ہے
تین صاحبزادیوں سے آپ کی نسل عقب رہی پہلی صاحبزادی کا عقد سید محمد فاضل بن سید عبد الحکیم بن سید
ابو القاسم بن سید جان محمد بن سید محمود بہتہ سے ہوا اور دوسری کا سید ابو الخیر بن حضرت سید عبد الجلیل جد فقیر سے
اور تیسری کا سید جیون بن سید عبد الحکیم بن سید پیارے بن سید بدر الدین جد القبیلہ بدلے زئی سے، ان سب کی
اولاد کی تفصیل شجرۂ طیبہ میں ہے، بعد وصال حضرت اپنے والد ماجد کے چبوترۂ مزار سے علیحدہ دوسرے چبوترہ پر
جانب شرق دفن ہوے (شجرہ کاشف مآثر وغیرہ) **حضرت سید طیب قدس سرہٗ**
زوجۂ ثانیہ سے حضرت میر قدس سرہ الانور کے تیسرے صاحبزادے اور بلگرام میں حضرت کے صاحب سجادہ تھے
مجمع کمالات صوری و معنوی فاضل اجل عارف اکمل مقتدائے دہر ولادت باکرامت حضرت کی نویں ربیع الآخر
روز یکشنبہ ڈیڑھ گھڑی دن ۹۸۶ھ میں ہوئی، مجموعۂ اوراد میں خود حضرت کے والد ماجد قدس سرہ کے
دستخط خاص سے ہے" تولد سید طیب روز یکشنبہ بمقدار یک نیم پاس بود نہم ماہ ربیع الآخر ۹۸۶ھ" حضرت کی ذات
ایسی قدسی صفات تھی کہ اگر ثقلین اس پر ناز کریں زیبا اور زمین و زماں فخر کریں تو بجا ہے، حضرت آیت تھے
آیات الٰہی سے خلف الصدق و دودمان رسالت صاحب مجاہدات و مکاشفات منبع حسنات و مظہر کرامات
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین عالم نحریر جہبذ خبیر جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول صاحب
مرآۃ الجہاں لکھتے ہیں کہ حضرت کے معاصرین حضرت کی منقبت میں یوں مدح سرا ہیں" میر سید طیب اللہ تعالیٰ
انکی عمر بڑھائے اور دولت زائد کرے آج عالم کا قوام اور بنی آدم کی برکت انکی ذات سے ہے اور مرتبہ قطبیت
و ابدالیت و غوثیت و افرادیت اور جو کچھ کہا جا سکے انکی ذات میں موجود ہے دولت مادر زاد رکھتے ہیں؛

اور بلحاظ کثرت عبادت گویا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ سیکڑوں کرامات کیسا تھ ظاہر ہوئے ہیں اگر مجتہدین
اس مقبول بارگاہ صمد اور نخبۂ اولاد احمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھتے تو بیر جوان امام کہتے، جب سے صاحب شعور
ہوے نماز قضا نہ کی، اور اگر حضرت کا وجود اب سے پہلے ہوتا تو مجتہدین اور سلف صالحین میں حضرت کا
شمار ہوتا اور آج اگر کوئی ائمہ سلف کو دیکھنا چاہے تو حضرت سید طیب کا مشاہدہ کرے میں کیا ہوں کہ ان کے
احوال عالیہ و مقامات متعالیہ کا بیان کر سکوں اسکے لیے زبان چاہیے اور دل اور فہم درکار ہے آج وہ زبان
کہ انکی ثنا کر سکے اور وہ دل کہ انکی حقیقت کو پہنچ سکے اور وہ سمجھ کہ ان کے حال کو سمجھ سکے کہاں ہے، اسقدر
تو میں جانتا ہوں کہ قوام عالم ان کی ذات جامع کمالات سے ہے اور وہ جو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ ہر سو سال کے بعد ایک مرد پیدا ہوگا جو ہماری سنت کو تازہ کریگا، آج اسکا مصداق حضرت میر سید طیب کا وجود با جود ہی

اسی نکتے پہ ختم ہے مقصود للہ الحمد ذی العلا والجود

ختم ہوا ترجمہ کلام صاحب مراۃ المبتدین کا، حضرت نے کمالات صوری و معنوی اپنے حضرت والد بزرگوار
قدس سرہ سے حاصل فرمائے، اور انکے وصال کے بعد باستحقاق طاعت و عبادت سجادۂ ارشاد و ہدایت پر
اجلاس فرمایا، اور طالبان مولے کو مبادی سلوک باطنی سے نتہاے وصول تک پہنچایا، جملہ حرکات و سکنات
میں سنت و سیرت نبویہ کا اتباع منظور نظر رکھتے اور تمام عمر تا بہ امکان کوئی سنت نبوی جو حضرت کے علم و سماع میں
آئی چھوٹنے نہ پائی، علوم رسمی میں تبحر آپکے دریاے کمال سے ایک تری تھی ہمیشہ محصلین اور طالبین کو افادہ فیوض
علوم ظاہری و باطنی فرماتے رہتے، اور بہت سے لوگوں کو اپنی تربیت کی برکت سے مسند استادی کا
صدر نشین بنایا، بعض کتب درسی مثل ہدایہ فقہ اور تفسیر قاضی بیضاوی وغیرہ حضرت کے دستخط خاص سے
محشی موجود تھیں جو حضرت کے کمال تبحر اور جودت فطرت پر دال تھیں سید کرم اللہ حضرت سید العارفین
میر شاہ لدھا قدس اللہ اسرارہما کے والد ماجد حضرت کے مرید فرمایا کرتے کہ اگر کوئی زمین پر فرشتہ کو دیکھنا چاہے
تو حضرت میر سید طیب کا مشاہدہ کرے اور خود حضرت سید العارفین نے بھی حضرت سے استفادہ فرمایا اور آپ کو
اپنا مرشد فرماتے اور فرماتے کہ ایکبار ایک صاحب حضرت کی زیارت کے مشتاق ہوکر حاضر خدمت ہوے
اور مسائل توحید سے ایک مشکل مسئلہ پوچھا حضرت میر نے اپنے آپکو تجاہل میں ڈال کر فرمایا مجھے اس مسئلہ سے
آگاہی نہیں، اور اسکا اندیشہ نہ فرمایا کہ اس جواب سے لوگ مجھے کم علم جانیں گے اور اس سائل کے اعتقاد میں
میری طرف سے کمی آجائیگی، جب مجلس ختم ہوگئی اور خلوت ہوگئی تو حضرت نے ان سائل سے فرمایا کہ گھر کا بھید
بازار میں نہیں کہا جا سکتا، اب جو پوچھنا چاہو پوچھو، حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دھلوی اور حضرت

میر سید طیب کے آپس میں بڑی محبت اور بہت دوستی تھی چنانچہ حضرت شیخ نے اپنے اوراد کی جلد اس کے صفحۂ اولی کی پشت پر اپنے خاص دستخط سے اجازت نامہ تحریر فرماکر حضرت میر کو دی تھی صاحب تبصرة الناظرین لکھتے ہیں کہ میں نے اسے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اور حضرت شیخ عبدالحق بلحاظ بزرگی و علم حضرت میر کو شیخ طیب فرماتے ایکبار شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اپنے بڑھاپے کے زمانے میں درس دے رہے تھے کہ کتاب کے ایک مقام میں کچھ تامل پیدا ہوا، اسوقت شیخ نے میر سید طیب کو یاد کیا اور فرمایا کہ اگر شیخ طیب اس وقت یہاں ہوتے تو آسانی سے اس مقام کو حل فرما دیتے، ناگاہ میر سید طیب جو دہلی کے ارادے سے اپنے وطن سے چلے تھے اسی گھڑی کمر باندھے ہوئے راستے سے حضرت شیخ عبدالحق کی خدمت میں پہنچے شیخ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا مرحبا خوب پہنچے ہم اسوقت آپ ہی کو یاد کر رہے تھے اور سبب کہہ کر وہ کتاب حضرت کی خدمت میں پیش کر دی حضرت میر سید طیب نے کتاب ہاتھ میں لیکر ذرا سوچا اور پھر عبارت کو سطرح پڑھا کہ مطلب بغیر کسی مزید تقریر کے خودبخود واضح ہو گیا شیخ محقق نے حاضرین سے فرمایا کہ ہمنے نہ کہا تھا کہ شیخ طیب اس مقام کو باسانی حل کر دینگے ان دنوں شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبدالحق بادشاہ کے جبر سے دار السلطنت اکبرآباد کے قاضی بنگئے تھے شیخ عبدالحق نے میر سید طیب سے استفسار فرمایا کہ کس راہ سے آپکا اتفاق ہوا حضرت نے جواب دیا آگرہ کے راستے سے، شیخ نے فرمایا نور الحق سے بھی ملاقات ہوئی تھی، حضرت نے جواب دیا موانع سفر سے فرصت ملاقات نہ ملی، شیخ نے فرمایا ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ قاضی ہو گئے ہیں اسوجہ سے اعراض فرمایا اور پھر چند کلمے صاحبزادے کی تعریف میں فرمائے کہ اگرچہ وہ میرے لڑکے ہیں لیکن بجائے باپ کے ہیں اور اگرچہ وہ میرے شاگرد ہیں مگر استاد کی جگہ ہیں اور اگرچہ میرے مرید ہیں لیکن میں انہیں پیر کی جگہ جانتا ہوں، میر سید طیب یسنکر شیخ کے سامنے سے اسطرح سے اٹھے گویا کہ کمر کھولنے جاتے ہیں اور بغیر اطلاع اسیطرح کمر باندھے الٹے پاؤں آگرہ کی راہ پڑ لیے اور شیخ نور الحق سے ملکر لوٹ آئے حضرت شیخ عبدالحق یہ معلوم کر کے حضرت طیب کے حسن خلق سے بہت خوش ہوئے اور بہت معتقد ہو گئیں" سید ضیاء اللہ بلگرامی جنکا ترجمہ مآثر الکرام میں مفصل موجود ہے ایک روز یہ ارادہ کر کے حضرت میر کی خدمت میں حاضر ہوے کہ اگر آج حضرت مجھے ایک بڑہ پان اپنے ہاتھ سے کھلائیں تو انکی ولایت کے ہم معتقد ہو جائینگے، جب حضور کی مجلس کو ہیں فیضیاب ہوئے حضرت کو انکا یہ ارادہ اپنے اشراق باطنی سے منکشف ہو گیا، اور اپنے خادم بلو نامی سے فرمایا کہ پانکے بیڑے لاؤ خادم نے بیڑے حاضر کیے حضرت نے جملہ حاضرین مجلس کو وہ بیڑے تقسیم فرمائے اور سید ضیاء اللہ کو نہ دیے جب مجلس برخاست ہوئی اور سید ضیاء اللہ اکیلے رہگئے تو حضرت نے بیڑے کو اپنے دست مبارک سے کھولکر سید ضیاء اللہ کو عنایت فرمایا، انہیں سخت شرمندگی ہوئی حضرت میر نے انہیں زجر فرمایا کہ درویشوں کا امتحان نہ لینا چاہیے

مبادا انکا غصہ حرکت میں آجائے؛ ایک روز حضرت وضو فرما رہے تھے ناگاہ مٹی کا بدھنا کو دست مبارک میں تھا دیوار پر پھینک مارا، لوگ اس خلاف عادت بات سے متعجب ہوئے، چند دنوں کے بعد ایک خادم جسے حضرت نے کسی جگہ بھیجا تھا واپس آیا اور اس نے نقل کیا کہ میں ایک جنگل میں چلا جا رہا تھا کہ شیر سے مجھسے مڈھ بھیڑ ہوگئی اور اس نے مجھپر حملہ کرنا چاہا میں نے حضرت پیر دستگیر میر سید طیب کو یاد کیا کہ ہوا سے ایک بدھنا آکر شیر کے کلے پر پڑا اور شیر کو مجھسے پھرا یا اور وہ جنگل کو چلا گیا، اور میں نے اس آفت سے نجات پائی جب تاریخ ملائی تو دونوں واقعے ایک ہی آن میں واقع ہوئے تھے حضرت شاہ لودھا قدس سرہ اپنے والد ماجد سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے کہ میر سید طیب طاب اللہ ثراہ بجہت اتباع سنت بعض چیزیں بازار سے خرید فرما کر خود اپنے دست مبارک سے اپنے گھر میں لاتے اسلیے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص کوئی سامان بازار سے خرید کر اسے اٹھا کر اپنے گھر لائے تو وہ کبر و غرور سے بری ہو جائے، حالانکہ اس زمانہ میں تمام شہر اور قرب و جوار حضرت کا معتقد اور بنظر رفعت حضرت کو دیکھتا تھا (مآثر کاشف تبصرہ وغیرہ) شیخ غلام انبیا مارہری حضرت کے مرید تھے اور ریاض احمدی میں حضرت اچھے میاں صاحب قدس سرہ نے حضرت سید طیب کا ایک رقعہ نقل فرمایا ہے جسکی نسبت حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ این رقعہ بدستخط حضرت شاہ طیب کلاں بود کہ در حالت اضطراب[لہ] شیخ غلام انبیا مارہری نوشتہ عنایت فرمودہ بودند و آں کاغذ از راہ تبرک رسیدہ بود در سنہ ۱۱۹۱[ٹہ] ہجری ۲۷ رشوال" ہم بھی اس رقعے کو تبرکا اور محفوظ رہنے کے لحاظ سے یہاں بلفظہ درج کرتے ہیں

رقعہ حضرت میر سید طیب کلاں کہ بشیخ غلام انبیا نوشتہ

دیدم بدیدہ تحقیق محل تصدیق کہ در اندیشہ تسلی نمودن خاطر فیض مآثر ذات شریف بخواب رفتم ہنوز چشم ظاہر اندکے غنودہ بود کہ اہل دلے آمدہ در پہلوئے فقیر جا گرفت و شما نیز حاضر بودید و از زبان گفتہ بندہ اطمینان نداشتید تعجب می نمودم اے عزیز چنیں فرمودند کہ آرے حق ہمیں است کہ فرزنداں برحمت حق پیوستہ و دخول در جنت یافتہ فان الجنۃ ھی المأوی الناظر دائے قیامت اینہم با فرزند معفو در خان جنت خواہد شد بہ نتائج توجہات اولیاء اللہ ضائع و بیکار نگشتہ مستفیض خواہند گردید"

وصال شریف حضرت کا پانچویں ربیع الاول شریف سنہ ۱۱۶۶ھ میں ہوا، اور حضرت کے کمال اتباع سنت کا ایک نمونہ یہ ہی کہ اس ماہ مبارک میں وصال فرمایا، اور سطرح یہ سنت کہ بے اختیاری تھی یہ بھی حضرت کو حاصل ہوگئی عمر شریف اٹھتر سال گیارہ ماہ چوتھائی دن کم ہوئی، مرقد منور حضرت کا اپنے حضرت والد ماجد کے مزار مبارک سے قریب ایک علیحدہ احاطہ میں تھا مادہ تاریخ وصال "ستون دین افتاد" ہے جسے میر سید محمد یوسف میر آزاد کے استاد بھائی نے اس طرح نظم فرما دیا"

لہ عبارت رقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ غلام انبیا کو بوجہ انتقال فرزند اضطراب تھا انکی تسلی کیلیے حضرت نے یہ رقعہ تحریر فرمایا تھا، محمد میاں ۔ ٹہ غالباً یہ حضرت سید اچھے میاں صاحب کا اس رقعے کے پہنچنے کا سن ہے، محمد میاں ۱۲

قطعہ تاریخ وصال حضرت میر سید طیب قدس سرہ العزیز

پنجم شہر انتقال نبی	رفت طیب ز دہر بے بنیاد
از پے ضبط سال تاریخش	گفت ہاتف ستون دیں افتاد ۱۰۶۶

حضرت کا عقد نکاح سید اجمل بن سید حسین جو سادات قبیلہ بیج بھیہ سے تھے انکی صاحبزادی سے ہوا جن سے حضرت کے چار صاحبزادے سید عبدالواحد خورد و سید عبدالنبی و سید عبدالرحیم و سید عبدالکریم اور تین صاحبزادیاں تھیں'' حضرت سید طیب بلگرام میں اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ کے صاحب سجادہ تھے جنکا سلسلہ حضرت کی اولاد میں برابر جاری رہا اور بہت سے صاحب ارشاد حضرت کی اولاد امجاد میں گزرے جن میں سے حضرت کے صاحبزادے میر عبدالواحد اصغر اور انکے پوتے میر سید نعمت اسد اور ان کے صاحبزادے شاہ طیب اور ان کے صاحبزادے سید دین محمد قدست اسرارہم کے جو میر آزاد کے زمانے میں حضرت میر عبدالواحد اکبر قدس سرہ کے بلگرامی سجادہ پر رونق افروز تھے میر آزاد نے ماثر الکرام اور شجرہ طیبہ میں مفصل تذکرے لکھے ہیں' انکے بعد انکے چھوٹے بھائی حضرت حافظ شاہ سبحان صاحب رونق افزائے سجادۂ آبائے کرام ہوئے، جو ہمارے حضرت جد امجد حضرت سید شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ کے معاصر تھے انکی نسبت حضرت کاشف الاستار میں تحریر فرماتے ہیں "میر سبحان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بر طریقۂ انیقۂ اسلاف ستودہ اوصاف قیام می دارند او سبحانہ خیر و برکت دہاد بحرمۃ النبی والہ الامجاد''

اور ابھی چند سال پہلے تک بلگرام میں سید محمد زاہد صاحب جو حضرت سید طیب صاحب قدس سرہ کی اولاد میں بھی تھے حضرت کے سجادے پر تھے اب سید محمد زاہد صاحب کے قائم مقام کا حال فقیر کو معلوم نہیں (شجرہ و ماثر و کاشف وغیرہ)

بی بی مریم رحمہا اللہ تعالیٰ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی صاحبزادی اور ہمارے جد اعلیٰ حضرت میر عبدالجلیل قدس سرہ کی حقیقی بہن ہیں خود انکے والد ماجد نے مجموعۂ اعمال کے ورق پر تحریر فرمایا تولد عجوزہ مریم اول وقت ظہر روز پنجشنبہ بست و چہارم ماہ محرم ۹۷۰ھ انکا عقد نکاح سید مصطفےٰ سے ہوا جنسے ایک صاحبزادی بی بی دھمن نام ہوئیں جو سید عبداللہ ابن سید محمود ثانی جد علامۂ آزاد بلگرامی اپنے خالہ زاد بھائی سے منعقد ہوئیں اور دو صاحبزادیاں عقب چھوڑیں انمیں سے ایک صاحبزادی سید اسد اللہ چاند بن سید حسین پیارے سے منعقد ہوئیں (شجرہ مع ملحقات)، بی بی مریم کی صاحبزادی کی پیدائش فقیر کے جد اعلیٰ حضرت میر عبدالجلیل قدس سرہ کی ایک بین کرامت ہے جسکا مفصل واقعہ فقیر حضرت کے حال میں درج کرے گا،

بی بی شاہا رحمہا اللہ تعالیٰ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی صاحبزادی قنوجی بی بی سے ہیں میر آزاد شجرہ طیبہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے اجداد کے بعض خطوط شرعی ہیں بی بی شاہا کے دستخط کی نشانی دیکھی اور اس خط کی تحریر کی تاریخ ماہ رمضان ۹۲۵ھ تھی انکا عقد سید محمود ثانی جد اعلیٰ میر آزاد بلگرامی سے ہوا جن سے انکے چار صاحبزادے سید عبداللہ مذکور بالا و سید عبداللطیف و سید امان اللہ و سید محمد اعظم تھے اور ایک صاحبزادی بی بی اولیا جو سید عبدالحکیم پسر اول سید ابوالقاسم بن سید خان محمد بہتہ سے منعقد ہوئیں، حضرت بی بی شاہا کی نسل میں بڑے بڑے ارباب فضل و کمال فرید دہر اور وحید مثل علامہ بے بدل میر عبدالجلیل بلگرامی و حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی اور علامہ میر سید محمد شاعر وغیرہ گزرے ہیں جنکے فضل و کمال کا زمانہ معترف ہے اور تاریخ کے صفحات شاہد ان صاحبزادیوں کے علاوہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی دو صاحبزادیاں بی بی جیو اور بی بی نعمہ اور تھیں چنانچہ خود حضرت اپنے مجموعۂ اعمال میں تحریر فرماتے ہیں "تولد عجوزہ بی بی جیو اول وقت ظہر روز پنجشنبہ بست و دوم ماہ جمادی الاولی ۹۷ھ تولد عجوزہ بی بی نعمہ دوازدہم ماہ ذی الحجہ ۹۸۲ھ آمد، چونکہ حضرت کی پہلی زوجہ محترمہ ہماری جدہ علیا ذیقعدہ ۹۷۵ھ میں انتقال کر چکی تھیں لہذا بی بی نعمہ تو ضرور قنوجی بی بی سے ہیں البتہ بی بی جیو کی والدہ معین نہیں کیجا سکتیں اسلیے کہ سوائے اس مجموعۂ اعمال کی اسقدر حضرت کے دستخط خاص کی تحریر کے اور کہیں ان صاحبزادیوں کا ذکر فقیر کی نظر سے نہیں گزرا اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں خورد سالی ہی میں انتقال کر گئیں ورنہ شجرہ طیبہ وغیرہ کتب انساب میں انکا ذکر ہوتا حضرت کے ان سب صاحبزادوں و صاحبزادیوں کی اولاد میں بہت سے مشاہیر ارباب کمال ظاہر و باطن گزرے ہیں جنکے مفصل تذکرے مآثر الکرام و شجرۂ طیبہ وغیرہ میں درج ہیں

ذکر بعض خلفائے آنجناب و دیگر متوسلین و احباب

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت میر قدس سرہ الخبیر کو کسیکو مرید کرنیمیں کسقدر احتیاط تھی اور اپنے مرشد مخدوم حضرت شیخ حسین قدس سرہ کے کسقدر اصرار کے بعد آپنے بیعت لینا شروع کی تھی یہیں سے اندازہ کیجیے کہ حضرت نے خلافت کتنوں کو دی ہوگی اور یہی وجہ ہے جو حضرت کے صاحبزادوں کے علاوہ حضرت کے خلفا میں صرف ایک حضرت ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام اور ہماری نظر سے گذرا ہے، انکا جو واقعہ حضرت جدی سید شاہ حمزہ صاحب نے کاشف الاستار میں حضرت میر کے صاحبزادے حضرت سید یحییٰ قدس سرہم کی کتاب میزان الاعمال سے نقل کیا ہے وہ اس پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ حضرت میر کا کشف باطنی کسقدر قوی اور صحیح تھا اور آپ امراض باطن کے کیسے طبیب حاذق تھے حضرت سید یحییٰ میزان الاعمال میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک درویش تھے ابراہیم نام جنھیں ذکر و تصور اسم ذات اللہ میں

اہتمام تمام تھا، اور اُنکی جد و جہد اسمیں اس حد تک تھی کہ اُنکے دل سے آواز اللہ باہر آتی اور حاضرین سنتے خلوت و جلوت
سوتے اور جاگتے میں تمام رب الباب اُنکے سینے سے باآواز بلند سننے والوں کی سماعت میں آتا، کاتب (میر سید یحییٰ) نے بھی ان
شیخ ابراہیم کو دیکھا تھا لوگوں نے جب ہمارے پیر دستگیر (حضرت میر عبد الواحد) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال ایک بیک عرض کیا
چونکہ حضرت امراض قلوب کے حکیم حاذق اور باطن کے نقائص و عیوب کے طبیب صادق مظہر علام الغیوب تھے ان صاحب کی
علت قلب پر مطلع ہو گئے اور فرمایا کہ اے عزیز مغرور نہو کہ ابھی کام اعتبار سے دور ہے در یہ تمہاری کوشش ناشائستہ یہ ذکر نفس خسیس کا ہے دل
نفیس کا ذکر نہیں، انھوں نے یہ سنکر جو اپنے دل کو ٹٹولا تو یقین ہو گیا کہ بیشک یہ ذکر نفس ہی کا تھا، اسکے بعد وہ ہمارے پیر حضرت میر کے
طالب ہو کر حضرت کے خلفا میں سے ہوئے" ختم ہوا ترجمہ عبارت میزان الاعمال کا متوسلین اور احباب میں سے ایک شیخ جمال بلگرامی رحمۃ اللہ
تعالےٰ علیہ ہیں، انکی نسبت صاحب اسراریہ لکھتے ہیں "بسیارے از مشائخ را دریافتہ و با میر سید عبد الواحد بلگرامی صحبت داشتہ و
مرزوق شدہ" انھوں نے بہت مشائخ کو پایا اور میر سید عبد الواحد بلگرامی کی خدمت میں حاضر رہے اور حضرت سے فیضیاب ہوئے اسراریہ میں انکا
ذکر مفصل لکھا ہے اور صاحب اسراریہ خود بھی ان سے ملے اور انکے بہت مداح ہیں وہ لکھتے ہیں کہ سید علی محمد سرلوی کہ ایک بزرگ صاحب معاملت
باطن اور پر ذوق تھے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ان شیخ جمال نے فرمایا کہ ہندوستان میں ایک بڑا خلل ہونے والا ہے انہیں دنوں میں بادشاہ
صاحب قران ثانی بیمار ہوا، اور ہندوستان کے اطراف و جوانب میں اسوجہ سے بہت تفرقہ اور خلل پھیلا جیسا کہ ظاہر ہے یہی سید صاحب فرماتے
ہیں کہ میں انکی آخری بیماری میں عیادت کیلئے گیا اور کہا اے شیخ آپنے جس تفرقہ کی خبر دی تھی وہ تو جیسا فرمایا تھا ویسا
ہی ہوا اب اور آپ کیا فرماتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ ابھی کچھ اور بھی حادثہ ہونا رہگیا ہے، نیز صاحب اسراریہ لکھتے ہیں کہ کہتے ہیں
انکے انتقال فرما جانیکے بعد ایک شخص نے انہیں ایک تماشہ گاہ کے مجمع میں دیکھا اور سلام کیا، انہوں نے اسکے جواب میں ہاتھ
سینے پر رکھا، جب وہ شخص گھر پہنچا تو سنا کہ دو ماہ بلکہ زیادہ گذرے کہ وہ انتقال کر چکے وہ شخص اسمیں متحیر رہا بلکہ اول اس نے
اس خبر کو قبول نہ کیا جب انکی قبر پر پہنچا تو جانا کہ ہاں یہی حقیقت حال ہے، انکا وصال اوائل ذیقعدہ ۱۰۰۸ ایک ہزار آٹھ
ہجری میں ہوا، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اسیطرح مفتی شیخ الہ داد دانشمند ساکن لکھنؤ جنکے نام حضرت کا مکتوب در بارہ سماع
ہے اور قاضی عبد العزیز خطہ قنوج جنکے نام حضرت کا مکتوب متعلق تشریح آیہ کریمہ و لکل وجہۃ ھو مولیھا وغیرہا
اوپر گذر چکا ہے انہیں سے ہیں جنکو حضرت سے سابقہ تعارف ہے یونہی ملا عبد القادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ بھی حضرت
کے احباب و معتقدین میں سے تھے جیسا کہ خود انکی تاریخ سے عیاں ہے اور سید سلطان نامی ایک بزرگ خدا رسیدہ کو
حضرت جدی سید شاہ اچھے میاں صاحب نے حضرت میر قدس سرہ کے دوستوں اور حضرت کے خاص منظور نظر اصحاب
میں سے بتایا ہے، ان بزرگ کا ایک طویل واقعہ بھی اوپر ذکر ہو چکا ہے اور شیخ نظام کو خود حضرت نے سبع سنابل کی
سنبلۂ ششم میں اپنے احباب میں بتایا اور ان سے ایک حکایت ظہور آثار عشق و محبت میں نقل فرمائی ہے یونہی
سنبلۂ ہفتم میں شیخ وجیہ الدین نام ایک بزرگ کو حضرت نے اپنے احباب میں بتایا اور ان سے روح کے

عجائب و غرائب میں ایک حکایت نقل کی ہے اسی طرح اسی سنبلہ میں شیخ عبدالعزیز اور حاجی عماد نامی دو صاحبوں سے
حضرت نے دو حکایتیں اسی عجائب و غرائب روح کے بیان میں اسطرح نقل کی ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ
بھی حضرت کے اصحاب اور حاضرین مجلس میں سے تھے، اور نواب مرتضیٰ خاں اور نواب صدر جہاں خاں پہانی
کو جو امرائے عہد اکبری میں سے تھے، صاحب سنوات الاتقیا نے حضرت کے مریدین میں سے بتایا ہے، انمیں سے آخر الذکر کے نام حضرت
کا ایک مکتوب اوپر لکھا جا چکا ہے اور دو صاحبوں جمال الدین اور زین الدین نامی کو جنکے اصرار سے حضرت نے شرح
کافیہ بطور تصوف تحریر فرمائی اسی شرح کے دیباچے میں اپنے احباب میں بتایا ہے۔

الحمد للہ آج ۲۶ ماہ مبارک رمضان ۱۳۴۷ھ روز شنبہ قبل از زوال یہ مبیضہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ حویلی
سجادہ نشینی میں بعونہ تعالیٰ بحسن و خوبی تمام ہوا، اور بلحاظ سن اختتام اصح التواریخ نام ہوا۔

بعض ان کتابوں کی فہرست جن سے اس کتاب میں بلا واسطہ مدد لی گئی ہے ۱۳۴۷ھ

نمبر شمار	نام کتاب	علامت مختصر	نام مولف	نمبر شمار	نام کتاب	علامت مختصر	نام مولف
۱	قرآن حکیم			۲۱	کنز العمال	.	علامہ علاء الدین علی متقی
۲	تفسیر خازن	.	امام علاؤ الدین علی	۲۲	شرح سفر السعادت	شرح	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳	مدارج النبوۃ	مدارج	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۲۳	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	.	اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب
۴	تواریخ حبیب الٰہ	تواریخ	مفتی عنایت احمد	۲۴	اکمال فی اسماء الرجال	اکمال	شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد صاحب مشکوۃ المصابیح
۵	شجرۂ طیبہ	شجرۂ و شج	علامہ غلام علی آزاد بلگرامی	۲۵	فص الکلمات	فص	حضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ
۶	شمول الاسلام	شمول	مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی	۲۶	سنوات الاتقیا	سنوات دس	شیخ بدرالدین بن شیخ ابراہیم سرہندی
۷	نطق الہلال	نطق	״	۲۷	مرآۃ الجنان	مرآۃ	امام ابی محمد عبداللہ بن اسعد یافعی
۸	تجلی الیقین	.	״	۲۸	آئینہ قیامت	آئینہ	مولانا حسن رضا خاں صاحب
۹	اسعاف الراغبین	اسعاف اس	علامہ محمد صبان	۲۹	تہذیب التہذیب	تہذیب تہ	امام ابن حجر عسقلانی
۱۰	تاریخ الخلفاء	تاریخ	امام سیوطی	۳۰	الاتحاف بحب الاشراف	اتحاف	علامہ شیخ عبداللہ بن محمد شبراوی
۱۱	شواہد النبوۃ	شواہد	مولانا جامی	۳۱	نظم اللآلی	نظم و لظ	سید محمد صاحب بلگرامی
۱۲	نور الابصار	نور	شیخ مومن بن حسن شبلنجی	۳۲	تاریخ صغیر	.	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
۱۳	تزک مرتضوی	.	مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوی	۳۳	دول الاسلام		امام ابو عبداللہ ذہبی
۱۴	صراح	.	علامہ محمد بن عمر د	۳۴	تحفۃ الطالب	تح	
۱۵	منتخب اللغات	.	ملا رشید ٹھٹوی	۳۵	تبصرۃ الناظرین	تبصرہ	علامہ سید محمد بلگرامی
۱۶	غیاث اللغات	.	ملا غیاث الدین	۳۶	بیاض حضرت صاحب	.	حضرت سید شاہ آل رسول صاحب
۱۷	طبقات کبریٰ	طبقات طب	امام عبدالوہاب شعرانی	۳۷	مآثر الکرام	مآثر	علامہ غلام علی آزاد
۱۸	صواعق محرقہ	صواعق	امام ابن حجر ہیتمی	۳۸	سرو آزاد	.	״
۱۹	اصابہ		امام ابن حجر عسقلانی	۳۹	بیاض اشعار اعلیٰحضرت	.	مولانا احمد رضا خاں صاحب
۲۰	استیعاب		امام ابو عمر یوسف				

نمبر شمار	نام کتاب	علامت مختصر	نام مؤلف
۴۰	النور والبہاء	.	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب
۴۱	آثار احمدی	آثار وات	حکیم عنایت حسین صاحب مارہروی
۴۲	تذکرۂ شیخ مہربان اللہ	تذ و تذکرہ	شیخ مہربان اللہ صاحب مارہروی
۴۳	سبع سنابل	سبع	حضرت میر عبدالواحد
۴۴	مجموعہ اوراد حضرات میر عبدالوحد	.	〃
۴۵	رسالۂ قشیریہ	.	امام ابوالقاسم قشیری
۴۶	برکات قادریہ		مولوی جمیل الرحمن خانصاحب بریلوی
۴۷	کاشف الاستار شریف	کاشف	حضرت سید شاہ حمزہ
۴۸	بیاض احمدی	.	حضرت سید شاہ اچھے میاں صاحب
۴۹	رد المحتار	.	علامہ ابن عابدین شامی
۵۰	فوائد الفواد	.	حضرت حسن سجزی
۵۱	اخبار الاخیار	.	شیخ محقق عبدالحق محدث
۵۲	مقال عرفا	.	مولٰنا احمد رضا خانصاحب
۵۳	المکاتیب الرسائل	.	شیخ محقق عبدالحق محدث
۵۴	اسراریہ	.	سید کمال الدین اسطی سنبھلی مجددی
۵۵	العطایا النبوۃ	.	حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب

ضروری گذارش :-

بخدمت جملہ برادران اہلسنت خصوصًا متوسلان سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ، برادران گرامی السلام علیکم
الحمد للہ آج اس متبرک سوانح کی یہ جلد اول شایع ہو رہی ہے، مولےٰ تعالےٰ ہمارے اور آپکے سب کے لئے اسے دارین میں نافع ومفید اور اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے آمین، بعد کی بھی متعدد جلدوں کے مسودات تیار ہیں، اور اس حصہ اول کی خریداری سے اگر آپ نے ہماری مالی اعانت فرمائی توبعونہ تعالیٰ وہ بھی جلد پیش کئے جاسکینگے حتی الامکان اس کتاب میں پورے غور وتحقیق سے کام لیا اور صحت وجامعیت کالحاظ رکھا گیا ہے، پھر بھی ہمیں اپنے قصور وعجز کا اعتراف ہے اور ذی علم بھائیوں سے اس کی تصحیح وتکمیل میں مخلصانہ مشورہ مطلوب، تاکہ آئندہ تلافی مافات کی جاسکے، آخر میں یہ اور عرض ہے کہ اگر آپ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں تو اپنی نیک دعاؤں میں اس فقیر گنہگار اور اس کے حضرات والدین ماجدین واجداد کرام اور بھائی اور بہنوں اور ان کی اولاد نیز برادران دینی ویقینی جناب مولوی نظام الدین صاحب سورتی قادری برکاتی اور جناب حاجی غلام حسن صاحب سورتی قادری برکاتی اور جناب سیٹھ اسمٰعیل بن حاجی صدیق صاحب قادری برکاتی بمبئی والیکو ضرور یاد رکھیں جن کی مخلصانہ وبروقت امداد واعانت سے فقیر اس حصہ کو شایع کرنے کے قابل ہوسکا۔

آپ کا دُعاگو

فقیر مؤلف

ضمیمہ

اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی کی عمر مبارک کا ایک کثیر حصہ باڑی رانڈھی قنوج میں گزرا۔ یہاں تک کہ حضرت کی صاحبزادی بی بی شاہا کا عقد نکاح سید محمود ثانی جد میر آزاد بلگرامی سے ہوا۔ اور اس طرح وہ بلگرام آئیں، تو بسبب فرط محبت والفت کے جو حضرت ان صاحبزادی سے رکھتے تھے حضرت بھی بلگرام میں تشریف لے آئے، اور فرماتے کہ ان صاحبزادی نے ہمیں بلگرام میں بلالیا۔ اول محلہ میدان پورہ میں قیام فرمایا، پھر کچھ دنوں کے بعد سلہڑہ کے تالاب کے کنارے قیام پذیر ہوگئے۔ حق تعالیٰ نے حضرت کی اولاد میں برکت عطا فرمائی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں ایک محلہ حضرت کی اولاد سے آباد ہوگیا۔ بلگرام کے مستقل قیام کے بعد حضرت نے اپنے اقارب سادات بلگرام میں اپنی صاحبزادی کی بیاہ کرت چاہی۔ مگر کوئی آمادہ نہ ہوا۔ آخر آپ نے سید اجمل بلگرامی سے جو اس زمانہ میں بڑے با اثر اور نامور سے تھے

اس بات کو رجوع کیا، اونھوں نے جواب دیا اگر میں اکیلا تمام خاندان کی مرضی بغیر قرابت کئے لیتا ہوں تو سب رشتہ دار مجھے نشانۂ ملامت بنائیں گے۔ اور برادری سے الگ کر دیں گے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ آپ تمام کنبہ برادری والوں، قبائل بادات ہچ بھیہ در سید واڑہ وغیرہ کو اکٹھا کر کے یہ بات پیش کیجئے اوس وقت سوچ کر جواب دیا جائیگا، چنانچہ حضرت نے سب برادری والوں کو جمع کر کے یہ امر پیش کیا، مگر سبھوں نے طرح طرح کے حیلے حوالوں سے ٹال دیا، کوئی جواب شافی نہ دیا۔ آخر سید اجمل صاحب نے اون سب سے دریافت کیا کہ آیا یہ میر عبدالواحد تمہارے ایک دادا کی اولاد ہیں یا نہ۔ سب نے جواب دیا کہ بے شک ہمارے یک جدی ہیں۔ اونھوں نے پھر سوال کیا کہ کیا قنوج میں رہنے سے یہ برادری باہر ہو گئے اور ان کی اولاد میں میل آ گیا۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ ان کی بیاہ گت وہاں اپنی کفو ہی میں ہوئی اور برادری سے باہر اور خراب نہیں ہوئی اب اونھوں نے کہا پھر آپ لوگ کیوں عذر کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا اس لئے کہ ہمارے گھروں میں کوئی لڑکی برادری سے زائد ہے ہی نہیں۔ تو سید اجمل صاحب نے فرمایا کہ جب تم مقر ہو کہ انمیں نہ کوئی نقصان تھا نہ ہے پس میں اپنی لڑکی ان کے یہاں منسوب کرتا ہوں ایسا نہ ہو پھر کوئی صاحب کوئی عذر نکالیں اور مجھ پر اعتراض کریں۔ سب نے جواب دیا بہت مبارک۔ ہم کو ان کے ساتھ قرابت میں اور کوئی عذر نہیں ہے۔ چنانچہ سید اجمل صاحب نے اپنی ایک صاحبزادی حضرت کے صاحبزادہ حضرت سید طیب سے بیاہ دیں۔ اور پھر اون کی صاحبزادی اپنی نواسی کو خواجہ سید معین الدین اپنے پوتے سے بیاہا۔ اور پھر ہماری بیاہ گت بلگرامی سادات سے جاری ہو گئی (شجرہ و نظم وغیرہ)

صحت نامہ اکمال الکلام فی مآثر الکرام ملقب بہ لقب تاریخ اصح التواریخ جلد اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۴	اوری	ادیری	۱۷	۲	منوز	منورہ
۴	۵	نہیں تھیں	نہیں تھیں	//	۶	اونکے	اپنی
۶	۱۰	شکر	ذکر	//	۱۵	زبانی	ربّانی
۶	۲۰	صرح	طرح	۱۸	۱۰	جلو	جلوے
//	۲۳	حسن	حسن	//	۱۴	شکر و نعمت	شکرِ نعمت
۷	۱۷	سکون یار	سکوان ہار	۱۹	۲۱	یاایہا	یاایہا
۷	۲۰	صاد	ضاد	//	۲۲	قبائل	شعوباً و قبائل
۷	۲۲	معتیرہ	مغیرہ	۲۱	۱۹	خزیران	خریران
۸	۹	صفاح	سفاح	۲۳	۴	حضرت المومنین	حضرت ام المومنین
۹	۱۰	کشتر	لشکر	۲۴	۹	المو المنیں	المومنین
//	۱۷	ذالکم	ذالکم	//	۱۸	عمرو لقول	عمرو لقول
//	۱۶	کتاب	کتب	۲۵	۸	شاہد	شاہد
۱۰	۱۸	مثلثہ و سکون	مثلثہ و فتح واو و سکون	//	۲۳	قنبر	منبر
۱۳	۱۲	حسب مشورہ	کے حسب مشورہ	۲۶	۵	ہو گئے	ہو گئے (اس)
۱۴	۲۴	سورد	خور	//	۱۵	زم	زم
۱۵	۲۴	دارادئی	دور ہوئی	۲۷	۱۲	زیر	زید
۱۶	۵	اقدس کے	اقدس اور حضور کے	۳۰	۱	تصنیف	مصنف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۱۵	یہی	یحییٰ	۷۲	۱۹	توذونا	توذونا (اس)
۳۲	۱۸	ان الحکم الااللہ	لاحکم الااللہ	۷۳	۱۸	زلطہ	رابطہ
۳۳	۳	رمضان	رمضان ۴۰ھ	حاشیہ ۷۳	۲	گربہ	گریہ
۳۴	۹	ادلی	الی	〃	۷	۳۵ سنہ	۱۳۵ سنہ ایکسو پینتیس
۳۵	۸	ادنیٰ	اُونی	۷۴	۳	دجد	جد
۳۶	۸و۱۲	علیہما	علیہا	〃	۹	اکسل	اکمل
〃	۱۸	ملی تھی	ملے تھے	〃	۱۲	خروج فرمایا	.
〃	۲۰	کپڑے	کھرے	۷۶	۵	شب میں حال تا (تح)	اسی صفحہ کے سطر ۶ کے
۴۰	۱۴	دلنا	جودلنا			لفظ (اگا) کے بعد پڑھی جائے۔	
〃	۲۴	نہیں ہے	کیا ہے	۷۷	۱۰	(تدشج)	(ترشج)
〃	〃	اب	اپنے	۷۸	۲	سے	کے
۴۴	۴	مشیر	مشبر	〃	۱۳	زین	امام زین
〃	۵	نص	فص	〃	۱۸	مسجد	سعد
۴۵	۵	صوائق	صواعق	۷۹	۱۵	ولایت	ولایت بربر
۴۷	۸	دل	دلدی	۸۰	۱۶	دلیعد	ولیسعد
۴۸	۹	اللہ کا	اللہ	〃	〃	الامرد	والامر
〃	۱۴	نجاست	مجالست	۸۱	۲۳	زبور	زبود
۵۰	۱۹	تیارے	تارے	۸۲	۱۷	نقفی	ثقفی
۵۱	۲	بیکار ہوا	بیکار ہو	〃	۲۱	دالعراق	دردالعراق
〃	۷	اقوال	قول	۸۳	۲۰	حسین	حسینی
۵۶	۲۲	منادی	منادی	۸۵	۱۲و۱۹	جاجنز	جاجنیر
۵۸	۱۹	الجاہلین	الجٰہلین	〃	۱۳	دفن	فص
۵۹	۶	ان	دن	۸۶	۲	جاجبزی	جاجنیری
۶۰	۲۲	گیا		۸۷	۶	ارشاد و حدیث	ارشاد حدیث شریف
۶۳	۱۵	ستیتم	ستم	〃	〃	امام	اما
۶۴	۱۵	ثمانی	ثمالی ت	〃	۲۲	ایشان را	ایشان لا را
۶۶	۴	سالحون دلی	صالحون دمی مسلمون	۸۸	۴	جاجنز	جاجنیر
〃	۱۵	سورۂ محمد	سورۂ محمد علیہ السلام	۸۹	۱۷	یہ آزار	میر آزاد
〃	۱۶	ینفضون	ینقضون	〃	۱۷	معبد	مسجد
۶۷	۱۴	عتبہ	عتیبہ	۹۰	۹	فنح	بعد فتح
〃	۱۷	میں سے	میں	۹۱	۱	سامری	ساحری
۶۹	۶	المجاہدین	المجٰہدین	۹۲	۶	شان	شان د
۷۱	۲	نغنیہ	نقیہ	〃	۷	خنز	خنزد
۷۲	۷	امام	امام محمد باقر	〃	۱۳	مفصل	فضل
〃	۸	ایک	ایک بار	〃	۲۴	میں	میں ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۴	۱۳	الیقین	یقین
〃	۲۱	عبادت	عبارت
۹۵	۲	حزی	خوی
〃	〃	گرفتگی	گرشتگی
〃	۶	شناس	للناس
۹۸	۱۳	۹۳۲	۹۳۳
۹۹	۶	حسن سکل	بعض مشکل
۱۰۱	۲	توسیف	توصیف
〃	۷	رسیده	رسیدم
〃	۱۲	غونی منروی	غوثی مندوی
۱۰۶	۱۸	انکساری	انکسار
۱۰۸	۲۲	رابو	راجو
۱۰۹	۱۳	بختار	بختیار
〃	۱۴	سنجری	سجزی
〃	۱۸	نجی	بلخی
〃	〃	فضبل	فضیل
۱۱۰	۱	نتانی	ملتانی
〃	۱	الشیوخ	الشیوخ امام الفریقین
〃	۲	ممشاد	ممشاد علو
۱۱۱	۷	گدفتول	گرفتول
〃	۱۸	بن	میں
۱۱۲	۹	ازسراه	راه ازراه
〃	۱۰	ویکٹ	وسکیٹ
۱۱۳	۱	کالیہ	کافیہ
〃	۱۱	مقتبض	مقتبس
〃	۱۲	السموات	السمٰوٰت
〃	۱۵	ظسلال	ظلال
〃	۱۸	نشود	برشود
〃	۱۹	ادزاانہا	رودزنہا
۱۱۴	۱	ابتو	آباد
۱۱۶	۱۵ و ۱۸	قطع	قطعہ
۱۱۷	۱۰	برخبزم	برخیزم
〃	۲۳	۵ھ	۷ھ
〃	〃	۲و۷ھ	۶و۷ھ
[illegible]	۱۶ و ۱۷	سوئے دبیچارا	موے دیبچاره

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۸	۲	پاکہ	پاک
〃	۲	الواحد ابراہم ابن مقال	الواحد ابراہیم ابن مقال
〃	۴ و ۶	انگر	انگہ
〃	۱۵	ابواحمد ابواسحاق ۱۹	ابواحمد ابواسحاق ۱۹
۱۱۹	۱	۵۲ھ	۲ھ
〃	〃	احر	احمد
〃	۲	مرر	مرد
〃	۳	عموبہ	عمویہ
〃	۴	حضت داؤد	حضرت داؤد
〃	۵	بول سور صاد	رسول نامور صلوا
〃	۵	المعین	اجمعین
〃	۷	رحلت بخارا بہرژان	رحلت بخلد از بہرزین
〃	۸	۹۰۸	۹۷۸
〃	۹	۶ھ	۵ھ
〃	۱۰	نابتہ	نانہہ
〃	۱۲	ادبنی	ادبجی
〃	۱۱	ا ھ	۶ھ
۱۲۰	۲	پاپ ببل لبہہ	پاب بیل لبہہ
〃	〃	یبہہ	لیبہہ
〃	〃	بیکھون	بیکھنٹھو
〃	〃	چادی	جہادی
〃	۳	ستی	سی
〃	۱۰	گنبون	گیتون
〃	۱۱	جوان حضرات باطن	جوانے حضرات اہل باطن
〃	۱۴	السموات	السمٰوٰت
〃	۱۵	بالصحین	بالصلحین
〃	۱۶	بعض	بعضے
〃	۱۷	حست دکونہ	بگزشت دکوتہ
〃	۲۱	وجوده	وجوه
〃	۲۳	سورتے شمار	صور بے شمار
۱۲۴	۱۹	اتحاد	الحاد
۱۲۵	۵	دہرپر	دہریہ میں
〃	۷	مانک ونشانہ	مانگ و نشانہ
۱۲۶	۷	منیبی	غیبی
〃	۸	کنونات	کمنونات